نوربخشی فقہ میں عبادات سے متعلق تفردات کا تجزیہ

مقالہ برائے ایم۔فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

سیدہ یمین

ایم فل سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر:20-Mphil/IS/S22

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

فروری2024

نوربخشی فقہ میں عبادات سے متعلق تفردات کا تجزیہ

تحقیقی مقالہ برائے

ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

سیدہ یمین

ایم فل سکالر علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 20-Mphil/IS/S22

نگران مقالہ

ڈاکٹر عبد الغفار بخاری

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نمل اسلام آباد

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن ۲۰۲۳ء

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **نوربخشی فقہ میں عبادات سے متعلق تفردات کا تجزیہ**

(A Study of the singularities in worship in Noorbakshi Fiqh)

نام ڈگری: ماسٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: سیدہ یمین

رجسٹریشن نمبر: 20-Mphil/IS/S22

ڈاکٹر عبد الغفار بخاری

____

(نگران مقالہ) دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

____

(صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت) دستخط صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد

____

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ ____________

حلف نامہ فارم

میں سیدہ یمین بنت سید ابراہیم

رجسٹریشن نمبر: 20-Mphil/IS/S22

طالبہ ایم فل شعبہ اسلامک تھاٹ اینڈ کلچر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد

حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ

مقالہ بعنوان: **نوربخشی فقہ میں عبادات سے متعلق تفردات کا تجزیہ**

(A Study of the singularities in worship in Noorbakshi Fiqh)

ایم فل اسلامک فکر اور ثقافت کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلے میں پیش کیا گیا ہے اور ڈاکٹر عبد الغفار بخاری صاحب کی زیر نگرانی تحریر کیا گیا ہے یہ راقم الحروف کا اصل کام ہے اور مزید یہ کہ مذکورہ کام کہیں اور جمع کرایا گیا ہے نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: سیدہ یمین

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

Abstract

Noorbakhshi Fiqh is a school of Islamic jurisprudence that emerged in the 14th century in Iran under the leadership of Shah Syed Mahmad Noorbakhsh. The school is known for its emphasis on Sufi practices and its unique interpretation of Islamic law.

One of the key features of Noorbakhshi Fiqh with regards to Ebadad or worship is its focus on the inward spiritual state of the worshipper. The school emphasizes the intention behind the action of worship and encourages the worshippers to perform their acts of worship with sincerity and devotion.

The ijtihad of the mujtahid is based on the religion of the people, and sometimes this ijtihad goes against the religion of the people, then it is called tafarrud. Tafarrud is a scholarly term referring to a person of knowledge and virtue, and experts in their field, who, being fully aware and informed of all demands of knowledge and skill, establish an independent opinion based on scholarly evidence, separate from the majority of scholars.

The problems are definite Exceptions are not allowed in any case For example, Tawheed Khatm Nabubat and Existence Bari Ta'ala. Distinctions are allowed in sub-orders. My initial inclination towards jurisprudence,therefor I have chosen this title for my research work is related to the uniqueness in the worship of Noorbakhshi school of jurisprudence,so my research included uniqueness of prayer, fasting, zakat , Hajj, Etikaf and zikr.

Overall, Noorbakhshi Fiqh's approach to Ebadad emphasizes the inward spiritual state of the worshipper, and encourages a deep connection with God through prayer, zikr, and charitable giving. The school's unique interpretation of Islamic law has made it a significant and influential school of in contemporary Islamic discourse.

Key words: Noorbakhshi, Islamic jurisprudence, Syed Mahmad Noorbakhsh, Sufi practices, Ebadad, Tafarudad, Noorbakhshi school of jurisprudence

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1.	مقالہ کی منظوری فارم	IV
2.	حلف نامہ	V
3.	ملخص	VI
4.	فہرست عنوانات	VII
5.	اظہار تشکر	IX
6.	انتساب	X
7.	مقدمہ	1
8.	**باب اول: الفقہ الاحوط ,الہدایہ اور اس کے مؤلفین کا تعارف**	8
9.	فصل اول: شاہ سید محمد نور بخش اور ان کے علمی کارنامے	9
10.	فصل دوم: الفقہ الاحوط کا تعارف اور اس کی خصوصیات	20
11.	فصل سوم: الہدایہ اور اس کے مؤلف کا تعارف	28
12.	**باب دوم: نماز کے احکام اور اوراد و وظائف میں تفردات**	32
13.	فصل اول: نماز کے اوقات اور شرائط و ارکان میں تفردات	33
14.	فصل دوم: نماز کے دیگر احکام میں تفردات	80
15	فصل سوم: اوراد و وظائف میں تفردات	115
16	**باب سوم: روزے اور اعتکاف کے احکام میں تفردات**	129
17.	فصل اول: روزے کے احکام میں تفردات	130
18.	فصل دوم: اعتکاف کے احکام میں تفردات	145
19.	**باب چہارم: زکوۃ اور حج کے احکام میں تفردات**	153
20.	فصل اول: زکوۃ کے احکام میں تفردات	154
21.	فصل دوم: حج کے احکام میں تفردات	175
22.	خلاصہ بحث	191

23.	نتائج	192
24.	سفارشات	193
25.	فہرست قرآنی آیات	194
26.	فہرست احادیث	196
27.	فہرست اعلام	197
28.	فہرست بلاد واماکن	199
29.	فہرست مصادر ومراجع	200

اظہار تشکر (ACKNOWLEDGEMENT)

سب سے پہلے اللہ رب العزت کی بے حد ممنون و مشکور ہوں جس نے جسم و جان عطا کرنے کے بعد علم و عقل اور علم و فراست عطا کی اور ہمارے قلب و ذہن کو روشن فرمایا۔

میں ڈاکٹر عبد الغفار بخاری کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے بطور نگران مقالہ میری رہنمائی کی۔ نیز شعبہ کے جملہ اساتذہ خصوصاً صدر شعبہ ڈاکٹر محمد ریاض سعید کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے ہر مرحلے پر میری رہنمائی کی۔

میں اپنے والدین کی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری تعلیم و تربیت کو اوّلین ترجیح دی۔ اس کے ساتھ میں اپنے بہن بھائیوں، خاوند اور بیٹے کی بہت مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہر پریشانی سے بچائے رکھے اور دنیا آخرت کی تمام بھلائیوں سے نوازے۔ خصوصاً اپنے ان تمام دوستوں و احباب کی مشکور ہوں جنہوں نے اپنے ذاتی کام چھوڑ کر میری تحقیقی کام میں فنی معاونت فراہم کی اور دورانِ تحقیق میرے مقالہ کو گاہے بگاہے دیکھتے رہے اور غلطیوں سے آگاہ کرتے رہے۔ میرے تمام ہم جماعت جو کہ وقتاً فوقتاً مجھے تجاویز دینے اور مواد کے مہیا کرنے میں معاون رہے۔ میں ان سب کی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے ہر طرح سے میری معاونت کی۔

اللہ پاک تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے ان کے درجات کو بلند فرمائے اور تاحیات صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ پاک ہمیں ہر قسم کی علمی، عملی اور فکری لغزشوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین والحمد للہ رب العالمین۔

انتساب (DEDICATION)

میں اپنی اس تحقیقی کاوش کو اپنے والدین کے نام کرتی ہوں

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

اور عظیم و مشفق اساتذہ کے نام

جن کی دعائیں اور توجہ

بندہ ناچیز کے شامل حال رہتی ہیں

مقدمہ

موضوع کا تعارف (Introduction to the Topic)

فی زمانہ نوربخشیہ ایک اسلامی فقہی مسلک ہے جو شاہ سید محمد نوربخشؒ کی تصنیف کردہ فقہ (الفقہ الاحوط) پر عمل پیرا ہے۔ جس طرح حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی مسلک کے پیروکار اہل سنت کہلاتے ہیں اور فقہ جعفریہ والے امامیہ اثنا عشریہ کے نام سے موسوم ہے اسی طرح نوربخشی فقہ پر عمل پیرا حضرات کا مذہب صوفیہ نوربخشیہ کہلاتا ہے اور اسی نام سے موجودہ دور میں بھی رائج ہے۔ آج کل اس مسلک کے پیروکار پاکستان، ایران، بھارت اور وسط ایشیاء کے ممالک میں تھوڑے فرق کے ساتھ موجود ہیں ۔

اس فقہ کی انفرادیت امت کے مابین رفع اختلاف، راہ اعتدال کو اختیار کرنا، اختلافی امور میں راہ وسط اختیار کرنا اور دفع بدعات وغیرہ شامل ہیں مثلاً ان کے ہاں قیام میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر چھاتی کے نیچے ہاتھوں کو باندھ کر رکھنا بھی روا ہے۔ مگر شرط حالت یہی ہے کہ رخ قبلہ کی طرف متوجہ ہو اسی طرح وضو میں پیروں کے صاف ہونے کی صورت میں مسح کرنے کی اجازت اور ناپاک ہونے کی صورت میں آپ نے ان کا دھونا مناسب قرار دیا ہے۔

مجتہد کا اجتہاد جمہور کے مسلک پر ہوتا ہے اور کبھی یہ اجتہاد جمہور کے مسلک کے خلاف ہو جاتا ہے تو اس کو تفرد کہتے ہیں۔ گویا تفرد ایک علمی اصطلاح ہے جس سے مراد کوئی صاحب علم وفضل اور ماہرین فن جو علم وفن کے تمام تقاضوں سے مکمل اگاہ اور باخبر ہوتے ہوئے کسی مسئلہ میں علمی دلائل کی بنیاد پر جمہور اہل علم سے الگ رائے قائم کرے تو اس کو تفرد کہتے ہیں- تفردات کا تاریخی تسلسل ہے جس کی ابتدا اسلام کی عہد اول (خلفائے راشدین) کے دور سے ہوتی ہے کئی صحابہ کرام سے تفردات ثابت ومنقول ہیں اور یہ سلسلہ بعد میں بھی چلتا رہا۔

تفرد لغوی اعتبار سے "فرد بالأمر والرأی" سے مأخوذ ہے، جس کا معنی ہے کسی معاملہ میں منفرد ہونا اور الگ رائے رکھنا۔

تفرد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی متبحر عالم کا جمہور سے مجتہد فیہ مسئلہ میں ایک الگ رائے اختیار کرنا۔

تفرد اختیار کرنے والے صاحب علم کی امانت ودیانت، علم وفہم اور تقوی، امت کے علماء کے ہاں مسلم ہو، اس طور پر کہ وہ شریعت کی تمام نصوصِ شرعیہ، احادیث شریفہ کے مطالب سے واقف ہو اور دلائل سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، تو ایسے شخص کا تفرد مستحسن قرار دیا جائے گا۔ لیکن اگر تفرد خواہشِ نفسانی کی وجہ سے اختیار کیا گیا ہو، تو ناجائز اور حرام ہے، بلکہ ایسا کرنے سے ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہے۔

اسی لیے امام بخاری وامام مسلم علم حدیث کے مینارہ نور ہونے کے باوجود امت نے انھیں کبھی فقیہ اور مجتہد نہیں مانا۔ لہذا صرف احادیث پڑھانے سے آدمی مجتہد بنتا ہے نہ محقق، اگر ایسا ہی ہوتا تو امام بخاری امام مسلم سے بڑھ کر کوئی فقیہ اور مجتہد نہ ہوتا۔

اسی طرح کتب فقہ پڑھانے سے کوئی محقق اور مجتہد نہیں ہو جاتا، اگر ایسا ہوتا تو صاحب ہدایہ اور ابن ہمام اور علامہ شامی بھی مجتہد کہلاتے، مگر ان حضرات کو بھی علماء نے مجتہد نہیں مانا۔

اسی لیے الفقہ الاحوط میں مجتہد کی کچھ شرائط اسطرح بیان ہوئی ہے:

''وہ کسی ایسے مسئلے بارے میں رائے زنی کی جسارت نہ کرے جس پر امت اسلامیہ کا اتفاق نہ ہو اور نہ ہی کسی ایسے مسئلے کے بارے میں لب کشائی کی جسارت کرے جس کی حقیقت کو وہ یقینی طور پر نہ پہچان سکتا ہو بلکہ ایسے معاملے کی تحقیق کے سلسلے میں کسی ایسی شخصیت کی طرف رجوع کرے جو عالم ربانی ہو، بے لوث عمل کرنے والا ہو، قابل مذموم اخلاق سے بری ہو، وہ نہ تو نفسی رجحان کا شکار جاہل ہو اور نہ کام چور عصبانی ہو، ظاہری اقوال کی قید میں بند ہو اور نہ رسمی معاملات کی تقلید کی وجہ سے عصبیت کا شکار ہے۔''

میرا موضوع تحقیق نور بخشی فقہ میں عبادات سے متعلق تفردات کا تجزیہ کرنا ہے۔ چونکہ مجھے ابتداہی سے فقہ سے لگاؤ تھا اسی وجہ سے میں نے تحقیقی کام کے لئے اس عنون کا انتخاب کیا ہے۔ تو جو احکام فروعی ہیں وہ عبادات و اعمال کہلاتے ہیں خواہ وہ بدنی ہو یا مالی قلبی ہوں یا لسانی لہذا میری تحقیق میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج اوراعتکاف ہے اس کے علاوہ اوراد وظائف کے تفردات بھی شامل ہیں۔

الفقہ الاحوط (فقہ نور بخشی) میں موجود عبادات سے متعلق تفردات کے تجزیے کے لیے میں نے امام المرغینانی کی کتاب الہدایہ سے استفادہ حاصل کیا ہے جو کہ اہل سنہ والجماعت کی مشہور کتاب ہے۔ اس کے علاوہ دیگر فقہی کتب سے بھی استفادہ حاصل کیا ہے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت (Significance of the Study)

دین اسلام بنی نوع انسان کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو قرآن وسنت اور مختلف مکاتب فکر کی صورت میں مروج ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات کے بعد اسلامی سلطنت کا دائرہ وقت کے ساتھ ساتھ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا جس کی وجہ سے عالم اسلام کے طول وعرض میں اسلامی احکام و مسائل کی تبلیغ کا کام بھی نہایت مشکل اور پیچیدہ صورت اختیار کر گیا۔ ان حالات میں کئی صدیوں بعد قرآن وحدیث کی تشریح کے حوالے سے مختلف فقہی مسالک وجود میں آگئے۔ آٹھویں صدی ہجری تک دنیائے اسلام میں روبہ عمل مشہور فقہی مکاتب فکر میں حنفی مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفریہ وغیرہ شامل ہیں۔ تاریخ اسلام کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ بعض اوقات ان مکاتب

فکر کے درمیان اختلافات اتنا شدت اختیار کر جاتے تھے کہ ایک دوسرے کے خلاف فتوٰی بازی اور تشدد کے واقعات رونما ہوئے بلآخر یہی اختلافات عالم اسلام پر منگولوں کے قبضے کا بھی باعث بنے۔

اس پورے دور میں عالم اسلام میں صوفیائے کرام کا طبقہ ایسا تھا جو فرقہ ورانہ مناقشات اور سیاسی جھگڑوں سے دور رہ کر خالص اسلامی تعلیمات عبادت اور ریاضات کو فروغ دینے میں مصروف عمل رہے۔ ان میں سے اہم ترین شخصیت نویں صدی ہجری کے نامور صوفی بزرگ میر سید محمد نور بخشؒ ہیں جو ایک ولی مرشد ہونے کے ساتھ ساتھ مجتہد شرع اور فقیہ تھے۔ آپ نے امت مسلمہ سے فروعی اور اصولی اختلاف کو رفع کرنے کے لئے الفقہ الاحوط جیسی عظیم فقہی کتاب اور رسالہ اصول اعتقادیہ تصنیف کیں آپ کی تصانیف کی تعداد تیس سے متجاوز ہے جو تفسیر سیرت، اخلاقیات، علم کلام، تصوف و عرفان اور فقہ جیسے موضوعات پر محیط ہے۔

فقہ نور بخشی (الفقہ الاحوط) چونکہ دیگر فقہی مکاتب کے بعد معرض وجود میں آیا ہے اور اس کا مطمع نظر امت اسلامیہ میں موجود فروعی اختلافات کو رفع کرنا اور شریعت محمدیہ کو کما کانت فی زمانہ احیاء کرنا ہے لہذا اس فقیہ کی منفرد خصوصیات پر تحقیق کرنا نہایت اہمیت کی حامل اور وقت کی ضرورت ہے۔

موضوع تحقیق پر سابقہ کام کا جائزہ(Literature Review)

مقالہ جات(Thesis)

شاہ سید محمد نور بخش پر کئی کتابیں اور مقالے لکھ چکے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱. فقہ نور بخشیہ کا فقہ حنفیہ سے تقابلی جائزہ کے عنوان پر اکرام الدین نے ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ سے 2018ء میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا ہے۔

۲. تاریخ و تعلیمات سلسلہ نور بخشیہ پر غلام مھدی نے کراچی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔ یہ مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں فرقہ نور بخشیہ کا تاریخی پس منظر بیان کیا گیا ہے دوسرے باب میں فرقہ نور بخشیہ کے عقائد و نظریات کو بیان کیا گیا ہے تیسرے باب میں الفقہ الاحوط پر روشنی ڈالی گئی ہے چوتھے باب کا عنوان فرقہ ہائے نور بخشیہ ہے اور پانچواں باب میں فرقہ نور بخشیہ کے عروج و زوال کا حال بیان کیا گیا ہے۔

۳. سید محمد نور بخش کے احوال و افکار پر ابو علی تراب نے نمل یونیورسٹی اسلام آباد سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔

۴. شیخ زائد اسلامک سنٹر پشاور یونیورسٹی سے سیشن 2004-2003 میں نافع گل نے فرقہ اسماعیلیہ اور فرقہ نور بخشیہ کا تقابلی جائزہ: عقائد و نظریات، عبادات و معاملات اور رسم و رواج کے پر ایم۔ فل کا مقالہ لکھا ہے۔

۵. محمد اسحاق لیکچرار ڈگری کالج سکردو نے 'آیات الاحکام (احوال شخصیہ) کا تحقیقی مطالعہ الفقہ الاحوط کی روشنی

میں' کے عنوان پر 2015ء میں ایم فل کیا ہے۔

٦. اویس احمد نے فرقہ نوربخشیہ اور الفقہ الاحوط ایک علمی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ عنوان پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے 2000ء میں ایم۔فل کیا ہے۔یہ مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں تعارف شخصیات سلسلہ نوربخشیہ مذکور ہے باب دوم عقائد اصول دین پر مشتمل ہے تیسرے باب میں الفقہ الاحوط کو بیان کیا گیا ہے چوتھا باب تصوف سے منسلک ہے اور پانچواں باب میں آثار نوربخشیہ پر مشتمل ہے۔

۷. Nurbakhshi Movement A Historical Study کے عنوان پر محسن عباس نے 2015 میں قائدِ اعظم یونیورسٹی سے انگلش میں ایم فل کا مقالہ لکھا ہے۔

کتب

١. الفقہ الاحوط از حضرت میر سید محمد نوربخش قہستانی، ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ (اردو ترجمہ ١٩٧٣) یہ کتاب ۵٣ ابواب پر مشتمل ہے جو فروعی احکام عملیات اور معاملات پر مبنی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں: طہارت، نماز روزہ، زکوٰۃ، صوم، اعتکاف، حج، جہاد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، نکاح، طلاق. ظہار، ایلاء، لعان، عتا ق، تدبیر، مکاتبہ، ایمان والنذور والعھود، حدود، حد قذف، حد سرقہ، شرب الخمر، مرتد، قصاص ، تجارت ، قرض، الحجر، ضمانت کفالت اور حوالہ صلح، ودیعت، عاریت، لقیط، ضالہ، لقطہ، جعالہ، غصب، رد مظالم مفقود شرکت، قرض، مزارعہ، مساقات، اجارہ، شفعہ، بنجروں کی آبادکاری، وکالت، وقوف اور صدقہ ، سبقت بازی اور تیر اندزی کا بیان، میراث اور حجب میراث۔

٢. کتاب اعتقادیہ از حضرت میر سید محمد نوربخش قہستانی، ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ (چوتھا ایڈیشن 2018)اصول دین پر مشتمل کتاب الاعتقادیہ صوفیہ نوربخشیہ کے کلمہ بناء ایمان یعنی امنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ الیوم الاخر کی مختصر تشریح ہے۔اس رسالے کے مباحث میں اللہ تعالیٰ پر اعتقاد کا مسئلہ، ذات وصفات پر اعتقاد کا مسئلہ، تقدیر پر اعتقاد کا مسئلہ، نسبت خیر و شر پر اعتقاد کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کے قادر خود مختار اور موجب بالذات ہونے کا مسئلہ، رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ، فرشتوں پر اعتقاد کا مسئلہ، انبیاء پر اعتقاد کا مسئلہ ختم نبوت پر اعتقاد کا مسئلہ، معراج النبی پر اعتقاد کا مسئلہ، اولیاء کرام پر اعتقاد کا مسئلہ، قیامت پر اعتقاد کا مسئلہ، منکر و نکیر کے سوال، پل صراط کا مسئلہ، میزان، حساب، جنت و دوزخ پر اعتقاد کا مسئلہ، بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے پر اعتقاد کا مسئلہ اور جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب پر اعتقاد کا مسئلہ شامل ہیں۔

٣. دعوات صوفیہ امیر کبیر سید علی ہمدانی ندوہء اسلامیہ اسلام آباد طبع ہشتم 2009,اس کتاب میں طہارت

اور فرض نمازوں کے احکامات کے علاوہ، سنن راتبہ کے طریقوں اور رکعات کی تعداد نفلی نمازوں کے احکامات، روزانہ پڑھی جانے والے وظائف دعائیں اوراد خمسہ اوراد فتحیہ اوراد عصریہ دعائے صبحیہ ہفتوں کے وظائف کے علاوہ نکاح عقیقہ کے مسائل اور احکام میت کے علاوہ دیگر عملی و فروعی احکامات کو بیان کیا گیا ہے۔

٤. میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخش پر ڈاکٹر محمد نعیم غازی نے کتاب لکھی ہے یہ کتاب 10 ابواب پر مشتمل ہے۔ وہ یہ ہیں نوربخش کے حالات زندگی، نوربخش کے خلفاء و مریدن، نوربخش کا علمی و روحانی مقام، نوربخش کا شجرہ طریقت، تحریک نوربخشیہ نوربخش کے بعد نوربخشیہ کشمیر اور بلتستان میں، نوربخش کی تصانیف، نوربخش کا طریق سلوک، نوربخش کا اعتقادی و فقہی دبستان اور نوربخش اور اتحاد بین المسلمین

۵. ڈاکٹر ذاکر حسین ذاکر پروفیسر بلتستان یونیورسٹی نے افکار نوربخش پر 2018 میں کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کی ذیلی عنوان میں میر سید محمد نوربخش تاریخی پس منظر میں، نوربخش کے سائنسی افکار (نظریہ اضافت، نور اور رفتار نور، انسان شناسی، جیومیٹری، زمان و مکان) اور انوار متنوعہ الغیبیہ شامل ہیں۔

جواز تحقیق(Rational of the Study)

تیرہویں اور چودھویں صدی عیسوی میں عالم اسلام پر صلیبیوں اور منگولوں کے حملے کی تمام تر ذمہ داریوں کی وجہ ظالم حملہ آوروں کی طاقت زیادہ اور مسلم امہ کا اندرونی خلفشار تھی۔ جب منگولوں نے حملہ کیا تو اس وقت دنیائے اسلام کے فقہی مسالک اندرونی درجے کی فرقہ ورانہ منافرت اور فروعی اختلافات کے شکار تھے۔

ایسے میں اسلامی تعلیمات، عبادت اور ریاضت کے روش کو صوفیاء کرام نے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ کیونکہ صوفیاء کرام کسی قسم کی فتویٰ بازی اور فرقہ ورانہ مناظرے میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ لہذا یہ طبقہ کسی حد تک فرقہ واریت کی آفتوں سے بچا رہا۔ ایسے میں میر سید محمد نوربخشؒ نے عالم اسلام کو اس مایوس کن ماحول اور فرقہ ورانہ منافرتوں سے نجات دلانے کے ساتھ ساتھ اس تباہ شدہ علمی سرمائے کی بنیادی اثاثوں کی کسی حد تک بحالی کا بیڑہ اٹھایا اور مسلمانوں کے درمیان فروعی اختلاف کو کم کرنے کے لئے الفقہ الاحوط تصنیف کیں۔

نوربخشی فقہ کی اولین ترجیح فقہی مسائل اور عبادات میں متوسط اور اعتدال کی راہ اپنا کر مسالک کے مابین فاصلے کو کم کرکے ان کو قریب لانے میں مدد مل سکتا ہے۔ لہذا اس موضوع پر کام کرکے فروعی اور عبادات سے متعلق مسائل میں موجود افراط و تفریط کو ختم کرکے اتحاد بین المسلمین کے جذبے کو فروغ دے سکتے ہیں اور نوربخشی مسلک میں موجود عبادات سے متعلق تفردات کی وضاحت کرسکتے ہیں۔

ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر مسلک نوربخشیہ پر کافی کام ہوا ہے لیکن نوربخشی عبادات سے متعلق تفردات پر کوئی جامع کام نہیں ہوا ہے۔ مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر میں نے تحقیق کے لئے اس موضوع کا انتخاب کیا ہے۔

مقاصد تحقیق (Objective of the Study)

1- نوربخشی فقہ ''الفقہ الاحوط'' کی اہمیت واضح کرنا۔

2- نوربخشی فقہ میں دیگر فقہ کے مقابلہ میں تفردات کی بنیادی وجہ جاننا۔

3۔ نوربخشی مکتبہ فکر میں عبادات سے متعلق تفردات کا مطالعہ کرنا۔

سوالات تحقیق (Research Questions)

1- فقہ الاحوط کا انفرادی مقام اور اہمیت کیا ہے؟

2- نوربخشی فقہ میں دیگر فقہ کے مقابلہ میں تفردات پائے جانے کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

3- نوربخشی مکتبہ فکر میں عبادات میں کہاں کہاں تفردات پایا جاتا ہے؟

منہج تحقیق (Research Mehtodology)

مقالہ تحقیق کے لئے درج ذیل اسلوب اور طریقہ کار کو اختیار کیا گیا۔

1۔ مقالہ ہذا میں تجزیاتی طریقہ تحقیق کو اپنایا گیا ہے۔

2۔ لائبریریاں ریسرچ سنٹرز (متعلقہ کُتب جدید تحقیقی رسائل وجرائد) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

3- جدید برقی ذرائع تحقیق مثلاً مصدقہ ویب سائٹس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

4- موضوع کے حوالہ سے اصل مصادر سے حتی الامکان استفادہ کیا گیا ہے۔

ابواب وفصول کی تقسیم وترتیب (Chapterization of Research Theme)

اس تحقیقی مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

باب اول: الفقہ الاحوط، الہدایہ اور اس کے مؤلفین کا تعارف

فصل اول: شاہ سید محمد نوربخش اور ان کے علمی کارنامے

فصل دوم: الفقہ الاحوط کا تعارف اور اس کی خصوصیات

فصل سوم: الہدایہ اور مؤلف کا تعارف

باب دوم: نماز کے احکام اور اوراد ووظائف میں تفردات

فصل اول: نماز کے اوقات اور شرائط وارکان میں تفردات
فصل دوم: نماز کے دیگر احکام میں تفردات
فصل سوم: اوراد و وظائف میں تفردات
باب سوم: روزے اور اعتکاف کے احکام میں تفردات
فصل اول: روزے کے احکام میں تفردات
فصل دوم: اعتکاف کے احکام میں تفردات
باب چہارم: زکوٰۃ اور حج کے احکام میں تفردات
فصل اول: زکوٰۃ کے احکام میں تفردات
فصل دوم: حج کے احکام میں تفردات
فہرست مصادر ومراجع

1- قرآن پاک
2- کتب احادیث
3- الفقہ الاحوط از شاہ سید محمد نوربخشؒ
4- فقہ حنفی قرآن وحدیث کی روشنی میں ترجمہ و تحقیق از مولانا خالد محمود
5- احسن الہدایہ از ابوالحسن علی ابن ابی بکر
6۔ افکار نوربخش از ڈاکٹر ذاکر حسین ذاکر
7۔ میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخش از ڈاکٹر محمد نعیم غازی
8۔ تذکرہ صوفیاء از سید اکبر علی
10۔ دعوات صوفیہ امیر کبیر سید علی ہمدانی
11۔ بدایۃ المجتہد ونہایت المقتصد از علامہ ابن رشد قرطبی
12۔ تحفتہ الاحباب از محمد علی کشمیری
13۔ تاریخ فقہ میں ہدایہ اور صاحب ہدایہ کا مقام از ڈاکٹر محمد طاہر القادری
14۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول تالیف: عبدالرحمٰن الجزیری، ترجمہ: منظور احسن عباسی
15۔ توضیح المسائل از امام خمینی

باب اول

الفقہ الاحوط، الہدایہ اوراس کے مؤلفین کا تعارف

فصل اول: شاہ سید محمد نور بخش کا تعارف اوران کے علمی کا نامے

فصل دوم: الفقہ الاحوط کا تعارف اوراس کی خصوصیات

فصل سوم: الہدایہ اور مؤلف کا تعارف

فصل اول

شاہ سید محمد نور بخش کا تعارف

شاہ سید محمد نور بخش قہستانیؒ (1392-1464) اسلامی تصوف کے سلسلے سلسلہ ذھب کے اٹھائیسویں قطب ہیں۔ سلسلہ ذھب کے معنی سونے کی زنجیر کے ہیں۔ یہ سلسلہ شاہ سید محمد نور بخشؒ کی حیات مبارک کے بعد سلسلہ عالیہ نور بخشیہ کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔[1] تاریخی اعتبار سے ہم اس سلسلے کی درجہ بندی یوں کر سکتے ہیں کہ

۱۔ سلسلہ ذھب: خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ سے لے کر امام ہشتم حضرت امام علی رضاؑ تک اس سلسلے کو سلسلہ ذھب ہی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۲۔ صوفیہ معروفیہ: نویں قطب حضرت شیخ معروف کرخیؒ سے ان کے خلیفہ حضرت شیخ سخی سریؒ تک اس سلسلے کو معروفیہ کا نام دیا جاتا ہے۔

۳۔ صوفیہ جنیدیہ: شیخ جنید بغدادیؒ اس سلسلے کے وہ نمایاں بزرگ ہیں جن کے نام کی نسبت سے سترھویں قطب حضرت شیخ احمد غزالیؒ (برادر امام محمد غزالیؒ) تک یہ سلسلہ جنیدیہ کے نام سے موسوم رہا ہے۔

۴۔ صوفیہ سہروردیہ: اٹھارویں قطب حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کی عظیم عرفانی شخصیت کے اثر کے نتیجے میں شیخ احمد بدیسیؒ تک یہ سلسلہ سہروردیہ کہلایا۔

۵۔ صوفیہ کبرویہ: بیسویں قطب حضرت نجم الدین کبریٰؒ کے اسلامی تصوف پر مرتب ہونے والے دیرپا اثرات کے باعث شیخ محمود مزدقانیؒ تک یہ سلسلہ کبرویہ کہلایا گیا۔

۶۔ صوفیہ ہمدانیہ: چھبیسویں قطب حضرت شاہ ہمدان میر سید ہمدانیؒ جنہوں نے کشمیر اور بلتستان کو حلقہ بگوش اسلام فرمایا۔ ان کی مبارک نسبت سے "سلسلہ ذھب" کو 'سلسلہ ہمدانیہ' کے نام سے موسوم کیا گیا۔

۷۔ صوفیہ نور بخشیہ: یہاں تک کہ اس سلسلے کے اٹھائیسویں قطب انقلاب آفریں شخصیت جناب میر سید محمد نور بخشؒ کی مبارک نسبت سے یہ سلسلہ 'نور بخشیہ' کہلایا جانے لگا۔ جو آج بھی اسی نام سے بلتستان اور دنیا کے دیگر حصوں میں رائج ہے۔

۱۔ قاضی نور اللہ شوستری، مجالس المومنین، ناشر: نولکشور کانپور، ۱۶۰۱ء، ص ۳۰۶

۲۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشہ ناشر: شاہ ہمدان پبلیکیشنز، ۱۳، ۱۲

۳۔ محمد معصوم شیرازی، طرائق الحقایق، از انتشارات کتاب خانہ سنائی، جلد اول، ص ۲۴

سلسلہ ذہب

حضرت شاہ سید محمد نور بخش

حضرت خواجہ اسحاق ختلانی

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی

حضرت شیخ محمود مزدقانی

حضرت شیخ علاوالدولہ سمنانی

حضرت شیخ عبدرحمٰن اسفرائنی

حضرت شیخ احمد ذاکر جرجانی

حضرت شیخ علی لالا غزنوی

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ

حضرت شیخ عمار یاسر بدلیسی

حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی

حضرت شیخ احمد غزالی

حضرت شیخ ابو بکر نساج

حضرت شیخ ابواقاسم گرگانی

حضرت شیخ ابو عثمان مغربی

حضرت شیخ ابو علی کاتب

حضرت شیخ ابوذر رودباری

حضرت شیخ جنید بغدادی

حضرت شیخ سری سقطی

حضرت شیخ معروف کرخی

حضرت امام علی رضاؑ

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

حضرت امام جعفر صادقؑ

حضرت امام باقرؑ

حضرت امام زین العابدینؑ

حضرت امام حسین شہید کربلاؑ

حضرت امام حسن مجتبیٰؑ

حضرت امام الاولیاء علی مرتضیٰؑ

حضرت خاتم الانبیاء خیر الوریٰ محمد مصطفیٰ ﷺ [1]

حضرت امام رضا سے سلسۂ طریقت کو شیخ معروف کرخی کی طرف پھیر دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام علی رضا کی وفات کے وقت آپ کے فرزند امام محمد تقی آٹھ سال کا تھا اور وہ شریعت و طریقت کے احکام کے مکلف نہ تھے۔ اس لیے خرقہ خلافت آپ کی بجائے شیخ معروف کرخی کو عطا ہوا۔ [2]

نام و نسب و تاریخ ولادت و وفات

آپ کا نام محمد تھا۔ آپ کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔ آپ کے دادا عرب کے علاقہ بحرین کے مشہور صوبے قطیف کے رہنے والے تھے اور امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے قطیف کو خیر آباد کہہ کر لحصا میں سکونت اختیار کی۔ ۳۰۲ھ (بمطابق ۸۱۸ء) میں حضرت امام علی رضاؑ کے روضہ مبارک کے زیارت کی غرض سے خراسان کے شہر مشہد آئے اور زیارت کے بعد قائن میں سکونت اختیار کی۔

سید محمد ۱۵ شعبان المعظم ۷۹۵ھ میں صوبہ قہستان کے شہر قائن کے سائوجان نامی گاؤں میں پیدا ہوئے جو آگے چل کر "نور بخش کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ بے حد ذہین و فطین تھے لہذا سترہ سال کی عمر میں اس وقت کے مروجہ علوم و فنون میں مہارت حاصل کر لیا پھر ۸۱۹ھ میں روحانی تربیت کے لیے اس وقت کے قطب حضرت خواجہ اسحٰق ختلانیؒ (مرید داماد اور خلیفہ میر سید علی ہمدانی) کے مرید ہو گئے۔ آپ کے پیر و مرشد آپ کی بے پناہ علمی صلاحیتوں اور بے مثال خداداد صلاحیت سے بے حد متاثر ہوئے اور شمس الدین محمد لاہیجی کے قول کے مطابق آپ کو ایک غیبی اشارے کے تحت نور بخش کا لقب دیا۔

آمدہ از غیب نامش نور بخش — بود چوں خورشید بامش نور بخش

۱۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ، ۱۷۰۱۷۱

۲۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشیہ، ص، ۲۷

تعلیم وتربیت اور راہ طریقت

میرؒ سید محمد نور بخش نے سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور مختصر مدت میں ہی تمام علوم دینیہ اور مروجہ میں تبحر پیدا کیا۔ علوم شریعت اور علوم ظاہری اس وقت کے صوفی بزرگ حضرت شیخ احمد ابن فہد حلی سے حاصل کیے تقریباً سترہ برس کی عمر میں آپ علوم روحانی کی تحصیل میں مصروف ہو گئے اس طرح آپ حصول علم کے سلسلے میں ہرات تشریف لائے جہاں آپ سلسلہ کبرویہ سے منسلک ہو گئے اس سلسلے کی طرف آپ کو ابراہیم ختلانیؒ نے ترغیب دلائی جو خواجہ اسحاق ختلانی کے خلیفہ تھے' جنہوں نے آپ کی خداداد قابلیت اور استعداد سے متاثر ہو کر آپ کو ختلان کی خانقاہ کبرویہ میں تشریف لانے کی دعوت دی۔ سید محمد نور بخش نے اس دعوت کو قبول کیا اور ختلان پہنچ کر خواجہ اسحاق ختلانی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ حضرت میرؒ اپنی فطری صلاحیت کے بل بوتے پر طریقت کی منازل تیزی سے طے کر لیں اور بہت جلد عرفان کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے۔ خواجہ کے حلقہ ارادت میں شمولیت کا واقعہ غالباً ذی القعدہ ۸۱۹ھ کا ہے جب آپ کی عمر چوبیس سال تھی۔[1]

ابتلاء و مصائب کا دور

مسلک ہمدانیہ کے مرشد مقرر ہونے کے بعد آپ نے زور و شور سے تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا جسے مرزا شاہ رخ کے گورنر بایزید نے سلطنت تیموری کے خلاف بغاوت سمجھا چنانچہ تیموری لشکر نے رات کے اندھیرے میں ان نہتے لوگوں پر دھاوا بول دیا نہتے صوفیوں اور مسلح تیموروں میں تصادم کے نتیجے میں اسی صوفی شہید ہو گئے۔ جن میں خواجہ اسحاق کے دو بیٹے شہید ہو گئے۔ اور خواجہ اسحٰق اور سید محمد نور بخش سمیت بہت سے صوفی گرفتار ہوئے بعد ازاں خواجہ اسحاق ختلانیؒ اور ان کے بھائی کو شہید کر دیا اور سید محمد نور بخشؒ کو اٹھارہ دن تک چاہ سیاہ میں قید رکھنے کے بعد اسی شہر میں اسیر رکھا گیا۔ اس اسیری سے تقریباً بیس پچیس برس تک میر قید میں رہے یا انہیں مشروط طور پر آزادی ملی اور اس سارے عرصے میں آپ شاہ رخ کے ہاتھوں گرفتار رہے۔ اس طرح شاہ سید محمد نور بخش پر ابتلاء و مصائب کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے جو ایران کے مختلف صوبوں میں سفر کا ہے جو ۸۲۷ھ ۸۴۶ھ تک کے عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔

فارغ البالی کا دور

۸۵۰ھ میں شاہ رخ مر گیا اور میر رحمتہ علیہ کو ایک طویل مدت کے بعد فارغ البالی کرنے کا موقع ملا۔ آخری عمر میں شاہ رخ نہ صرف تخت کے دعوے داروں کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا بلکہ ایک موذی مرض میں بھی مبتلا

---

[1] ۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشیہ، ۱۶

تھا۔ اس کی مرنے کے بعد آل تیمور داخلی کشمکش کا شکار ہوئی اور میرؒ سے متعرض ہونے کی کسی کو فرصت نہ رہی۔ اور آپ نے کچھ سال گیلان میں رہنے کے بعد علاقہ رے (تہران) میں آکر مقیم ہوگئے۔ یہاں آپ نے ایک گاؤں بسایا جسے سولقان (تہران کا شمالی نالہ) کہتے ہیں باغ لگایا اور اپنا سلسلہ دعوت وارشاد جاری رکھا۔

میرؒ نے اپنی وفات سے قبل انیس برس کا عرصہ رے (تہران موجودہ دارالخلافہ ایران) کے نزدیک سولقان میں گزارا اور یہاں مریدین کی ہدایت اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ ۸۵۹ھ میں آپکے فرزند ارجمند شاہ قاسم فیض بخش مریدین کی تربیت فرمانے لگے تھے۔

وفات

آپ نے ۱۵ ربیع الاول ۸۶۹ھ کو بروز جمعرات کو بوقت چاشت (بمطابق ۱۵ نومبر ۱۴۶۴ء) کو ۷۳ برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور اپنے باغ میں دفن ہوئے۔ محمد حسن مشکور تہرانی ایرانی نور بخشی پیر نے ۱۹۸۳۔۱۹۸۴ کے درمیان آستانہ عالیہ کی تعمیر نو کی اور اس وقت یہ عالی شان آستانہ عوام الناس کا زیارت گاہ ہے۔[1]

شاہ سید محمد نور بخش کے علمی کارنامے

ذیل میں سید محمد نور بخشؒ کے کچھ تصنیفات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ الفقہ الاحوط

الفقہ الاحوط کا تعارف بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ رسالہ اعتقادیہ

اصول دین پر مشتمل کتاب الاعتقادیہ صوفیہ نور بخشیہ کے کلمہ بناء ایمان یعنی امنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ الیوم الاخر کی مختصر تشریح ہے۔ اس رسالے کے مباحث میں اللہ تعالیٰ پر اعتقاد کا مسئلہ، ذات وصفات پر اعتقاد کا مسئلہ، تقدیر پر اعتقاد کا مسئلہ، نسبت خیر و شر پر اعتقاد کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کے قادر خود مختار اور موجب بالذات ہونے کا مسئلہ، رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ، فرشتوں پر اعتقاد کا مسئلہ، انبیا پر اعتقاد کا مسئلہ ختم نبوت پر اعتقاد کا مسئلہ، معراج النبی پر اعتقاد کا مسئلہ، اولیاء کرام پر اعتقاد کا مسئلہ، قیامت پر اعتقاد کا مسئلہ، منکر و نکیر کے سوال، پل صراط کا مسئلہ، میزان، حساب، جنت و دوزخ پر اعتقاد کا مسئلہ، بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے پر اعتقاد کا مسئلہ اور جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب پر اعتقاد کا مسئلہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

---

[1]۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشیہ، ۲۷

۳۔ سلسلۃ الذھب (عربی و فارسی)

میر سید محمد نور بخش کی تیسری اہم ترین کتاب سلسلہ ذھب ہے۔ یہ کتاب سلسلہ ذھب صوفیہ کے مشائخ کے احوال و اقوال کے بارے میں ہے۔

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ عربی میں ہے جس میں سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ سے لے کر حضرت امام علی رضا تک سلسلہ ذھب کے پیران طریقت و مرشدان حقیقت کے حالات بیان کئے ہیں۔ حضرت امام رضا سے سلسئہ طریقت کو شیخ معروف کرخی کی طرف پھیر دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام علی رضا کی وفات کے وقت آپ کے فرزند امام محمد تقی آٹھ سال کا تھا اور وہ شریعت و طریقت کے احکام کے مکلف نہ تھے۔ اس لیے خرقہ خلافت آپ کی بجائے شیخ معروف کرخی کو عطا ہوا۔[1]

۴۔ انسان نامہ (فارسی)

یہ رسالہ علم و فراست کے موضوع پر ہے۔ دو ابواب پر مشتمل اس مختصر رسالے میں انسانی صورت و سیرت کا بہترین بیان ہے۔ انسان کے اعضا و جوارح کی مخصوص شکل و صورت اس کے سیرت و کردار کے باطنی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے اور صاحب فراست کسی بھی انسان کو دیکھ کر رائے قام کر سکتا ہے کہ وہ کن کن خوبیوں و خامیوں کا مالک ہے۔

۵۔ رسالہ کشف الحقائق

یہ معارف طریقت پر مختصر مگر جامع رسالہ ہے۔ جس کے آخر میں شاہ سید محمد نور بخش نے اپنا شجرہ طریقت بھی دیا ہے۔

۶۔ رسالہ معاش سالکین (فارسی)

یہ مختصر رسالہ سالکین کے طریق و معاش اور ان کے اکل و شرب کی حلت و حرمت سے متعلق ہے۔ اہل فقر و سلوک جو اپنی تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول رکھے اور حرم شرعی سے محفوظ رہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کے حلق و دہن کو لقمہ حرام سے محفوظ رکھتا ہے۔[2]

۷۔ رسالہ مکارم الاخلاق (فارسی)

یہ اخلاقیات کے موضوع پر ایک مختصر سار سالہ ہے۔ اخلاق ذمیمہ روحانی بیماری ہے مصنف نے اس روحانی بیماری کا حکیمانہ اور عارفانہ علاج تجویز کیا ہے۔

---

[1] ۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشیہ، ۲۵۹

[2] ۔ ایضا، ص، ۲۶۰

۸۔ سلسلہ اولیاء (عربی)

یہ منثور عربی رسالہ ہے۔ جس میں ان تمام اولیاء کرام کا مختصر ذکر ہے جو اس رسالے کی تصنیف کے وقت فوت ہو چکے تھے۔[1]

۹۔ رسالہ نوریہ (فارسی)

یہ اہم کتاب اخلاق حمیدہ رویائے صادقہ اور کشف عیان سے متعلق ہے۔ یہ رسالہ سب سے پہلے سبع الثانی کے حاشیے پر ایران سے شائع ہوا پھر ۳۵ھ میں احوال و آثار نور بخش کے ساتھ دوسری بار ایران سے شائع ہوا۔[2]

۱۰۔ رسالہ معراجیہ (فارسی)

اس رسالے میں معراج النبی کی صوفیانہ تعبیر کا بیان ہے ضمنی طور پر اولیاء اللہ کی سیر معنوی کا ذکر ہے۔

۱۱۔ رسالہ اقسام دل (فارسی)

یہ تین صفحات پر مشتمل مختصر رسالہ ہے جس میں قلب اور اس کے حصوں کی نقشہ بنا کر وضاحت کی گئی ہے۔ اس کا واحد قلمی نسخہ کتابخانہ مرعشیہ قم میں محفوظ ہے۔

۱۲۔ رسالہ در بیان آیہ از کلام اللہ (فارسی)

یہ قران حکیم کے سورۃ الکھف کی ایات ۱۱۰ فمن کان یرجو لقاء ربه کی عارفانہ تشریح و توضیح پر مشتمل ایک مختصر تفسیر ہے جو ایک ورق پر مشتمل ہے۔

۱۳۔ رسالہ تلویح حدیث (فارسی)

یہ ایک صفحہ پر مشتمل ایک حدیث رسول کی عارفانہ تشریح ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ سے سوال کیا گیا کہ خلق تخلیق سے قبل اللہ کہاں تھا اس کے جواب میں رسول اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تشریح کئی لوگوں نے کی ہے جن میں سے ایک سید محمد نور بخش بھی ہے۔

---

[1] ۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشیہ ص، ۲۶۲

[2] ۔ ایضاً، ص، ۲۶۳

۱۴۔ رسالہ ارشاد نامہ (فارسی)

اس میں نور بخش کا وہ خط ارشاد ہے جسے سفر حجاز کے موقع پر نور بخش نے فیض بخش کے نام لکھا تا کہ وہ عرب ممالک اور دیگر ملکوں سے مکہ آنے والوں سے توبہ وارشاد کر سکیں۔ اس میں نور بخش نے شاہ قاسم فیض بخش کے روحانی فضل وکمال کی تعریف کی ہے اور اہل علم کو ان سے استفادہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔[۱]

۱۵۔ رسالہ تلویحات (فارسی)

یہ چار ابواب پر مشتمل ایک کتاب ہے۔

۱۔ معرفت نبوت ولایت

۲۔ در علامات خاتم الولایت

۳۔ در دلائل اہل نجوم وحکمت

۴۔ دفع شبہات ارباب شک وجہالت

۱۶۔ رسالہ فوائد (فارسی)

یہ رسالہ تلویحات سے ملتا جلتا ہے۔ اور اس کا واحد نسخہ تلویحات کے ساتھ کتاب خانہ شوریٰ ملی تہران میں موجود ہے۔[۲]

۱۷۔ رسالہ وجود مطلق (فارسی)

یہ مختصر سا رسالہ وجودیہ کردستان کے ایک عالم مولانا حسن کے نام لکھا ہے۔ اس رسالے میں نور بخش نے نظریہ ارتقاء پر بحث کی ہے جمادات نباتات حیوانات اور انسان کے ارتقائی منازل کے ذکر کے بعد وہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ذات واجب الوجود کے ساتھ اتحاد حلول ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ جنس سفلی اور جنس علوی کا آپس میں اتحاد نہیں ہو سکتا تو خالق ومخلوق کے درمیان اتحاد کیونکر ممکن ہے۔ نیز آپ رسول اللہ اور ابوجہل کے درمیان امتیاز کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگرچہ عربیت انسانیت قریشیت۔ اور جسمیت میں ایک ہونے کے باوجود ابوجہل کے قتل ہو جانے سے رسول پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ رسالے کے آخر میں آپ نے اپنا طریقہ حضرت امام حسن و حسینؑ سے منسلک اور معاویہ ویزید سے جدا بتاتے ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشیہ، ص،۲۷۶

۲۔ ایضاً،۲۷۷

۱۸۔ رسالہ نفس ناطقہ (فارسی)

یہ مختصر سا رسالہ ہے جس میں کسی حکیم کے نام لکھا ہوا ایک خط بھی ہے۔ جس میں روح اور جسم کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے قلمی نسخے کتاب خانہ ملک تہران اور تہران یونیورسٹی میں موجود ہیں۔[۱]

۱۹۔ صحیفۃ اولیاء (فارسی)

میر محمد نوربخش نے اس کتاب میں اپنے زمانے کے زندہ اولیاء و عرفاء کی تعریف و توصیف اور روحانی قدر منزلت کو بیان فرمایا ہے۔

۲۰۔ واردات نوربخش (فارسی)

یہ مختصر رسالہ ۶۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں نوربخش نے اپنی قلبی واردات کو نظم کے پیرائے میں ے بیان کیا ہے۔

۲۱۔ عبرت نامہ (فارسی)

یہ چالیس اشعار پر مشتمل رسالہ ہے جس میں اس عالم ناپائیدار کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنی عاقبت خراب کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے اور بہت سے مشاہیر عالم کے عبرتناک انجام کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲۲۔ دیوان یا غزلیات نوربخش (فارسی)

دیوان نوربخش غزلیات، رباعی، فردیات اور نظموں پر مشتمل ہے۔ نوربخش کے غزلیں اعلیٰ عرفانی مضامین سے پر ہیں۔

نوربخش کا تصور علم

میر سید محمد نوربخشؒ کے تصور علم کے مطابق علم کی دو بنیادی قسمیں علم ظاہر اور علم باطن ہیں۔

علم ظاہر

نوربخش کے نزدیک سب سے ادنیٰ علم طبعی دنیا کے علوم (بشمول فلسفہ و سائنس) اور دین و مذہب کے ظاہری پہلوؤں سے متعلق علوم ہیں۔ مکتوب در نصیحت مریدان میں وہ سائنسی علوم میں اپنی مہارت کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ اگر افلاطون ان کے دور میں زندہ ہوتا تو فلسفہ اور ریاضی کا علم ان سے ہی حاصل کرتا اور یہ کہ کیمیا اور دوسرے علوم میں ابن سینا سے وہ زیادہ تبحر ہو چکے ہیں۔[۲] نوربخش ظاہری علوم کی تقریباً ۷۰ شاخوں کا ذکر کرتے ہیں اور ان میں اپنی مہارت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے فقہاء کو بھی چنداں قابل ذکر نہیں سمجھا بلکہ صوفیاء میں مقبول ایک

---

[۱]۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشیہ، ص ۲۷۸

[۲]۔ مکتوب نوربخش مشمولہ جامع مرسلات اولالباب بحوالہ مولوی محمد شفیع جلد دوم، ص ۱۵

حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فقہادین کا صرف ایک تہائی حصہ سمجھ سکتے ہیں۔ ان کا مرکز توجہ علم شریعت ہے۔ جس کی گہرائیوں تک رسائی کے لئے طریقت اور حقیقت کے علوم پر عبور ضروری ہے۔ میر نور بخش نے علم فقہ پر بھی عبور رکھنے کا دعویٰ کیا ہے اور اس کا بین ثبوت ان کی شہرہ آفاق فقہی تصنیف الفقہ الاحوط ہے جس میں شریعت محمدیہ کو ہو بہو اسی شکل میں پیش کرنے کا دعویٰ کیا ہے جیسی یہ شریعت شارع کے زمانے میں رائج تھی۔

نور بخش فرماتے ہیں رسول امی حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ اس حقیقت کی روشن مثال ہے کہ حقیقی علم من جانب اللہ ہوتا ہے پڑھنے لکھنے اور کتابیں ازبر کرنے سے حاصل نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ نور بخش خود علوم تفسیر وحدیث وفقہ کے اتنے بڑے عالم ہوتے ہوئے راہ امیاں کو پسند فرماتے ہیں جو سرور کائنات کا راستہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

راہ نزدیک است راہ امیان　　　نحو و منطق رامیاور در میان[1]

علم باطن براہ ظاہر

نور بخش کے نزدیک کامل صوفیاء عام زندگی کے مشاہدات اور معاملات سے بھی باطنی حقائق کا ادراک کر سکتے ہیں۔ اور اس کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ علم تصوف سے متعلقہ علوم کا حصول ۲۔ عالم مثال میں اچانک آنے والے مشاہدات

اس باب میں علم نجوم اور علم فراست کی اہمیت پر بھی زور دیتے ہیں۔

علم نجوم کے ضمن میں اس کا خیال ہے کہ اجسام اراضی کی حیات اور شور کا مآخذ کائنات کے بالائی نظام ہیں اور ان کی خصوصیات ستاروں اور سیاروں کی گردش اور مقامات سے متعین ہوتی ہے۔ علوم نجوم کا ماہر اپنے علم کی بناء پر کسی شخص کے بارے میں حکم لگا سکتا ہے کہ اس کی عمر کتنی ہوگی اور اس کی بیماری اور موت کا کونسا وقت متعین ہے اس کے لئے وہ اس شخص کی پیدائش کے وقت مواقع نجوم کا زائچہ تیار کرتا ہے۔[2]

علم فراست کو نور بخشؒ اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے۔ نور بخشؒ کے نزدیک انسانی وجود کے ظاہر و باطن میں موجود تعلق کی بنیاد پر کسی شخص کے جسمانی اعضاء کو دیکھ کر اس کی روحانی کیفیت اور سیرت کے حسن و قبح کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔[3]

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، دیوان نور بخش، ص۱۷

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، کتاب الاعتقادیہ، ص۲۱

۳۔ شاہ سید محمد نور بخش، انسان نامہ قلمی، ص۸

نور بخشؒ کے مطابق جسمانی خد وخال مثلاً چہرے کی خوبصورتی، قد و قامت اور بالوں کا رنگ وغیرہ کے حسن و قبح کے بارے میں ارشادات نبوی سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ علم فراست ایک مستند اسلامی علم ہے۔ نہ صرف انسانوں بلکہ حیوانوں کے جسمانی خد وخال سے ان کے طبائع کا اندازہ لگانا ممکن ہے۔ اگرچہ مرتبے کے لحاظ سے علم فراست وحی مکاشفہ حکمت نجوم ہندسہ سے فروتر ہے لیکن اس کے نتائج کا واضح طور پر مشاہدہ ہوتا ہے۔

مشاہدہ باطن

نور بخشؒ کے نزدیک ذرائع علم میں سب سے اعلیٰ ترین ذریعہ راہ سلوک میں پیش آنے والے مشاہدات، مکاشفات اور معاینات ہیں یہ وہ علم لدنی ہے جو سالک کو یقین کامل عطا کرتا ہے۔ نور بخشؒ کے نزدیک حصول علم کے تین مدارج ہیں۔ ا۔ علم الیقین ۲۔ عین الیقین ۳۔ حق الیقین

علم الیقین یہ ہے کہ مشائخین طریقت سے کتب تصوف کا درس لیا جائے۔

عین الیقین یہ ہے کہ سالک خود غیب یا حالات صحو میں انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی ارواح مقدسہ سے حقائق سنتا ہے یا حقائق ان کے دل پر وارد ہوتے ہیں یا اسے الہام ہوتا ہے۔ یا خطاب غیبی پہنچتا ہے یا وہ ان تمام سے فیضیاب ہوتا ہے اسی طرح وہ تجلیات حق اور اس کی تحقیق کے موقعوں پر اسمائے صفات حق سے بعض حقائق کا پتا چلا لیتا ہے۔

حق الیقین یہ ہے کہ مقربان الٰہی عالم لاہوت غیب میں فنا فی اللہ سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام صفات عین ذات میں فنا ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس مقام پر نہ علم باقی رہتا ہے نہ عین اور جب سالک اس مقام پر فائز ہوتا ہے تو بقا باللہ کا مقام پاتا ہے اور گزشتہ حالات کے بارے میں ایک باطنی یقین کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس کا ذوق اس حال کے حامل لوگ ہی جانتے ہیں انہی معانی کو حق الیقین کہتے ہیں۔[۱]

نور بخشؒ مدارج علم کو ا۔ دانستن ۲۔ دیدن ۳۔ اور شدن سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

دانستن کے معنی جاننے کے ہیں اور یہ علم و دانش سے پیدا ہونے والا یقین ہے

دیدن کے معنی دیکھنے کے ہیں جب حقائق کو نیہ یقین مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے

اور شدن کا مطلب ہونا یا بن جانا ہے اور اس کا مطلب فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہونے کے نتیجے کے طور پر پیدا ہونے والا یقین ہے اور شدن کا مطلب دوسروں کو فیض پہنچانا بھی ہے۔[۲]

وہ شخص جس کو جملہ علوم سے حصہ وافر عطا کیا گیا ہو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ دیگر انسانوں کی بھی راہ حق پر رہنمائی کرے۔ اہل تصوف کے ہاں ایسا صاحب علم مرشد پیر یا شیخ کہلاتا ہے۔

ا۔ میر سید علی ہمدانی، کشف الحقائق، ص ۱۹، ۱۸

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، رسالہ نوریہ، ص ۱۷

فصل دوم

الفقہ الاحوط کا تعارف اور ان کی خصوصیات

الفقہ الاحوط میر سید محمد نور بخشؒ قہستانی متوفی ۸۶۹ ھ کی تصنیف ہے۔ فروع دین پر مبنی الفقہ الاحوط ۵۱ ابواب پر مشتمل ہے یہ ایک ضخیم فقہی کتاب ہے۔ اس میں دین اسلام کے فروعی مسائل کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ سلسلہ ذھب کے بزرگوں میں میر سید محمد نور بخش سے قبل الفقہ الاحوط جیسی ضخیم کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فقی نور بخشی کی بنیاد میر سید نور بخش نے رکھی۔

دراصل میر سید محمد نور بخش کے کتاب الفقہ الاحوط بزرگان سلسلہ ذھب کے مخصوص فقی دبستان کا تسلسل ہے۔ میر سید محمد نور بخش سے قبل بھی اس سلسلے کے بہت سے بزرگ اپنے اپنے وقت کے مشہور عالم دین اور فقیہ گزرے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی امام غزالی نجیب سہروردی اور نجم الدین کبریٰ کا شمار صوفی فقیہ میں ہوتا ہے۔ تاہم تحریری طور پر حضرت شیخ علاوالدین سمنانی کی کتاب "مالابد منہ" خالص فقہی کتاب ہے۔[1]

الفقہ الاحوط کی خصوصیات

سلسلہ صوفیہ نور بخشیہ بھی دیگر سلاسل تصوف کی طرح ایک سلسلہ تصوف ہے اور ان کی انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ اس سلسلے کے موئسس غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش نے ایک مستقل فقہی دبستان کی بنیاد رکھی اور دعویٰ کیا کہ انہوں نے اہل اسلام کے درمیان موجود اصولی اور فروعی اختلافات کو ختم کر کے شریعت محمدیہ کو ہو بہو اس طرح بیان کیا ہے جس طرح یہ شریعت حضرت محمد ﷺ کے مبارک زمانے میں رائج تھی اور اس دین میں پیدا ہونے والی جملہ بدعتوں کا خاتمہ کیا ہے چنانچہ نور بخش ایک عارف اور صوفی کے علاوہ ایک فقیہ اور مصلح کا کردار بھی ادا کیا ہے۔ چنانچہ آپ الفقہ الاحوط کے شروع میں فرماتے ہیں:

''وابین الشریعة المحمدیة کما کانت فی زمانه من غیر زیادة و نقصان''

''میں نے شریعت محمدیہ میں بغیر کسی کمی یا اضافے کے اس طرح بیان کیا ہے جس طرح یہ آپ کے مبارک زمانے میں رائج تھی۔''

[1] ۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشیہ، ص، ۲۳۳

سینہ بہ سینہ علوم کی منتقلی

سلسلہ ذھب کے تمام بزرگوں کے ہاں آیات قرآنی کی تفسیر احادیث شریف اور فقہی احکامات سینہ بہ سینہ ایک دوسرے کو منتقل ہوتے ہوئے آئے ہیں۔ چنانچہ شریعت محمدیہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے توسط سے جو پیغمبر کے جانشین تھے اور باب شہر علم تھے حضرت امام علی رضاتک بلاکم وکاست ایک علمی ورثے کی صورت میں منتقل ہوتی ہوئی آئی اور یہاں سے شیخ معروف کرخی کے توسط سے یداً بیداً جب میر سید محمد نوربخش تک پہنچی تو آپ نے ایک غیبی اشارے کے تحت صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیا۔[1]

مبنی راہ اعتدال

میر سید محمد نوربخش نے ایک ایسی فقہ تالیف فرمائی جو راہ اعتدال پر مبنی ہے۔ اس لئے الفقہ الاحوط میں مسالک اسلام کے مشہور متنازع مسائل مثلاً وضو میں پاؤں کو دھونے اور مسح کرنے کو، مسئلہ قیام میں ہاتھوں کے آداب، سلام پھرنے کا طریقہ غرض جملہ متنازع امور میں وسعت نظری اور رواداری کا مذہب اختیار کیا ہے مثلاً نوربخشؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں ہاتھوں کو باندھنا اور کھولنا دونوں جائز ہے۔ پاؤں پہ مسح کیا جانا چاہیے۔ مسلمانوں کیلئے استنجا کی چھینٹوں سے پیروں کو بچانا مشکل اور مسلمانوں کی ایک عام تکلیف کی وجہ سے اور دیگر صورتوں میں دھونے کا حکم بھی ہے۔ سلام پھرنے میں حد اعتدال کو اختیار کرنے کا حکم ہے۔

وسعت نظری اور رواداری

الفقہ الاحوط کی ایک نمایاں خوبی وسعت نظری اور رواداری ہے۔ اس لئے شاہ سید محمد نوربخش الفقہ الاحوط کے باب الصلواۃ میں فرماتے ہیں۔

''والّذی اٰمن باللّٰہ وملا ئکتہ وکتبہ و رسلہ والیوم الاٰخر وقال اشْھدانْ لااٰلہ الّاالله واشْھد انّ محمّدًا رّسوْل الله واقام الصّلٰوۃ وَ اٰتی الزّکٰوۃ انْ کان ذامالٍ وصام شھْر رمْضان وحج الْبیْت ان کان مسْتطیعًا فلا یجوْز لِمسلمٍ انْ یکفرہ بسبب شیْئی یعْتقدہ وَ لا یعْلم حقیْقۃ الْاَمْر و یزْعم ان منْ لَا یعتقدہ فھوکافرھٰذہ عقیدۃ الْجھال ''[2]

''جو شخص اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور وہ کہتا ہو کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں وہ نماز قائم کرتا ہو، مالدار ہونے کی صورت میں زکواۃ ادا کرتا ہو، ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہو اور

1۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، مجموعہ شریعت محمدیہ نوائے صوفیہ قسط ۱تا۳،۲۸

2۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط (بار چہارم)،۱۱۸

استطاعت رکھنے کی صورت میں بیت اللہ شریف کا حج ادا کرتا ہو تو کسی بھی مسلمان شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسے شخص کو کسی ایسی چیز کی بناء پر کفر سے منسوب کرے جس کا وہ عقیدہ رکھتا ہو اور معاملے کی حقیقت کو نہ جانتا ہو اور یہ گمان کرتا ہو کہ جو شخص اس کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے یہ جہالت کے شکار لوگوں کا عقیدہ ہے۔''

نوربخش نے ہر شرعی مسئلے میں اعتدال اور وسط کا راستہ اختیار فرمایا ہے جو دین اسلام کی اصل روح ہے۔

بدعات کا خاتمہ

عالم اسلام میں نفاق و انتشار کی ایک بنیادی وجہ بدعتوں کا ظہور ہے۔ اس لے کہ بدعات اہل دین کے درمیان مختلف تنازعہ تعصبات اور نفاق کو جنم دیتی ہے۔

نوربخش کے فقہ کی ایک نمایاں خصوصیت اور اہم مقصد رفع بدعت کو قرار دیا ہے چنانچہ الفقہ الاحوط کے باب النکاح میں فرماتے ہیں:

''انا مامور برفع البدع عن الشريعة المحمدية واحياما فی زمانه''

''میں شریعت محمدی سے بدعتوں کو ختم کرنے اور آنحضور ﷺ کے زمانے میں رائج احکام کو زندہ کرنے پر مامور ہوں''۔

احیائے شریعت اور اتحاد بین المسلمین

میر نوربخش کی تعلیمات کا ایک واضح مقصد مسلمانوں کے درمیان اختلاف ختم کرنا اور احیائے شریعت محمدیہ تھا۔ آپ کی تصانیف الفقہ الاحوط اور اصول اعتقادیہ اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ الفقہ الاحوط کے ابتدائی کلمات میں آپ فرماتے ہیں:

''ان ارفع الاختلاف من بين هذا الامة اولا فی الفروع و ابين الشريعة المحمدية كما كانت فی زمانه من غير زيادة و نْقصان و ثانيا فی الاصول من بين الامم وكافة اهل العالم فشرعت فيه بالتسهيل و هو حسبی و نعم الوكيل''

''میں پہلے پہل اس امت کے آپس میں موجود فروعی اختلاف کو دور کروں اور شریعت محمدیہ کو کسی قسم کی کمی یا اضافے کے بغیر اس طرح بیان کروں جس طرح یہ شریعت خود شارع کے زمانے میں رائج تھی۔ اور بار دیگر سب امتوں اور تمام اہل عالم کے آپس میں موجود اصولی اختلاف کو دور کروں۔ چنانچہ آسان انداز کے ساتھ میں نے اس کا آغاز کیا۔ اللہ میرے لئے کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔''

اس طرح امام نوربخش نے مسلمانوں کو چھوٹے چھوٹے مسلکی اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کو کفر والحاد کا فتویٰ جاری کرنے سے منع فرمایا اور اپنی تعلیمات کی روشنی میں امن واتحاد کا درس دیا۔

شریعت طریقت اور حقیقت

نور بخش کی تعلیمات وافکار کا ایک نکتہ یہ بھی ہے آپ نے دین اسلام کی پیروی کے سلسلے میں دین کی ظاہری صورت یعنی شریعت پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے باطنی پہلوؤں یعنی طریقت اور حقیقت کو بھی ملحوظ خاطر رکھنے پر زور دیا۔ چنانچہ فقہا کے نام مکتوب میں آپؒ لکھتے ہیں:

''بدانکه دین محمدی شریعت و طریقت اند کماقال رسول الله الشریعة اقوالی و الطریقة افعالی والحقیقة احوالی''[1]

ترجمہ۔ جان لے دین محمدی شریعت اور طریقت ہے جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں۔

کوئی بھی شخص شریعت سے بہرہ مند ہو لیکن حقیقت سے خالی الذہن ہو تو حقائق کا ادراک نہیں کر سکتا اور اگر حقائق کا ادراک نہیں کر سکتا اور حقائق سے واقفیت نہ رکھتا ہو، تو دین کو مکمل طور پر نہیں جان سکتا۔ حقائق کا علم کشف اور تصفیہ باطن کے بغیر میسر نہیں۔ اور تصفیہ وتزکیہ نفس ایک مرشد کامل کی صحبت کے بغیر ممکن نہیں۔ مکاشفہ، مشاہدہ، تجلی، فنافی اللہ، بقافی اللہ، حصول علم باطن اور معرفت حقائق کماھی مرشد کامل کی صحبت (تربیت) کے بغیر میسر نہیں ہو سکتے۔

تعظیم لامر اللہ وشفقت علیٰ خلق اللہ

آپ نے تبلیغ دین یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کے مخلوق پر شفقت کو قرار دیا۔ چنانچہ "فقہ الاحوط" کے باب امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں فرماتے ہیں۔

''فینبغی للمسلم ا لممیزان لا یقصرفیه وان یجتنب عن الشوائب عن النفسانیة فیه حتیٰ لا یکون غرضه الا تعظیماً لامر الله وشفْقةً علیٰ خلق الله وان لا یجترىء فیما لا یجتمع علیه الامة الاسلامیة و فیها لا یعرف حقیقته بالیقین بل یرجع فی تحقیقه الیٰ عالم ربانیٍ عاملٍ صمدانی متخلق بل الا خلاق الحمیدیة متبرىءٍ عن الاخلاق الذمیمةلا جاهلٍ نفسانيٍ عاطلٍ غضبانيٍ متقیدبتقید القشریةمتعصبٍ بتقلید الرسمیه۔''[2]

''صاحب تمیز مسلمانوں کے لئے مناسب ہے کہ وہ احتسابی فریضہ انجام دینے میں کوتاہی نہ کرے۔ اس کام میں تمام نفسی آلائشوں سے پرہیز کرے یہاں تک کہ صرف اس کا مقصد تعظیم لامر اللہ یعنی حکم خدا کی عظمت برقرار رکھنا

---

[1] ۔ سید اکبر علی ابن حسن، تذکرہ صوفیاء، ص،۸۱

[2] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص۲۱

اور خدا کی مخلوقات پر شفقت کرنا بن جائے۔ وہ کسی ایسے مسئلے بارے میں رائے زنی کی جسارت نہ کرے جس پر امت اسلامیہ کا اتفاق نہ ہو اور نہ ہی کسی ایسے مسئلے کے بارے میں لب کشائی کی جسارت کرے جس کی حقیقت کو وہ یقینی طور پر نہ پہچان سکتا ہو بلکہ ایسے معاملے کی تحقیق کے سلسلے میں کسی ایسی شخصیت کی طرف رجوع کرے جو عالم ربانی ہو، بے لوث عمل کرنے والا ہو، قابل مذموم اخلاق سے بری ہو، وہ نہ تو نفسی رجحان کا شکار جاہل ہو اور نہ کام چور عصبانی ہو، ظاہری اقوال کی قید میں بند ہو اور نہ رسمی معاملات کی تقلید کی وجہ سے عصبیت کا شکار ہے۔''

اس ارشاد کا اہم پہلو امت مسلمہ کے مختلف مسالک کے اختلافی مسائل پر خواہ مخواہ کی رائے زنی سے پرہیز کا حکم ہے۔

سید محمد نور بخشؒ نے اپنے مذہب صوفیہ کو عالم اسلام کے لئے بہترین ڈھانچہ سمجھتے ہیں۔

چناچہ آپؒ فرماتے ہیں:

''واعلم مذهب الصوفيه هو ميزان المستقيم و طريق الحق واليقين ليس فيه غلو ولا مهين ولا نقص ولامزيد لا افراط فيه ولا تفريط كما كان فى قرن الا ولى مشهود لها بخير ولكن اكثر الناس لا يشعرون۔ فوقعو فى هذ الا مراض البلواء وكتبوا كتبا صخيمة وافترو بعضهم على بعض بهتاناً عظيماً فا ختار بعضهم فى عترة النبى واصحابه و ازواجه و فى العارفين من بعدهم غلواً فى الحب والبغض وتركوا سبيل السوى والاستقامة فاختملهم على الزنادقةوالحلولية والالحادمن الكفرةالمبتدعة واوذو ايذاً كثيراًوصبروا صبراً جميلاٍ لمرضات الله تعا لى''[1]

''جان لے کہ مذھب صوفیہ سیدھے ترازو کی طرح ہے اور حق اور یقن کا راستہ ہے جس میں کوئی غلو کمی، نقصان، زیادتی، افراط اور تفریط نہیں ہے جیسا کہ قرون اولی میں اسلام کی صورت تھی۔ یہ وہ مذھب ہے جس کے متعلق بھلائی کی شہادت دے چکی ہے مگر اکثر لوگ شعور نہیں رکھتے اور وہ نفرت اور عداوت کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ انہوں نے موٹی موٹی کتابیں لکھ کر ایک دوسرے پر بہتان تراشیاں کیں۔ ان میں بعض نے پیغمبر اسلام کی آل آپ کے اصحاب اور آپ کی ازواج اور ان کے بعد عارفوں کے متعلق محبت اور عداوت میں غلو اختیار کیا اور استقامت اور اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ ان میں سے بعض نے مجذوب ابدالوں کے اقوال اور ان کے معذورات افعال کو اپنے ناقص فہم کے باعث نہ سمجھنے کی وجہ سے انہیں ذلیل بنا کر ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا اور ان کو زندیق، حلولی، ملحد، کافر اور بدعتی تک کہا گیا اور انہیں بہت سی تکالیف دیں۔ مگر انہوں نے اللہ کی رضا کے لئے بڑا اچھا صبر کیا۔''

---

[1]۔ ڈاکٹر غازی محمد نعیم، میر سید محمد نور بخش اور مسلک نور بخشیہ، ۴۴۲

موجودہ دور میں اتحاد بین المسلمین کی بنیادی شرط یہی ہے کہ حضور پاک کی آل اطہار اصحاب کبار اور ازواج مطہرات سب کو قابل احترام سمجھا جائے۔

علماء و دانشوروں کی آراء

شاہ سید محمد نوربخشؒ کی تعلیمات کے جائزہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ایک وسیع النظر اور آفاقی سوچ رکھنے والا صوفی اور فقیہ تھے۔ اس حقیقت کو دور حاضر کے بہت سے علماء اور دانشوروں نے بھی اپنے انداز میں بیان کیا ہے جن میں سے چند ایک مثالیں درجہ ذیل ہیں۔

لوئس معلوف

لبنان کے مسیحی سکالر لوئس معلوف نے اپنی مشہور عربی لغت ا"لمنجد" میں لکھا ہے

''نوربخش محمد ولد فی قهستان و تو فی فی الری موءسس الطریقة النوربخشیة دعا الناس الی ایمان مهدیاً و اماماًو خلیفة سجن و اخرج عنه وله الفقه ا لاحوط وضع فیه علیٰ ما یقال مذهباًوسطاً بین التعالیم السنیه و الشیعه''[1]

ترجمہ آپ قہستان میں پیدا ہوئے اور رے مین وفات پائی۔ طریقہ نوربخش کی بنیاد رکھی۔ آپ نے ایک مجدد امام اور خلیفہ کی حیثیت سے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی آپ کو قید کر لیا اور رہائی ملی فقہ الاحوط ان کی کتاب ہے کہا جاتا ہے اس میں اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیانی مسلک کو بیان کیا گیا ہے۔

سید حسین نصر

ممتاز ایرانی دانشور سید حسین نصر اپنے انگریزی مقالے (shiism and Sufism) میں لکھتے ہیں۔

The Nurbakhshi order founded by Muhammad abn Abdullah entitled Nurbakhsh,a person from Quhistan is particularly intresting in that the founder sought to creat a kind of bridge between sunism and shiism in his own person and gave a Mahdiest color to his movement. [2]

ترجمہ "نوربخشی سلسلہ جسے قہستان کے محمد بن عبداللہ نوربخشؒ نے جاری کیا تھا اس لحاظ سے بڑی دلچسپی کا باعث ہے کہ اس سلسلے کے بانی نے اپنی شخصیت کے حوالے سے تسنن اور تشیع کے مابین ایک قسم کے پل کا کام کیا اور اس وجہ سے ان کی تحریک ایک مجددانہ رنگ لیے ہوئی ہے۔''

---

[1] ۔ سید اکبر علی شاہ ابن حسن، تذکرہ صوفیاء، ص، ۸۲

[2] ۔ ایضاً، ص، ۸۳

ڈاکٹر صابر آفاقی

ڈاکٹر صابر آفاقی اپنی کتاب جلوہ کشمیر میں لکھتے ہیں

''سید محمد نور بخش نے اہل تسنن اور تشیع کے درمیان ایک اعتدال کی راہ پیدا کر کے دونوں کو نزدیک تر لانے کی کوشش کی اور نور بخشیہ فرقہ اسی اعتدال کی راہ پر گامزن ہوا۔''[1]

ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی

ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی سلسلہ نور بخشیہ اور اس کے بزرگان کے سلسلے کے بارے میں لکھتے ہیں

''حضرت شاہ ہمدان کے داماد اور خلیفہ حضرت خواجہ اسحاق ختلانی اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم دین تھے جن کے مرید سید محمد نور بخش نے سلسلہ نور بخشہ کی داغ بیل ڈالی جو در اصل احیائے شریعت محمدیہ اور اتحاد بین المسلمین کی تحریک تھی۔ سید محمد نور بخش نے دنیائے اسلام میں امن ویگانگت کے پیغام کو عام کیا۔''

پروفیسر صاحبزادہ حسن شاہ

قائداعظم یونیورسٹی کے پروفیسر حسن شاہ سلسلہ کبرویہ کی خصوصیات کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''حضرت امیر کبیر مسلک تصوف کے لحاظ سے سلسلہ کبرویہ سے منسلک تھے۔ اس سلسلے کی نسبت حضرت نجم الدین کبریٰ شہید سے ہے۔ اس سلسلے کے اکابرین میں آئمہ اہل بیت اور مشائخ عظام کے نام ملتے ہیں۔ اس تحریک کی دو خصوصیتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول اتباع کتاب وسنت وثانیاً اتحاد بین المسلمین۔ حضرت سید محمد نور بخش نے اس نظریے کو واضح شکل دی اور اعمال واشغال اور طریقہ سلوک میں شامل کر دیا۔''

ڈاکٹر محمد ریاض

نور بخشی فرقہ سنیوں اور شیعوں کے عقائد کا آمیزہ ہے۔

قاضی نور اللہ شوستری

مشہور شیعہ مصنف قاضی نور اللہ شوستری اپنی تصنیف مجالس المومنین میں سید محمد نور بخش کے حوالے سے لکھتے ہیں

''غوث المتاخرین سید العارفین سید محمد نور بخش نوراللہ مرقدہ ایک درخشندہ ستارہ تھے۔ اسرار غیبی پر جھانکنے والوں کی آنکھوں کو نور بخشنے والا، لاریبی ورادات کی حدگاہوں سے دیکھنے والوں کی بصیرت میں اضافہ کرنے والا، سیاہ لباس میں ملبوس جو کہ درگاہ ولایت کے مشائخ عظام کا طریقہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ سیاہی نور میں لپٹی ہوئی ہے جو آب حیات کی

[1] ۔ ڈاکٹر صابر آفاقی، جلوہ کشمیر، ناشر: سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، نومبر، ۱۹۷۹، ص ۱۲۰

جانب رہنمائی کرنے والا ہے اور ظلمات میں مخفی ہے۔کمال عرفان کے عنوان انوار ہمت کی جھلک آپ کے حال و مقال سے عالی ہمت کا نمایاں ظہور نور کی شعاعوں کی مانند طور کی چوٹی پر جلوہ افروز ہر قسم کے اعتراضات سے مبرا۔[۱]

پروفیسر جمال الیاس (امریکہ)

"میں نور بخشیوں کی مہمان نوازی اور امن پسندی سے نہایت متاثر ہوا ہوں۔[2]

ٹی-اے خان

نوربخشیہ ایک نسبتی نام ہے جو شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے ایک خلیفہ سید محمد نوربخش سے منسوب ہے۔وہ ایک صوفیانہ انقلاب کے بانی تھے جنہیں تصوف کا پرچار کرنے کی پاداش میں کئی بار ایران سے جلاوطن کیا گیا۔سید محمد نوربخشؒ کی یہ تحریک جغرافیائی حالات کے باعث قراقرم کے دور افتادہ پہاڑوں میں اپنی اصلی حالت میں محفوظ رہی۔

نوربخشیت نے جس کا تمام تر زور رواداری، عشق حقیقی اور رضائے قرب الٰہی پر تھا آسانی سے تبتی بدھ مت کی جگہ لے لی۔[۳]

Banat Gul Afridi:

The Nurbakhshi sect is peculiar to Baltistan where its followers most of whom are found in Shigar and Khaplu. It is apparently an attempt to form a via between shia and sinni doctrine.[4]

Gibbs and Krammar

Among the sufi orders that played a leading role in bridging the gap between suuism and shiism credit must go to Nurbakhshia and Niamat Allahia Tariqas.

Dr.Muhammad Riaz(Tehran)

He(Nurbakhsh) was a liberal minded religious leader, and does not lay any importance on sectarian difference.He acted in accordance with the Sunnis Law but was inclined to Shiism too. He believed only in intuition or love for all.Mawlwi Rumi(d.672H) remarks:

In his opinion, a perfect man or sufi is the sole important phenomenon of universe. He advises his desciples to develop a true man in them.He does not lay any emphasis to attributing to a particular sect.He abhorses worldly,irreligious life, However liberal he may be,He is a sufi.

---

[۱]۔ قاضی نوراللہ شوستری، مجالس المومنین، ص ۳۰۳

[2]۔ نواءے صوفیہ شمارہ ۱۴۲ اگست ۱۹۹۸، ص، ۲۴

[۳] Sufi revival an articleby T.A Khan in-The South Asian Mgazine Nepal

[4] Baltistan in History,Banat Gul Afridi 1988 Emaja-Books Iternational-Peshawar Pakistan,p.26

فصل سوم

برہان الدین مرغینانی مؤلف الہدایہ

آپ کا اسمِ گرامی علی بن ابو بکر بن عبدُ الجلیل الفرغانی المَرغینانی ہے۔ آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت ۸ رجب المرجب ۵۱۱ھ بروز پیر بعد نمازِ عصر مَرغینان میں ہوئی۔[1]

مَرغینان ازبکستان کے شہر فرغانہ کا علاقہ ہے۔[2]

امام مُرغِیْنَانِی جو صاحب ہدایہ کے لقب سے معروف ہیں اطراف عالم میں انتہائی قدر و منزلت اور مسلمہ حیثیت کے حامل فقیہ کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ آپ اپنے علمی تجربہ اور فقہی بصیرت کی بناپر فقہ و قانون کی دنیا میں بڑی نادر الوجود تصانیف چھوڑی ہیں جو اپنے استناد اور افادیت کی وجہ سے کوئی نظیر نہیں رکھتیں لیکن فقہ حنفی کی شہرہ آفاق کتاب الھدایۃ نے آپ کی علمی عظمت و جلالت کو ایسی لازوال حیثیت عطا کی ہے کہ عوام و خواص آج تک المرغینانی کو ان کے اصل نام کے بجائے ان کی کتاب الھدایۃ' کی نسبت سے یاد کرتے ہیں۔ صاحب ہدایہ اسی شہر کی نسبت سے مرغینانی کہلاتے ہیں۔

ان کی وفات ۱۴ ذی الحجہ ۵۹۳ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۱۹۷ء کو ہوئی۔[3]

الہدایہ کا مختصر تعارف

الہدایہ کی مماثل کتاب فقہ حنفی میں موجود نہیں۔ یہ ایک ایسا نمونہ ہے جو شاید ہی کہیں اور مل سکے، مؤلف کی کچھ خاص اپنی تعبیرات بھی ہیں جیسے دلیل قرآنی کے لیے ''مما ترون'' اور دلیل حدیث کے لیے ''لما روینا'' قول صحابی کے لیے "الاثر" عقلی دلیل کے لیے "لمابینا" لکھتے ہیں۔ مصنف اپنے لیے کہتے ہیں "قال العبد الضعیف عفی عنہ" یہ ان کے انتہائی تواضع کی علامت ہے۔[4]

---

[1]۔ حدائق الحنفیہ، ص۲۵۹

[2]۔ ایضاً، ص۲۵۹

[3]۔ کنوی، مقدمۃ الھدایۃ، ۱:۳

[4]۔ قاموس الفقہ، جلد اول صفحہ ۳۸۱، خالد سیف اللہ رحمانی، زمزم پبلشر کراچی

صاحب الہدایہ نے فقہ میں متن کی کتاب لکھی جس میں اہمیت کے ساتھ قدوری کے مسئلے کو لیا اور جہاں مسئلے نہ مل سکے وہاں امام محمد کی کتاب جامع صغیر سے مسئلے لیے اور دونوں کو ملا کر کتاب بدایۃ المبتدی تصنیف کی۔ اس کے دیباچہ میں وعدہ کیا کہ میں اس کی شرح بھی لکھوں گا۔ چنانچہ اسی ۸۰ جلدوں میں اس کی شرح لکھی اور اس کا نام، کفایۃ المنتھی رکھا۔ شرح سے فراغت کے قریب پہنچے تو محسوس ہوا کہ کتاب اتنی لمبی ہوگئی ہے کہ اس کو کوئی نہیں پڑھے گا۔ اس لیے بدایۃ المبتدی کی دوسری شرح مختصر لکھی جس کا نام الھدایہ رکھا۔[1]

ھِدایہ کو لکھنے کی ابتداء ماہ ذی القعدہ ۵۷۳ھ میں کی اور ۱۳ سال میں یہ کتاب مکمل ہوئی اس دوران آپ رحمۃُ اللہِ علیہ ایامِ مَنْہِیہ[2] کے علاوہ روزانہ روزہ رکھا کرتے تھے اور کوشش فرمایا کرتے تھے کہ روزے کا کسی کو پتا نہ چلے۔[3]

امام مرغینانی کی تمام تصانیف میں سے جو شہرت و قبولیت اور منفرد مقام الہدایہ کو حاصل ہوا کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہو سکا۔ یہ کتاب دراصل مرغینانی کے فقہی تبحر بصیرت تحقیق و تدقیق وسعت مطالعہ فکری وفنی پختگی اور اجتہادی ملکہ کا ایسا کامل ثبوت ہے کہ آج تک اس کی افادیت میں کمی واقع نہیں ہوسکی۔ تقریباً ۸۰۰ سال سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کا مقام قانونی دنیا میں بلند و بالا ہی ہے۔ ہر دور کے علماء فقہاء اور ماہرین قانون اس سے برابر استفادہ کرتے رہے ہیں۔ قدیم یا جدید قانون کی کوئی بھی کتاب عالمی سطح پر اس قدر مقبولیت اور شہرت سے بہرہ ور نہیں ہوسکتی۔ اس کتاب پر لاتعداد محققین نے کئی اعتبارات سے کام کیا۔ قانونی و فقہی اعتبار سے اس کے استناد و احتجاج کی وجہ صدیوں سے یہ مدارس میں پڑھائی جارہی ہے۔ فتاوی اور عدالتی فیصلوں کے لیے اس پر کامل انحصار کیا جا رہا ہے۔

مرغینانی نے الہدایہ کی تالیف کا آغاز بروز بدھ وقت ظہر کیا تھا۔ اس کی تکمیل پر کئی سال صرف ہوئے۔ آپ کے شاگرد برہان الاسلام الزرنوجی کہتے ہیں کہ مرغینانی کتب کی تدریس کا آغاز بدھ کے دن سے کرتے تھے۔

''مَا مِنْ شَيْءٍ بُدِی یَوْمُ الْأَرْبَعَاءِ إِلَّا وَقَدُ تَمَّ''

اگر کوئی کام بروز بدھ شروع کیا جائے تو ضرور پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

---

[1] ۔ اثمار الہدایہ شرح اردو ہدایہ جلد ۱ – مؤلف: مولانا ثمیر الدین قاسمی جامعہ روضۃ العلوم جھار کھنڈ انڈیا

[2] ۔ 10، 11، 12، 13 ذوالحج اور یکم شوال یہ وہ پانچ دن ہیں جن میں روزہ رکھنا منع ہے۔

[3] ۔ کشف الظنون، ۲ / ۲۰۳۲، حدائق الحنفیہ، ۲۶۰

تالیفات

ان کی مشہور تالیفات میں سے چند کے نام یہ ہیں

- کتاب مجموع مختارات النوازل
- کتاب التجنیس والمزید
- کتاب فی الفرائض
- کتاب المنتقی
- کتاب بدایۃ المبتدی
- کتاب کفایۃ المنتہی
- کتاب الہدایہ: یہ کتاب تو آپ کی اشہر تالیفات سے ایسی معتمد علیہ ہے کہ علمائے حنفیہ کے فتویٰ کا مدار اسی پر ہے۔
- مناسک الحج
- کتاب نشر المذہب[1]

ہدایہ کی خصوصیات

الف: صاحب ہدایہ متن میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔
ب: مسئلہ کو نقلی و عقلی دلائل سے مدلل کرتے ہیں اس کی وجہ سے طالب علم میں اجتہادی شان پیدا ہوتی ہے۔
ج: صاحب ہدایہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اجماع قیاس اور آثار صحابہ و تابعین سے مسائل کو ثابت کرتے ہیں۔
د: مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہو تو اولا اس کو ذکر کرتے ہیں بعد ازاں فقہ حنفی کو مدلل کرتے ہوئے ائمہ اربعہ کا جواب رقم فرماتے ہیں۔
ہ: ائمہ احناف میں اختلاف ہو تو اولاً صاحبین کی دلیل بیان کرتے ہیں بعد ازاں امام ابو حنیفہؒ کی دلیل اس طور پر ذکر کرتے ہیں صاحبین کی دلیل کا جواب خود بخود نکل آتا ہے۔

---

[1] ۔ کتاب الفوائد البہیہ - صفحہ ۱۴۱ شیخ محمد بن عبد الحی لکھنوی

و: جس مقام پر صاحب ہدایہ کا رجحان صاحبین کی دلیل کی طرف ہو اس جگہ صاحبین کی دلیل کو مؤخر فرما کر امام ابو حنیفہؒ کی دلیل کا جواب بیان کرتے ہیں۔[1]

ہدایہ کا اسلوب

(۱) مسائل کے اثبات کے لئے کتاب اللہ، احادیث مبارکہ، آثارِ صحابہ اور عقلی دلائل سے استدلال کیا ہے ۔

(۲) کتاب باب اور فصل کی صورت میں تقسیم کاری کی اور کئی مقامات پر فصل کے تحت انواع اور اسباق کی اجناس ذکر کیں ۔

(۳) مختلف فیہ اقوال مع دلائلِ نقلیہ و عقلیہ ذکر کرنے کے بعد جو احناف کا قول مصنف کے نزدیک راجح ہوتا ہے اسے دلائل کے ساتھ آخر میں ذکر کرتے ہیں تاکہ بعد والا قول اور اس کے دلائل پچھلے اقوال و دلائل کو رد کر دیں۔ اور اگر اقوال نقل کرتے ہیں تو اکثر عُلما کے نزدیک جو قول قوی ہوتا ہے اسے مقدم کرتے ہیں۔

(۴) مختصرُ القدوری اور جامعُ الصغیر کے مسائل کی شرح بیان کرتے ہیں جب فی الکتاب کہتے ہیں تو اس سے قدوری مراد لیتے ہیں۔

شروحات ہدایہ

ہدایہ ان کتابوں میں شامل ہے جن کتب کی شروحات بہت زیادہ لکھی گئیں۔ ہدایہ کی شروحات عربی، اردو، فارسی، انگلش میں بھی لکھی گئیں۔ چند شروحات کے نام یہ ہیں

(۱) فَتحُ القَدیر لکمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی المعروف بابن الھمام (وفات:۸۶۱ھ)

(۲) البنایۃ شرح الہدایۃ لابی محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین العینی (وفات:۸۵۵ھ)

(۳) نہایۃ الکفایۃ لدرایۃ الہدایہ لتاج الشریعۃ عمر بن احمد المحبوبی البخاری (وفات:۶۷۲ھ)

(۴) الکفایۃ لجلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرلانی (وفات:۶۷۷ھ) ۔

---

[1] ۔ کتاب الفوائد البہیہ – صفحہ ۱۴۱ شیخ محمد بن عبد الحي لکھنوی

باب دوم

نماز کے احکام اور اوراد و وظائف میں تفردات

فصل اول: نماز کے اوقات اور شرائط و ارکان میں تفردات

فصل دوم: نماز کے دیگر احکام میں تفردات

فصل سوم: اوراد و وظائف میں تفردات

فصل اول

نماز کے اوقات اور شرائط وارکان میں تفردات

جب ہم الفقہ الاحوط میں نماز کے احکام ومسائل دیکھتے ہیں تو اس میں کئی تفردات دیکھنے کو ملتے ہیں۔لہذا اس فصل میں ہم نماز کے اوقات نماز کی شرائط اور اس کے ارکان میں پائے جانے والے تفردات کو بیان کریں گے۔

اوقات نماز

فجر کا وقت

ارشاد باری تعالی ہے:

''حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی''[1]

''تم نمازوں کی اور درمیانی نماز کی پابندی کرو۔''

نیز ارشاد باری تعالی ہے:

''اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا''[2]

''فَيَجِبُ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اَوَّلَ وَقْتِ صَلٰوةِالصُّبْحِ طُلُوْعُ الصُّبْحِ الصَّادِقِ وَ هُوَ الضَّوْءُ الْمُمْتَدُّ عَلَى الْاُفُقِ الْمُتَزَائِدُ لَحْظَةً فَلَحْظَةً اِلٰی طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ اٰخِرَ وَقْتِهَا قُبَيْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَيَجِبُ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اَوَّلَ وَقْتِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ طُلُوْعُ الصُّبْحِ الصَّادِقِ وَ هُوَ الضَّوْءُ الْمُمْتَدُّ عَلَى الْاُ فُقِ الْمُتَزَائِدُ لَحْظَةً فَلَحْظَةً اِلٰی طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ اٰخِرَ وَقْتِهَا قُبَيْلَ طُلُوْعِ الشَّمْس''[3]

''یہ جاننا واجب ہے کہ صبح کی نماز کا ابتدائی وقت صبح صادق کا طلوع ہونا ہے۔ یہ افق پر پھیلنے والی اس روشنی کو کہا جاتا ہے جو آہستہ آہستہ سورج طلوع ہونے تک بڑھتی ہے اور اس کا آخری وقت سورج کے طلوع سے کچھ وقت پہلے تک ہے۔''

''ان رسول الله ﷺ قال امنى جبرئيل عليه السلام عند البيت مرتين وصلى بيى الفجر حين طلع الفجر، واسفر وكادت الشمس ان تطلع، ثم قال :يا محمد هٰذا وقتك ووقت الانبياء من قبلك، والوقت ما بين هٰذين الوقتين''[4]

---

[1]۔ سورۃ البقرہ:۲۳۸

[2]۔ سورۃ النساء:۱۰۳

[3]۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ص،۲۵

[4]۔ احسن الہدایہ جلد۱\۲۹۵

''رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حضرت جبرئیل نے دو مرتبہ بیت اللہ میں مجھے نماز پڑھائی ہے اور فجر طلوع فجر کے وقت پڑھائی اور دوسری مرتبہ اس وقت پڑھائی جب خوب صبح ہو گئی اور سورج نکلنے کے قریب ہو گیا۔ پھر حضرت جبرئیل نے مجھ سے یوں کہا اے محمد ﷺ یہ آپ کی نماز کا وقت ہے اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کی نماز کا وقت ہے اور جو وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے، وہ آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے نماز کا وقت ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اسْفِرُوا بِالصُّبْحِ فَكُلَّمَا أَسْفَرُ ثُمَّ فَهُوَ أَعْظَمُ لِلْاجْر،،[1]

''روشن صبح میں نماز ادا کرو جتنی زیادہ روشن صبح میں نماز ادا کرو گے اتنا ہی زیادہ تمہیں اجر ملے گا)،،

''ولا معتبر بالفجر الکاذب الخ فرماتے ہیں کہ فجر کے وقت کے سلسلے میں صبح صادق کا اعتبار ہے، صبح کاذب کا اعتبار نہیں ہے اور صبح کاذب وہ سفیدی ہے جو لمبائی میں ظاہر ہوتی ہے اور اس کے بعد تاریکی آ جاتی ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''لایغرنکم اذان بلال ولا الفجر المستطیل،،[2] اس فرمان کا شان ورد یہ ہے کہ حضرت بلالؓ صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے سحری اور تہجد کے لیے اذان دیتے تھے اور جب صبح صادق طلوع ہو جاتی تھی تو حضرت عبداللہ بن مکتومؓ نماز فجر کے لیے اذان دیتے تھے، چونکہ اس موقع پر دو اذانیں ہوتی تھی، اس موقع پر لوگوں کو دھوکا ہو جاتا تھا کہ یہ اذان فجر کے لیے ہے یا تہجد کے لیے ہے، اس پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اذان بلال سے دھوکا نہ کھایا کرو، وہ فجر کے لیے نہیں، بلکہ تہجد کے لیے اذان دیتے ہیں، اور نہ ہی فجر مستطیل یعنی فجر کاذب سے دھوکا کھایا کرو، اور یہ دونوں چیزیں نماز فجر سے متعلق نہیں ہیں اور نہ ہی ان اوقات میں فجر کا وقت شروع ہوتا ہے، فجر کا وقت تو اس صبح صادق سے شروع ہوتا ہے جو افق میں چوڑائی میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔،،[3]

''ویکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجرباکثر من رکعتی الفجروقال ایضاً ولا صلواۃ جنازۃ ولاسجدۃ تلاوۃ لانھا فی معنی الصلوۃ''[4]

۱۔ علامہ ابن ابن رشد القرطبی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، توصیف پبلی کیشنز ۲۰۱۱ء ص، ۱۶۱

۲۔ جامع ترمذی، ۲۰۶، ج، ۸، حدیث ۲۵

۳۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱\۲۹۵

۴۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱\۳۱۴، ۳۱۱

" اور طلوع فجر کے بعد فجر کی رکعتوں سے زائد پڑھنا مکروہ ہے۔ اور ان اوقات میں نماز جنازہ بھی نہ پڑھے۔ تلاوت شدہ حدیث کی رو سے جو ہم نے تلاوت کی ہیں اور سجدہ تلاوت بھی نہ کرے کیونکہ وہ نماز ہی کے معنی میں ہے۔"

الفقہ الاحوط کے مطابق نماز فجر ادا کرنے کا بہترین وقت صبح صادق کا ظاہر ہونا ہے نہ کہ صبح کا خوب روشن ہونا "لا یغرنکم اذان ابلال ولا الفجر المستطیل" اس لیے نور بخشی وقت سحر میں بھی باقاعدگی سے تہجد کے لیے اذان دی جاتی ہے۔ الفقہ الاحوط کی رو سے فجر کی فرض کی ادائیگی کے بعد نفلی نمازیں پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ طلوع فجر کے بعد یعنی طلوع فجر کے بعد فرض کی ادائیگی سے پہلے فرض کے علاوہ دیگر نمازیں پڑھ سکتے ہیں جبکہ الہدایہ کی روشنی میں طلوع فجر کے بعد فجر کی دو سنتوں کے علاوہ نفلی نمازیں پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے، نیز ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنے اور سجدہ تلاوت سے بھی منع کیا گیا ہے جبکہ الفقہ الاحوط کی رو سے ان اوقات میں نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کی ممانعت نہیں ہے۔

وقت ظہر

"وَ اَوَّلَ وَقْتِ الظُّهْرِزَوَالُ الشَّمْسِ عَنْ وَسْطِ السَّمَاءِ بِعَاشِرَةٍوَ اٰخِرَ وَقْتِهَا صَيْرُوْرَةُ ظِلِّ كُلِّ شَبَحٍ مِثْلَيْهِ سِوٰى مَا تَجِدُهُ عِنْدَ الْاِسْتِوَاءِ فِى الْاٰفَاقِ الْحَمَائِلِيَّةِ وَ فِى الْاٰفَاقِ الدُّوْلَابِيَّةِ مِثْلَيْهِ فَقَط لِاَنَّ الظِّلَّ مَا يُوْجَدُ عِنْدَ الْاِسْتِوَاءِ فِيْهَا۔"[۱]

"ظہر کی نماز کا ابتدائی وقت دسویں درجے پر وسط آسمان سے سورج کا ڈھلنا ہے اور اس کا آخری وقت حمائلی (پہاڑی) افق والے علاقوں میں استواء کے وقت پائے جانے والے سائے کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کے دوگنا ہونا ہے اور دولابی (میدانی) علاقوں میں سایے کا صرف دوگنا ہونا ہے۔ کیونکہ ان علاقوں میں استواء کے وقت کوئی سایہ نہیں پایا جاتا۔"

"واول وقت الظهر,اذا زالت الشمس ,وآخر وقتها عند ابی حنیفة,اذا صار ظل کل شيءٍ مثليه سویٰ فی ا لزوال ،وقالا اذا صار الظل مثليه"[۲]

"اور ظہر کا اول وقت ہے جب سورج ڈھل جائے اور امام ابو حنیفہ کے یہاں ظہر کا آخری وقت یہ ہے جب سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے۔ حضرات صاحبین فرماتے ہیں جب ہر چیز کا سایہ اس کے ہم مثل ہو جائے۔"

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۲۵

۲۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱\۲۹۶

''نماز ظہر اور عصر کا وقت زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے۔''[1]

الفقہ الاحوط کی رو سے ظہر کا اول وقت آسمان کے درمیان سے دسویں درجے پر سورج کا ڈھلنا اور اس کا آخری وقت بلند پہاڑوں سے ڈھکے ہوئے علاقوں میں استوا کے وقت پائے جانے والے سایے کے علاوہ دوچند ہونا اور میدانی علاقوں میں صرف دوچند ہونا ہے۔لہذا اہل سنہ کے ہاں ظہر کا اول وقت سورج کا ڈھل جانا جبکہ الفقہ الاحوط کے تحت آسمان کے درمیان سے دس درجہ ڈھلنے کی تخصیص کی ہے اور اس کے آخری وقت میں بھی تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ظہر کے آخری وقت میں ہر چیز کا سایہ اس کے ہم مثل ہونا ہے صرف امام ابو حنیفہ کے ہاں سایے کا دوچند ہونا ہے اور اہل تشیع میں ظہر اور عصر کا وقت مشترک ہے۔

وقت عصر

''وَ اَوَّلَ وَقْتِ الْعَصْرِ خُرُوْجُ وَقْتِ الظُّهْرِ لَافَاصِلَةَ بَيْنَهُمَا وَ اٰخِرَ وَقْتِهَا قُبَيْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ''[2]

"عصر کی نماز کا ابتدائی وقت ظہر کے وقت کا ختم ہو جانا ہے ان دونوں میں کوئی فاصلہ نہیں۔ آخری وقت سورج کے غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے ہے۔''

وقت مغرب

''وَ اَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ غُرُوْبُ الشَّمْسِ وَ اٰخِرَ وَقْتِهَا قُبَيْلَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ فِيْ الْاٰفَاقِ الْمُتَبَيِّنَةِ وَ الْاَبْيَضِ فِي الْاٰفَاقِ الْمُحْتَجَبَةِ بِالْجِبَالِ الشَّامِخَةِ''

''مغرب کی نماز کا پہلا وقت سورج کا غروب ہو جانا ہے۔ اس کا آخری وقت وہ لمحہ ہے جب واضح کھلے افق والے مقامات میں سرخ شفق ختم ہو جاتا ہے۔ اور بلند پہاڑوں سے چھپے ہوئے افق والے مقامات میں سفید شفق ختم ہو جاتا ہے۔''

''اول وقت المغرب حين تغرب الشمس وآخر وقتها حين يغيب الشفق ثم الشفق هو البياض الذى فى الافق بعدالحمرة ابى حنيفة وعندهما هوالحمرة''[3]

''مغرب کا ابتدائی وقت غروب آفتاب کا ہے۔ اور اس کا آخری وقت غیبوبت شفق کا وقت ہے، پھر امام ابو حنیفہ کی رائے میں شفق وہ روشنی ہے جو سرخی کے بعد افق میں دکھائی دیتی ہے اور حضرت صاحبین کے مشاہدے کے مطابق سرخی ہی شفق کو کہا جاتا ہے۔''

---

[1]۔ سید علی حسینی سستانی، توضیح المسائل ۱۶۱\۷ ۳۶۳

[2]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۲۵

[3]۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲۲۹\۱

شاہ سید محمد نوربخشؒ کے نزدیک مغرب کا آخری وقت کھلے افق والے مقامات میں سرخ شفق کا ختم ہونا اور اونچے پہاڑی علاقوں میں سفید روشنی کا ختم ہونا ہے۔ تاہم امام ابو حنیفہ کے نزدیک شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق پر ظاہر ہوتے ہیں جبکہ صاحبین کے نزدیک سرخی ہی شفق ہے جو مغرب کی نماز کا آخری وقت ہے۔ صحابہ میں بھی بعض حضرات نے شفق سے مراد سفیدی اور بعض شفق سے مراد سرخی لیتے تھے۔

مشترک اوقات

الفقہ الاحوط کے مطابق وقت مشترک کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے

''وَ فِیْ السَّفَرِ وَ الْمطَرِ وَ الْمَرَضِ اَوْ اَمْرٍ اُخَرَیُشَاکِلُهَا فِیْ الْعُسْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ وَسْطِ السَّمَاءِ یَخْتَصُّ الْوَقْتُ بِالظُّهْرِ بِمِقْدَارِ اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ فَیَشْتَرِکُ بَیْنَ الظُّهْرِ وَ الْعَصْرِ وَ الظُّهْرُ مُقَدَّمَةٌ اِلٰی اَنْ یَّبْقٰی الْوَقْتُ بِمِقْدَارِ اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ قَبْلَ الْغُرُوْبِ فَهٰذَا الْوَقْتُ یَخْتَصُّ بِالْعَصْرِ وَ بَعْدَ الْغُرُوْبِ مِقْدَار ثَلَاثِ رَکْعَاتٍ یَخْتَصُّ بِالْمَغْرِبِ فَیَشْتَرِکُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَاءِوَ الْمَغْرِبُ مُقَدَّمَةٌ حَتّٰی یَبْقَی الْوَقْتُ مِقْدَارَ اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ قُبَیْلَ الصُّبْحِ فَهُوَ یَخْتَصُّ بِالْعِشَاءِوَ فِی الْاَوْقَاتِ الْمَشْکُوْکَةِ بِالْغَیْمِ تَاخِیْرُ الصُّبْحِ وَ الظُّهْرِ وَ الْمَغْرِبِ وَ تَقْدِیْمُ الْعِشَاءِ وَ الْعَصْرِ صَوَابٌ وَ فِیْ الْاَزْمِنَةِ وَ الْاَمْکِنَةِ الْحَارَّةِ الْاِبْرَادُ بِالظُّهْرِ۔''[1]

''سفر کی حالت میں بارش کے دوران یا بیماری کی صورت میں یا مشکلات میں جب سورج آسمان کے درمیان سے ڈھل ہو جائے تو یہ وقت خاص طور پر چار رکعتیں پڑھنے کا ہے پھر ظہر اور عصر کے درمیان مشترک وقت بن جاتا ہے۔ غروب آفتاب سے قبل چار رکعتوں کی مقدار کا وقت باقی رہنے تک ظہر کو پہلے ادا کیا جائے کیونکہ یہ وقت تو عصر کے ساتھ خاص ہے۔ بادلوں کی وجہ سے مشکوک وقتوں میں صبح، ظہر اور مغرب کی نمازوں کا موخر کرنا اور عشاء اور عصر کی نمازوں کا جلدی پڑھنا بہتر ہے۔ گرمیوں اور گرم مقامات میں ظہر کی نماز کا ٹھنڈ ہونے پر پڑھنا بہتر ہے ،بادلوں کے باعث مشکوک اوقات میں صبح ظہر اور مغرب کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا اور عشاء اور عصر کی نمازوں کی ادائیگی میں قدرے جلدی کرنا بہتر ہے۔ گرم موسم اور گرم جگھوں پر موسم ٹھنڈا ہونے پر ظہر پڑھی جائے۔''

''ابوالزبیر عن ابوالطفیل عن معاذ بن جبل قال جمع رسول ا للہ فی غزوہ تبوك بین الظهر والعصروبین المغرب والعشاء قال فقلت ما حمله علی ذالك؟ قال فقال اراد ان لا یحرج امته''

''حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ ادا فرمایا۔ ابو طفیل کہتے ہیں میں نے حضرت معاذ سے پوچھا آپ نے ایسا کس لئے کیا: تو معاذ نے کہا۔ اس لئے تاکہ آپ کی امت کو مشقت نہ ہو۔''

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ۲۴

''اہل سنہ میں حالت سفر میں جمع بین الصلوتین ہے نہ کہ حقیقت میں۔''[1]

لہذا الفقہ الاحوط کے مطابق سفر مطر بیماری اور اس جیسے ہر مشکل وقت کے موقع پر ظہرین اور عشاءین پڑھ سکتے ہیں یعنی جمع تقدیم بھی کرسکتے ہیں اور جمع تاخیر بھی کیونکہ ظہرین اور عشائین کے اوقات مشترک ہیں۔

فقہ حنفی میں حالت سفر میں جمع بین الصلٰوتین کے حوالے مندرجہ ذیل حدیث تحریر شدہ ہیں:

بخاری شریف میں حضرت انس کی روایت ہے، نبی کریم ﷺ جب زوال شمس سے پہلے سفر پر تشریف لے جاتے تو ظہر کی نماز کو موخر کرکے عصر کے وقت سے کچھ پہلے پڑھتے۔ پھر عصر کی نماز ادا فرماتے جب زوال کے بعد سفر پر جانا ہوتا تو ظہر کی نماز پڑھ کے سفر شروع فرماتے۔ اسی طرح مسلم شریف میں حضرت انس کی روایت اس طرح آئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اگر سفر میں جلدی ہوتی تو ظہر کو اول وقت عصر تک موخر فرماتے اور پھر عصر کی نماز پڑھتے اور مغرب کو موخر کرکے عشاء کے اول وقت کے قریب پڑھتے اور عشاء شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھتے اگر انسان سفر میں جمع بین الصلٰوتین پر مجبور ہوجائے تو جمع تاخیر کرے جمع تقدیم سوائے عرفہ کے نہ کرے اس لئے کی غزوہ احزاب کے موقع پر جمع تاخیر ثابت ہے جبکہ جمع تقدیم سوائے یوم عرفہ میں آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

صلٰوۃ الوسطٰی

فقہ الاحوط کے مطابق صلٰوۃ الوسطٰی یعنی درمیانی نماز کی تعریف یوں کی گئی ہے

''وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ كَذَالِکَ فَاَصْوَبُ الْاَوْقَاتِ اَوْسَطُهَا فَاِنْ كُنْتَ تُصَلِّيَ الْفَرَائِضَ فِيْ اَوْسَاطِ الْاَوْقَاتِ بِلَا تَعْجِيْلٍ مُّخِلٍّ وَ لَا تَطْوِيْلٍ مُّمِلٍّ اَصَبْتَ الصَّلٰوةَ الْوُسْطٰى بِلَارَيْبٍ وَ لَاعَيْبٍ''[2]

''اگر ایسی صورت نہ ہو تو بہترین وقت درمیانہ وقت ہے۔ اگر تو فرض نمازوں کو درمیانے اوقات میں کسی خلل انگیز جلدی اور اکتا دینے والی طوالت کے بغیر پڑھتا رہے تو تونے درمیانی نماز کو کسی شک وشبہ کے بغیر پا لیا۔''

مکروہ اوقات

''وَ الْاَوْقَاتُ الْمَكْرُوْهَةُ لِلصَّلٰوةِ فِيْ اَيِّ بُقْعَةٍ مِّنَ الْبِقَاعِ حِيْنَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَحِيْنَ الْغُرُوْبِ وَ حِيْنَ الْاِسْتِوَاءِلِاَنَّ فِيْ هٰذِهِ الْاَوْقَاتِ غَيْرَ الْمِلَّةِ الْاِسْلَامِيَّةِ يَتَعَبَّدُوْنَ الْاَصْنَامَ فَالْكَرَاهَةُ لِتَشَابُهِهِم وَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَ الْعَصْرِ غَيْرُ الْفَرَائِضِ مَكْرُوْهَةٌ اَيْضًا وَ اِنْ كُنْتَ فِيْ الصَّلٰوةِ وَ الشَّمْسُ تَطْلُعُ اَوْ تَغْرُبُ فَمَا

۱۔ مولانہ محمود خالد، فقہ حنفی، ص۲۹۸

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۲۴

كَانَ قَبْلَ الطُّلُوْعِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ اَدَاءً وَ مَا كَانَ بَعْدَ الطُّلُوْعِ وَبَعْدَ الْغُرُوْبِ قَضَاءً وَ ذَالِكَ اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ فَلَاحَاجَةَ اِلٰى تَكَلُّفٍ وَ تَعَنُّفٍ۔"[1]

"نماز کے لئے مکروہ اوقات زمین کے کسی بھی حصے میں عین سورج کے طلوع، غروب اور عین استواء کا وقت ہے کیونکہ ان اوقات میں غیر مسلم اپنے بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ہمیں کراہت کا حکم ان غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے۔ نماز صبح اور عصر کے فرض کی ادائیگی کے بعد غیر فرائض نمازیں بھی مکروہ ہیں۔ اگر تم نماز میں ہو اور اسی دوران سورج طلوع یا غروب ہو جائے تو نماز کا وہ حصہ جو طلوع یا غروب سے قبل ادا ہوا ہو وہ ادا ہو گا اور جو طلوع یا غروب کے بعد ادا ہوا ہو وہ قضاء ہو گا یہ بات سورج سے زیادہ روشن ہے اس میں کسی تکلیف یا مشقت میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ

"وَ يَنْبَغِيْ اَنْ تُبَادِرَ اِلٰى قَضَاءِ الْفَوَائِتِ وَ تُقَدِّمَهَا عَلَى الْحَاضِرَةِ اِنْ لَّمْ يَضِقْ وَقْتُ الْحَاضِرَةِ وَ لَايَجِبُ التَّرْتِيْبُ فِيْ الْفَوَائِتِ وَ يَجُوْزُ اَنْ تَقْضِىَ صَلٰوةَ النَّهَارِ فِيْ اللَّيْلِ وَ صَلٰوةَ اللَّيْلِ فِيْ النَّهَارِ وَ تُقَدِّمَ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهَا عَلَى الْاُخْرٰى وَ اِنْ لَّمْ تَجْهَرْ فِيْ الْجَهْرِيَّةِ الْفَائِتَةِ لَابَاْسَ بِهٖ"[2]

"قضاء نمازوں کی ادائیگی میں جلدی کرنا ضروری ہے اور اگر وقت تنگ نہ ہو تو موجودہ نمازوں پر قضاء کو مقدم رکھے۔ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب واجب نہیں۔ دن کی فوت شدہ نمازوں کی قضاء رات کو اور رات کی نمازیں دن کو بجالانا جائز ہے اور ان میں ہر ایک کو دوسری نماز پر مقدم بھی کیا جاسکتا ہے۔ اگر جہری قضاء نمازوں میں خاموشی سے پڑھے تو مضائقہ نہیں۔"

"حنفیہ کہتے ہیں کہ فوت شدہ نمازوں میں ان کی باہمی اور قضاوحاضر نمازوں میں جو ترتیب ہے ان کا لحاظ رکھنا لازم ہے لہذا نماز حاضر کو فوت شدہ قضا کی نماز سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ظہر اور فجر کی نماز فوت ہوئی تو فجر کی قضا سے پہلے ظہر کی قضا نہیں پڑھی جاسکتی۔ اسی طرح مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک بھی فوت شدہ نمازوں کی قضا بالترتیب بذات خود واجب ہے۔"[3]

الفقہ الاحوط کی رو سے فوت شدہ نمازوں میں ترتیب واجب نہیں ہے۔ جبکہ اہل سنہ میں قضا نمازوں میں ترتیب لازم ہے۔

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۲۵

[2] ۔ ایضاً، ص، ۲۶

[3] ۔ عبد الرحمن، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۲۰۹، ۲۰۸

اذان اور اقامت

الفقہ الاحوط کے مطابق اذان و اقامت کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہیں

''اَمَّا الْاَذَانُ وَ الْاِقَامَةُ فِیْ الصَّلٰوتِ الْخَمْسِ الْمَفْرُوْضَةِ الْحَاضِرَةِ بِالْجَمَاعَةِ لِلرِّجَالِ فَفَرْضُ کِفَایَةٍ وَ لِلْمُنْفَرِدِ مُسْتَحَبٌّ اَدَاءً کَانَ اَوْقَضَاءً وَ الْاِقَامَةُ اَشَدُّ اسْتِحْبَابًا وَ یَجُوْزُ لِلنِّسَاءِ الْاِقَامَةُ دُوْنَ الْاَذَانِ فِیْ صَلٰوتِهِنَّ بِالْاِنْفِرَادِ وَ الْجَمَاعَةِ وَ الْاَذَانُ تَکْبِیْرَاتُهُ الْاُوَلُ رُبَاعُ وَ الْبَاقِیْ لَایَجُوْزُ اِلَّا مَثْنٰی وَ الْاِقَامَةُ یَجُوْزُ مَثْنٰی اِلَّا تَهْلِیْلَ الْاٰخِرِ مِنْهُ وَ یَجُوْزُ فُرَادٰی اِلَّا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَ التَّکْبِیْرَات وَ لَا یَجُوْزُ الْاَذَانُ قَبْلَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ اِلَّا لِلصُّبْحِ وَ اِنْ اَعَادَ بَعْدَ طُلُوْعِ الصُّبْحِ کَانَ اَفْضَلَ وَ یَجِبُ فِیْهِمَا التَّرْتِیْبُ وَالْمَوَالَاتُ''[1]

''مردوں کے لیے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں پانچوں حاضر فرض نمازوں کی ادائیگی کے موقع پر اذان اور اقامت فرض کفایہ ہے۔ انفرادی صورت میں مستحب ہے چاہے ادا ہو یا قضاء اقامت پڑھنا تاکیدی مستحب ہے۔ عورتوں کیلئے ان کی انفرادی اور باجماعت نماز میں اذان کو چھوڑ کر اقامت پڑھے تو جائز ہے۔ اذان کی پہلی تکبیریں چار ہیں باقی تمام کلمات صرف دو دو مرتبہ جائز ہیں۔ آخری تہلیل قد قامت الصلٰوۃ کے سوا اقامت میں تمام کلمات کا دو دو مرتبہ پڑھنا جائز ہے قد قامت الصلٰوۃ اور تکبیرات کے علاوہ دیگر کلمات کو ایک ایک مرتبہ پڑھنا جائز ہے۔ صبح کے سوا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے اگر صبح صادق کے بعد اذان کا اعادہ کیا جائے تو افضل طریقہ ہے۔ اذان اور اقامت دونوں میں ترتیب و موالات واجب ہے۔''

الہدایہ کی رو سے اقامت کے کلمات بھی اذان کی طرح دو دو مرتبہ کہنا چاہیے دونوں کے کلمات پڑھنے کی تعداد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اقامت مین حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصلٰوۃ کا اضافہ کیا جائے۔

''الاذان سنة للصلٰوات الخمسةوالجمعةلا سواها[2]''

''پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لئے اذان سنت مؤکدہ ہے ان کے علاوہ کے لئے نہیں۔''

''مرد اور عورت کے لیے مستحب ہے کہ پنجگانہ نماز سے پہلے اذان اور اقامت کہیں۔[3]''

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۲۸

[2] ۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۳۱۸\۱

[3] ۔ امام خمینی، توضیح المسائل، ۱۴۶

مالکیہ کے سوا دیگر ایمہ اذان کو سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں اور حنابلہ کے نزدیک اذان فرض کفایہ ہے اگر کوئی ایک شخص اذان کہہ لے تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔[1]

الفقہ الاحوط کے مطابق اذان اور اقامت مردوں کے حق میں فرض نمازوں کی جماعت کی ادائیگی کی صورت میں فرض کفایہ ہے اور اکیلے نماز پڑھنے کی صورت میں مستحب ہے خواہ ادا ہو یا قضاء قامت تاکیدی سنت ہے۔ عورتوں کے لئے اذان نہیں ہے صرف قامت ہے۔ اذان کی پہلی تکبیریں چار ہیں باقی تمام کلمات صرف دو دو مرتبہ جائز ہیں۔آخری تہلیل قد قامت الصلٰوۃ کے سوا اقامت میں تمام کلمات کا دو دو مرتبہ پڑھنا جائز ہے قد قامت الصلٰوۃ اور تکبیرات کے علاوہ دیگر کلمات کو ایک ایک مرتبہ پڑھنا جائز ہے۔

اذان وقت کے داخل ہونے سے پہلے دینا جائز نہیں سوائے فجر کی اذان کے۔ طلوع صبح کے بعد اذان دہرائی جائے تو افضل ہے۔ اسی لیے نوربخشی مکہ کی طرح تہجد کے وقت بھی اذان دیتے ہیں اذان اور قامت میں ترتیب اور موالات واجب ہے۔

حنابلہ کے نزدیک اذان فرض کفایہ ہے، مالکیہ کے سوا دیگر ایمہ اذان کو سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔بحر حال اہل سنہ کے علماء میں اذان کے فرض کفایہ، فرض عین اور سنت مؤکدہ ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اہل تشیع میں بھی اذان اور اقامت مستحب ہے۔

الصلٰوۃ خیر من النوم کی حیثیت

"وَ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِيْ خِلَالِ الْأَذَانِ بِدْعَةٌ فَاِنْ قِيْلَ قَبْلَ اَذَانِ الصُّبْحِ اَوْ بَعْدَهُ لِتَنْبِيْهِ الْغَافِلِيْنَ لَا بَأْسَ بِهِ"[2]

"اذان کے دوران الصلٰوۃ خیر من النوم پڑھنا بدعت ہے تاہم اگر اذان صبح سے پہلے یا بعد میں غفلت کے شکار لوگوں کو جگانے کے لیے پڑھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

"ویزید فی اذان الفجر بعد الفلاح الصلٰوۃ خیر من النوم مرتین 'لان بلال قال الصلٰوۃ خیر من النوم وجدالنبیﷺ راقداً فقال علیہ السلام ما احسن ھذا یا بلال اجعلہ فی اذانک وخص الفجربہ لانہ وقت نوم وغفلۃ" [3]

1۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۳۸۴

2۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ۲۸

3۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱\۳۲۰

''فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ الصلٰوۃ خیر من النوم کا اضافہ کرے، اس لئے کہ حضرت بلال نے جب آپ ﷺ کو سوتے ہوئے پایا تو یوں کہا الصلٰوۃ خیر من النوم، اس پر آپ نے فرمایا اے بلال یہ بڑا عالی جملہ ہے اسے تم اپنی اذان میں شامل کر لو اور فجر کی اذان کو اس کے ساتھ خاص کر دو کیونکہ وہ سونے اور غفلت کا وقت ہے۔''

کلمات اذان

نور بخشی اذان کی ترتیب یوں ہے۔

اللہ اکبر چار مرتبہ

اشهد ان لااله الله دو مرتبہ

اشهد ان محمد رسول الله دو مرتبہ

اشهد ان علی ولی الله دو مرتبہ

حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ

حی علی الفلاح دو مرتبہ

حی علیٰ خیر العمل دو مرتبہ

محمد و علی خیر البشر دو مرتبہ

الله اکبر دو مرتبہ

لا اله الا الله دو مرتبہ۔

نور بخشی فقہ کے تحت فجر کی اذان کے اندر الصلوٰۃ خیرمن النوم کہنا بدعت ہے البتہ غفلت میں پڑے رہنے والے لوگوں کو جگانے کی خاطر اذان سے پہلے یا بعد میں پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

اہل سنہ کی فقہ میں اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیرمن النوم پڑھنا سنت ہے کیونکہ جب حضرت بلال نے آپ ﷺ کو سوتا ہوا دیکھ کر فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیرمن النوم کا اضافہ کیا تو حضرت محمد ﷺ نے ان کلمات کو اذان میں شامل کرنے کا حکم دیا تھا۔

موذن کے لیے شرائط

''موذن نیک صالح ہو اوقات نماز سے واقف ہو امانت دار متقی و پرہیز گار اور اذان کی سنتوں کا عالم ہو جیسے کہ اذان میں ترسل اور حدر اور تکبیر کا چار مرتبہ کہنا۔''[1]

[1] مولانا خالد محمود، فقہ حنفی، ۱۷۴\۱

''وَ لَا يَنْبَغِیْ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُؤَذِّنُ اِلَّا رَجُلًا مُسْلِمًا عَادِلًا عَاقِلًا مُمَيِّزًا رَشِيْدًا وَ لَا يُشْتَرَطُ الْبُلُوْغُ عَارِفًا بِالْاَوْقَاتِ مُهْتَمًّا بِتَحَقُّقِهَا حَافِظاً لَّهَا صَيِّتًا صَبِيْحًا حَسَنَ الصَّوْتِ اَوْ لَيْسَ بِقَبِيْحِ الصَّوْتِ قَائِمًا مَعَ الْقُدْرَةِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ مُتَاَنِّيًا مُّرَتِّلًا فِی الْاَذَانِ حَادِرًا فِی الْاِقَامَةِ مُتَطَهِّرًا عَنِ الْجَنَابَةِ فِيْهِمَا مُتَوَضِّيًا فِی الْاِقَامَةِ مُبْطِيًا بَيْنَهُمَا بِمِقْدَارِ رَكْعَتَيْنِ تَقْرِيْبًا اِلَّا فِی الْمَغْرِبِ وَ الْاَذَانُ يَجُوْزُ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مُتَوَضِّيًا بِالْكَرَاهَةِ وَ الْاِقَامَةُ لَايَجُوْزُ اِلَّا لِمَنْ يَجُوْزُ لَهُ الصَّلٰوةُ''[1]

''موذن کے لیے ایسا شخص ہونا چاہیے کہ وہ مسلمان ہو، عادل ہو، عقلمند ہو، صاحب تمیز ہو اور پختہ عقل کا مالک ہو، بالغ ہونا شرط نہیں، وقتوں کی اہمیت کا لحاظ رکھنے والا ہو، تحقیق او قات کا اہتمام کرنے والا ہو، وقتوں کا خیال رکھنے والا ہو، اچھی آواز کا مالک ہو، نیک چلن کا حامل ہو، خوش آواز ہو یا کم از کم خراب آواز والا نہ ہو۔ اپنی طاقت سے کھڑا ہو، قبلہ کی طرف رخ کرے، اذان کو ترتیل کے ساتھ آہستہ پڑھنے والا ہو، اقامت کو جلدی جلدی پڑھنے والا ہو، اذان اور اقامت میں جنابت سے پاک ہو۔ اقامت پڑھنے کی صورت میں باوضو ہو، مغرب کے علاوہ دونوں میں تقریباً دو رکعت نماز پڑھنے کی حد تک وقفہ کرنے والا ہو۔ اگر باوضو نہ ہو تو مکروہ طور پر اذان دی جاسکتی ہے، لیکن اقامت صرف اس شخص کے لیے جائز ہے جو نماز پڑھ سکتا ہو۔''

اہل سنہ کے ہاں موذن کا نیک صالح پرہیز گار امانت دار اور اذان کی سنتوں سے واقفیت ہونا ضروری ہے جبکہ فقہ الاحوط کی روشنی میں موذن کے لئے کافی شرائط ہیں مثلاً مرد، عادل، عقل مند او قات کا جاننے والا بلند آواز، نیک کردار، خوش آواز، اذان کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے والا ہو، اقامت کو جلدی جلدی پڑھنے والا، دونوں میں جنابت سے پاک ہونا، اقامت کیلئے باوضو ہونا، مغرب کے علاوہ دونوں میں تقریباً دو رکعت نماز کا وقفہ کرنے والا ہو۔ اگر باوضو نہ ہو تو مکروہ طور پر اذان دی جاسکتی ہے لیکن اقامت صرف اس شخص کے لیے جائز ہے جو نماز پڑھ سکتا ہو۔

دائرہ ہندیہ

فقہ الاحوط کی ایک انفرادیت دائرہ ہندیہ ہے یہ نصف النہار اور زوال معلوم کرنے کا طریقہ ہے۔

''وَطَرِيْقُ تَحْصِيْلِهَا اَنْ تُسَوِّیَ مَوْضِعًا بِمِسْطَرَةٍ مُصَحَّحَةٍ بِحَيْثُ لَا يَبْقٰى فِيْهِ تَقْعِيْرٌ وَ لَا تَحْدِيْبٌ وَ لَوْ صُبَّ فِيْهِ مَاءٌ لَسَالَ اِلٰی جَوَانِبِهِ عَلَى السَّوَاءِ ثُمَّ تُرْسِمَ عَلَيْهِ دَائِرَةً بَایِّ بُعْدٍ شِئْتَ وَ تُقِيْمَ عَلٰى مَرْكَزِهَا مِقْيَاسًا مَخْرُوْطًا مُحَدَّدًا رَأْسُهُ مُسَاوِيًا لِّرُبُعِ قُطْرِهَا اَوْ اَقَلَّ مِنَ الرُّبُعِ وَ تُجَرِّبَ الْمِقْيَاسَ فِیْ اِسْتِقَامَتِهِ بِاَنْ تُقَدِّرَ مِنْ رَّأْسِ الْمِقْيَاسِ ثَلَاثَةَ جَوَانِبَ مِنَ الْمُحِيْطِ فَاِنْ كَانَ الْمِقْدَارُ مُسَاوِيًا مِنَ الْجَوَانِبِ لَاخِفَاءَ اَنَّهُ اسْتَقَامَ عَلٰى زَوَايَا قَائِمَةٍ''[2]

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۲۸

[2] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص ۳۴، ۳۳

''دائرہ ہندیہ کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ کسی صحیح مسطر سے ایک مقام کو اس طرح برابر کر دیں کہ اس میں کسی قسم کا نشیب و فراز نہ رہے۔ اگر مقام پر پانی ڈالا جائے تو پانی اس کے اطراف میں برابری کے ساتھ پھیل جائے۔ پھر اپنی ضرورت کے مطابق کسی بھی جگہ پر ایک دائرہ بنائیں پھر اس دائرے کے عین مرکزی نقطہ پر ایسا مخروطی صورت کا نوکدار پیمانہ کھڑا کر دیں جو اس دائرے کے قطر کے چوتھائی حصہ یا اس سے کم کے برابر ہو۔ پیمانہ کے برابر کھڑا ہونے کا اس طرح تجربہ کریں کہ پیمانہ کے سرے سے تینوں اطراف کا اندازہ لگایا جائے اگر تینوں اطراف کا اندازہ برابر ہو تو واضح ہوا کہ وہ پیمانہ زاویہ قائمہ پر قائم ہے۔''

''وَ تَرْصُدَ دُخُوْلَ ظِلِّ الْمِقْيَاسِ فِيْ الدَّائِرَةِ وَ تُعْلِمَ عَلَى الْمُحِيْطِ عَلَامَةً لِمَدْخَلِهِ مِنْ جَانِبِ الْمَغْرِبِ وَتَرْصُدَ خُرُوْجَهُ مِنْهَا وَتُعْلِمَ اَيْضًا عَلَى الْمُحِيْطِ عَلَامَةً لِمَخْرَجِهِ مِنْ جَانِبِ الْمَشْرِقِ ثُمَّ تَصِلَ بِخَطٍّ مُّسْتَقِيْمٍ بَيْنَ عَلَامَتَيِ الْمَدْخَلِ وَ الْمَخْرَجِ لِيَظْهَرَ قَوْسٌ كَالْوَتْرِ فَتُنَصِّفَ هٰذَا الْقَوْسَ وَ تُعْلِمَ عَلٰى مُنْتَصَفِهِ عَلَامَةً وَ تَصِلَ مِنْ هَذِهِ الْعَلَامَةِ اِلَى الْمَرْكَزِ بِخَطٍّ مُسْتَقِيْمٍ وَ تُخْرِجَهُ عَلٰى اسْتِقَامَتِهِ مِنْ رَّأْسِهِ اِلَى الْمُحِيْطِ فَذَالِكَ الْخَطُّ الَّذِيْ صَارَ قُطْرَ الدَّائِرَةِ هُوَ خَطُّ نِصْفِ النَّهَارِ يَعْنِى اِذَا انْطَبَقَ ظِلُّ الْمِقْيَاسِ عَلٰى ذَالِكَ الْخَطِّ كَانَ وَقْتَ الْاِسْتِوَاءِ الَّذِيْ يَكْرَهُ فِيْهِ الصَّلٰوةُ وَ اِذَا زَالَ الظِّلُّ عَنْهُ زَوَالًا مَّا تَفْتَرِضُ الصَّلٰوةُ فَمَعْرِفَةُ ذَالِكَ الْوَقْتِ كَانَ فَرْضًا عَلَى الْكِفَايَةِ لِلْمُمَيِّزِيْنَ بَيْنَ وَقْتَيِ الْكَرَاهَةِ وَ الْاِفْتِرَاضِ۔''[۱]

''پھر اس دائرہ میں مقیاس کے سائے کے دخول پر نظر رکھیں اور مغرب کی جانب سے محیط پر سائے کے داخل ہونے کے مقام پر نشان لگائیں اور پھر اس سائے کے خروج پر نظر رکھیں اور محیط سے مشرق کی جانب اس سائے کے خروج کے مقام پر نشان لگائیں پھر اس سائے کے مقام دخول اور خروج کے دونوں نشانات کو ایک لکیر کی مدد سے ملائیں تاکہ وتر کی طرح ایک قوس نمودار ہو۔ اس قوس کو دو حصوں میں تقسیم کریں اور اس کے مقام تقسیم پر نشان لگائیں اور اس کو مرکز سے سیدھی لکیر کے ذریعے ملائیں اور اس کو سرے سے محیط تک سیدھا لے جائیں پس یہ لکیر جو دائرہ کا قطر بن گئی تو نصف النہار کی خط ہے یعنی اگر پیمانے کا سایہ اس خط پر پہنچ جائے تو یہ وقت استوا کا وقت ہے جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور جب سایہ اس لکیر سے تھوڑا سا زوال پذیر ہو جائے تو نماز فرض ہو جاتی ہے۔ پس مکروہ اور وقت فرضیت میں تمیز کرنے والوں کیلئے اس وقت کی پہچان فرض کفایہ ہے۔''

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص ۳۴، ۳۳

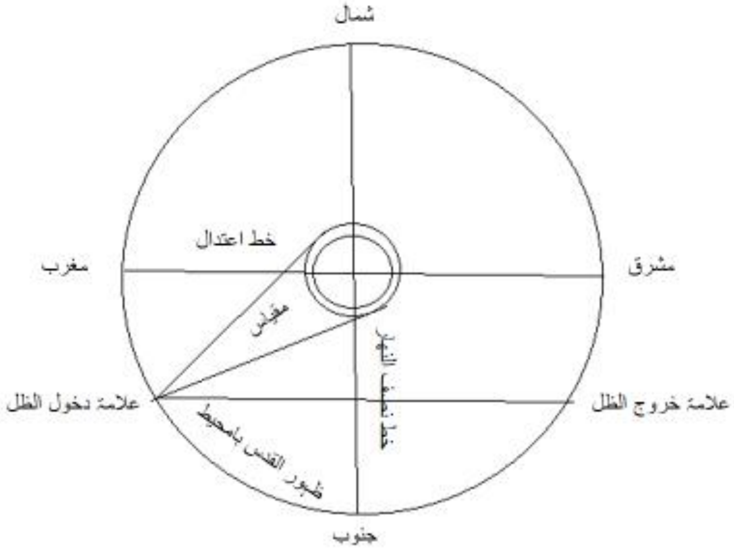

سمت قبلہ

فقہ الاحوط میں میں سمت قبلہ معلوم کرنے کے لیے طریقہ تفصیل سے دیا ہوا ہے۔

''اَمَّا سَمْتُ الْقِبْلَةِ فَنُقْطَةٌ مِّنَ الْاُفُقِ اِذَا وَاجَهَهَا الْمُصَلِّیْ کَانَ مُوَاجِهًا لِلْقِبْلَةِ وَهِیَ نُقْطَةُ التَّقَاطُعِ بَیْنَ دَائِرَةِ الْاُفُقِ وَ بَیْنَ دَائِرَةٍ عَظِیْمَةٍ تَمُرُّ بِسَمْتِ رُؤُوْسِ اَهْلِ الْبَلَدِ وَ مَکَّةَ وَ الْقَوْسِ الَّذِیْ بَیْنَ نُقْطَةِ هٰذَا التَّقَاطُعِ وَ بَیْنَ خَطِّ نِصْفِ النَّهَارِ مَعَ الْمُحِیْطِ وَ هُوَ قَوْسُ الْاِنْحِرَافِ وَ یُسَمُّوْنَهُ اَیْضًا بِسَمْتِ الْقِبْلَةِ لٰکِنَّ الْمُرَادَ وهیهُنَا تِلْکَ النُّقْطَةُ لَا الْقَوْسُ فَاِنْ کَانَ طَوْلُ بَلَدٍ وَ طَوْلُ مَکَّةَ مُتَسَاوِیَیْنِ فَسَمْتُ الْقِبْلَةِ رَأْسُ خَطِّ نِصْفِ النَّهَارِ الْمُتَقَاطِعُ لِدَائِرَةِ الْاُفُقِ اِمَّا نُقْطَةُ الْجُنُوْبِ اِنْ کَانَ عَرْضُ الْبَلَدِ اَکْثَرَ مِنْ عَرْضِ مَکَّةَ وَ اِمَّا نُقْطَةُ الشِّمَالِ اِنْ کَانَ اَقَلَّ''[1]

''قبلہ کی سمت یہ افق کا وہ نقطہ ہے جس کی طرف جب نمازی رخ کر کے نماز ادا کرے تو وہ قبلہ رو ہو جاتا ہے۔ یہ افقی دائرہ اہل بلد اور اہل مکہ کے سروں سے گزرنے والے بہت بڑے دائرے کو آپس میں تقسیم کرتا ہے اور اس تقسیم اور خط نصف النہار کے درمیان موجود قوس ہے۔ اس کو قوس انحراف کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ اسے سمت قبلہ کہتے ہیں تاہم یہاں اس قوس سے مراد مذکورہ نقطہ ہے قوس نہیں۔ پھر اگر مکہ کی لمبائی اور طول

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص۳۶،۳۷

بلد برابر ہوں تو سمت قبلہ اس خط نصف النہار کا سرا ہے جو دائرہ افق کو تقسیم کرتا ہے۔ اگر عرض بلد عرض مکہ سے زیادہ ہو تو یہ نقطۂ جنوب ہو گا۔ اور اگر یہ کم ہو تو نقطہ شمال ہو گا۔"

"وَ فِیْ غَیْرِ ذَالِکَ لَابُدَّ مِنَ الْاِنْحِرَافِ عَنْ نُقْطَتَیِ الشِّمَالِ وَ الْجُنُوْبِ وَ لِمَعْرِفَةِ سَمْتِ الْقِبْلَةِ الْمُنْحَرِفِ عَنِ النُّقْطَتَیْنِ وَجُوْهٌ اَسْهَلُهَا وَ اَشْمَلُهَا اَنَّ الشَّمْسَ تَمُرُّ بِسَمْتِ رَأْسِ مَكَّةَ فِیْ نِصْفِ نَهَارِهَا اِذَا حَلَّتْ فِیْ الثَّامِنَةِ مِنَ الْجَوْزَاءِ وَ الثَّالِثَةِ وَ الْعِشْرِیْنَ مِنَ السَّرْطَانِ فَضَعْ وَاحِدَةً مِنْ هَاتَیْنِ الدَّرَجَتَیْنِ عَلٰی خَطِّ وَسْطِ السَّمَاءِ فِیْ الْاُسْطُرْلَابِ الْمَعْمُوْلِ لِعَرْضِ الْبَلَدِ۔ فَاعْلَمْ عَلَامَةً عَلَی الْجُزْءِ الَّذِیْ وَصَلَ اِلَیْهِ الْمُرِیْ مِنْ اَجْزَاءِالْحُجْرَةِ وَ اَدِرِ الْعَنْكَبُوْتَ بِقَدْرِ مَا بَیْنَ الطُّوْلَیْنِ اِلَی الْمَغْرِبِ اِنْ كَانَتْ مَكَّةُ غَرْبِیَّةً عَنِ الْبَلَدِ وَ اِلَی جَانِبِ الْمَشْرِقِ اِنْ كَانَتْ شَرْقِیَّةً عَنْهُ۔ ثُمَّ انْظُرْ اَنَّ هٰذِهِ الدَّرَجَةَ عَلٰی اَیَّةِ مُقَنْطَرَةٍ انْطَبَقَتْ فَمَا كَانَ فَهُوَ نِصْفُ النَّهَارِ بِمَكَّةَ وَ الشَّمْسُ مُسَامِتَةٌ بِسَمْتِ رَأْسِهَا فِیْ هٰذِهِ الْحَالَةِ فَانْصَبْ مِقْیَاسًا عَلٰی سَطْحٍ مُسْتَوٍ عَلٰی زَوَایَا قَائِمَةٍ وَ اخْطُطْ عَلٰی ظِلِّهِ مِنَ الْمَرْكَزِ اِلٰی رَأْسِ الظِّلِّ فَذَالِكَ الْخَطُّ الَّذِیْ اِنْ تُنْفِذْهُ عَلٰی اسْتِقَامَتِهِ یَصِلُ اِلَی الْكَعْبَةِ الْمُكَرَّمَةِ شَرَّفَهَا اللهُ فَابْنِ عَلَیْهِ الْمِحْرَابَ وَ الْمَسْجِدَ عَلٰی زَوَایَا قَائِمَةٍ لِیَصِحَّ رُكْنٌ عَظِیْمٌ مِنْ اَرْكَانِ الدِّیْنِ شَیَّدَهُ اللهُ بِالْاَئِمَّةِ الْهُدَاةِ اِلَی الْیَقِیْنِ الْمُبَرَّئِیْنَ مِنْ ظَنِّ الظَّنِّیْنِ۔ وَ لٰكِنَّ هٰذَا الْوَجْهَ اِنْ كَانَ یَعُمُّ مَكَانًا مَا یَعُمُّ زَمَانًا لِاِخْتِصَاصِهِ فِیْ مُدَّةِ سَنَةٍ بِیَوْمَیْنِ یَوْمٌ مِّنْ اَوَاخِرِ الرَّبِیْعِ وَ یَوْمٌ مِّنْ اَوَائِلِ الصَّیْفِ فَلِذٰلِكَ اِحْتَجْتَ اِلٰی وَجْهٍ اٰخَرَ یَعُمُّ زَمَانًا وَّ مَكَانًا اَیْضًاالَّامَكَانًا یُّسَاوِیْ عَرْضُهُ عَرْضَ مَكَّةَ فَاِنَّهُمَا اِذَا تَسَاوَیَا كَانَا تَحْتَ مَدَارٍ وَّاحِدٍ یَوْمِیٍّ فَیُعْرَفُ سَمْتُ الْقِبْلَةِ بِالْوَجْهِ الْاَوَّلِ لِاَنَّ الْوَجْهَ الثَّانِیَ الَّذِیْ اَذْكُرُهُ اِنْ شَاءَاللهُ تَعَالٰی یَخْتَصُّ بِالْبُلْدَانِ الَّتِیْ تَخْتَلِفُ مَعَ مَكَّةَ طُوْلًا وَ عَرْضًا فَالْمُتَّفِقُ مَعَ مَكَّةَ طُوْلًا اِمَّا شِمَالِیٌّ وَ اِمَّا جُنُوْبِیٌّ وَ عَرْضًا اِمَّا شَرْقِیٌّ وَ اِمَّاغَرْبِیٌّ۔ وَ الْمُخْتَلِفُ اِمَّا شَرْقِیٌّ شِمَالِیٌّ وَ اِمَّا شَرْقِیٌّ جُنُوْبِیٌّ وَ اِمَّا غَرْبِیٌّ شِمَالِیٌّ وَ اِمَّا غَرْبِیٌّ جُنُوْبِیٌّ فَاِذَا كَانَ الْبَلَدُ شَرْقِیًّا شِمَالِیًّا فَسَمْتُ قِبْلَتِهِ یَتَحَقَّقُ بِاَنْ تَعُدَّ مِنْ اَجْزَاءِ الْمُحِیْطِ مُبْتَدِیًا مِّنْ نُقْطَةِ الْجُنُوْبِ بِقَدْرِ فَضْلِ طُوْلِ الْبَلَدِ عَلٰی طُوْلِ مَكَّةَ اِلٰی جَانِبِ الْمَغْرِبِ وَ تَعُدَّ مِنْ نُقْطَةِ الشِّمَالِ اِلٰی جَانِبِ الْمَغْرِبِ اَیْضًا بِقَدْرِهِ وَ تَصِلَ بَیْنَ نِهَایَتَیِ الْعَدَدِ بِخَطٍّ مُسْتَقِیْمٍ یُوَازِیْ خَطَّ نِصْفِ النَّهَارِ وَ تَعُدَّ مِنْ نُقْطَةِ الْمَغْرِبِ اِلٰی جَانِبِ الْجُنُوْبِ بِقَدْرِ فَضْلِ عَرْضِ الْبَلَدِ عَلٰی عَرْضِ مَكَّةَ۔ وَ تَعُدَّ مِنْ نُقْطَةِ الْمَشْرِقِ اِلٰی جَانِبِ الْجُنُوْبِ اَیْضًا بِقَدْرِهِ وَ تَصِلَ بَیْنَ نِهَایَتَیِ الْعَدَدِ بِخَطٍّ مُّسْتَقِیْمٍ یُوَازِیْ خَطَّ الْاِعْتِدَالِ فَیَتَقَاطَعُ هٰذَانِ الْخَطَّانِ لَا مُحَالَةَ عَلٰی نُقْطَةٍ غَیْرِ الْمَرْكَزِ فَتُخْرِجَ مِنْ مَرْكَزِ الدَّائِرَةِ خَطًّا مُّسْتَقِیْمًا اِلٰی نُقْطَةِ تَقَاطُعِهِمَا وَ تُنْفِذَهُ اِلَی الْمُحِیْطِ فَرَأْسُ ذَالِكَ الْخَطِّ الْمُنْتَهِیْ اِلَیْهِ سَمْتُ قِبْلَتِهِ"[1]

"اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں شمال اور جنوب کے دونوں نقطوں سے انحراف لازمی ہو گا۔ دونوں نقطوں سے انحراف والے سمت قبلہ کی پہچان کی کئی صورتیں ہیں ان میں سے سب سے آسان اور جامع صورت یہ ہے

---

[1]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص٣٦۔٤١

کہ سورج نصف نہار کے وقت شہر مکہ کے عین اوپر سے گزرتا ہے جب برج جوزا آٹھویں درجے اور برج سرطان تئیسویں درجے پر ہو۔ پس اسطرلاب میں وسط سماء سے گزرنے والے خط عرض بلد پر ان دونوں میں سے کسی ایک درجے کو لیں۔ پھر اجزائے حجرہ میں سے اس جزء پر نشان لگائیں جہاں مری پہنچے اور مکہ مغرب میں ہونے کی صورت میں مغرب کی جانب دونوں لمبائی کے اندازے کے مطابق عنکبوت کو گھمائیں اور مشرق کی جانب گھمائیں اگر مکہ مشرق کی جانب ہو۔ پھر دیکھیں کہ یہ درجہ کس دائرے سے مل رہا ہے۔ جو بھی ہو یہی مکہ میں نصف النہار کا وقت ہے اور اس صورت میں سورج مکہ کے بالکل اوپر سے ضوفشاں ہو رہا ہوتا ہے۔ پھر زاویہ قائمہ کے برابر سطح پر ایک پیمانہ نصب کریں اور پیمانے کے سائے پر مرکز سے لے کر سائے کے سرے تک ایک خط کھینچیں، چنانچہ یہ وہ خط ہو گا جسے اگر براہ راست پار نکالا جائے تو کعبہ مکرمہ شرفھا اللہ تک پہنچتا ہے۔ پس اس زاویہ قائمہ پر محراب اور مسجد کی بنیاد رکھیں تاکہ دین کا ایک عظیم رکن درست ہو جسے اللہ نے ان ائمہ علیہم السلام کے ذریعے مضبوط بنایا جو مقام یقین تک ہدایت یافتہ ہیں اور بدگمانوں کی بدگمانی سے پاک ہیں۔ لیکن یہ طریقہ مکان کے اعتبار سے عام ہے تاہم سال میں صرف دو دنوں موسم بہار کے اواخر اور موسم گرما کے ابتدائی ایام کیساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے زمانہ کے اعتبار سے عام نہیں، لہٰذا ایک ایسے طریقے کی ضرورت ہوئی جو زمانہ اور وقت دونوں کیلئے عام ہو تاہم یہ ان مقامات کیلئے نہیں جس کا عرض مکہ کے عرض کے برابر ہو کیونکہ اگر دونوں برابر ہو تو دونوں دن کے ایک مدار کے ماتحت ہونگے۔ اس طرح سمت قبلہ کی پہچان پہلے طریقہ کار کے مطابق ہو گی۔ کیونکہ دوسرے طریقہ کار جس کا ذکر عنقریب انشاء اللہ میں کروں گا مکہ شریف کے طول اور عرض میں مختلف ہے مکہ کے طول کے برابر شہر یا شمالی ہو گا یا جنوبی اور عرض سے برابر شہر شرقی ہو گا یا غربی۔ مکہ سے مختلف شہر یا اس کا شمال مشرقی ہو گا یا جنوب مشرقی، یا شمال مغربی ہو گا یا جنوب مغربی۔ اگر شہر شمال مشرقی ہو تو اس کی سمت قبلہ اس طرح واضح ہو گی کہ جنوبی نقطے سے ابتدا کرتے ہوئے مغرب کی جانب مکہ کے طول پر طول بلد کے اضافی اندازے سے محیط کے اجزا کی گنتی کریں۔ اور اسی اندازے سے شمال سے مغرب کی جانب تک گنتی کریں اور دونوں کے انتہائی عددوں کو سیدھی لکیر کے ذریعے ملائیں جو خط نصف النہار کے برابر ہو اور مغرب سے ابتدا کرتے ہوئے جنوب تک مکہ کے عرض پر عرض بلد کے اضافی اندازے کے مطابق اجزا کی گنتی کریں۔ مشرق سے جنوب کی جانب اسی اندازے سے گنتی کریں اور ان دونوں کے انتہائی عددوں کو سیدھی لکیر کے ذریعے ملائیں جو خط اعتدال کے برابر ہو۔ اس طرح یہ دونوں لکیریں مرکزی خط کے سوا کسی اور مقام پر آپس میں لازمی طور پر مل جائیں گی اور پھر مرکز سے ایک خط اسی نکتہ انقطاع تک کھینچیں اور اس کو محیط کے پار تک لے جائیں محیط کے آخر تک جانے والا یہ خط سمت قبلہ ہے۔''

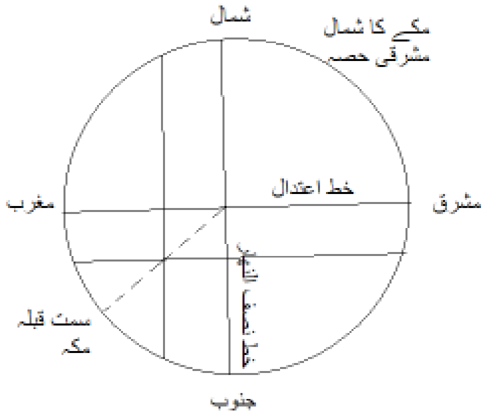
شمال
مکے کا شمال
مشرقی حصہ
مغرب
خط اعتدال
مشرق
خط نصف النہار
سمت قبلہ
مکہ
جنوب

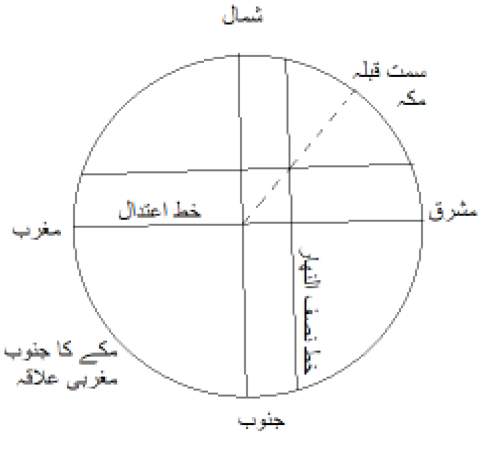
شمال
سمت قبلہ
مکہ
مغرب
خط اعتدال
مشرق
خط نصف النہار
مکے کا جنوب
مغربی علاقہ
جنوب

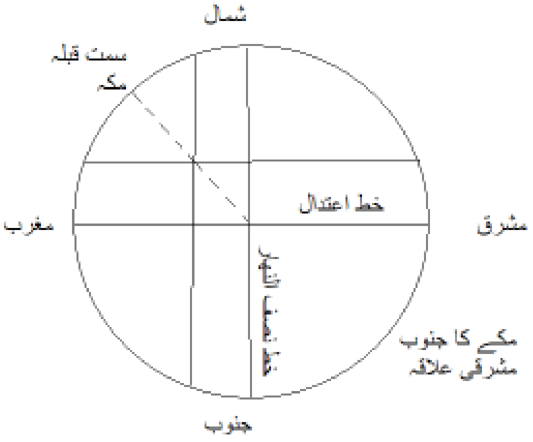

سورج یا قطب تارے سے قبلے کا رخ متعین کرنے کا طریقہ

سورج اور ستارے ان ذرائع میں سے ہے جن سے سمت قبلہ کی رہنمائی ہو سکتی ہے۔ لہذا ہر جہت میں سورج کے حساب سے قبلے کا رخ دریافت کیا جا سکتا ہے، کیونکہ جدھر سے سورج طلوع ہوتا ہے اس سے مشرق کی سمت متعین ہو جاتی ہے اور جدھر ڈوبتا ہے وہ مغرب ہے۔ اور جب مشرق اور مغرب معلوم ہو جائیں تو شمال و جنوب کے رخ بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ہر سمت کے رہنے والے قبلے کے رخ جان سکتے ہیں۔

قبلہ کا رخ مختلف مقامات پر تبدیل ہوتا رہتا ہے اور اس کا تعین ہر جہت میں ہندسی قاعدوں اور حساب کے ذریعے کیا جاتا ہے، بایں طور پر کہ پہلے خط استوا سے اور مغرب کی جانب سے مکہ معظمہ کا فاصلہ دریافت کر لیا جائے، اس کے بعد اس مخصوص یا متعین شہر کا فاصلہ اسی طرح معلوم کیا جائے پھر انہیں بنیادوں پر قیاس کر کے قبلہ کی سمت دریافت کر لی جائے۔

اگر عوام کے لیے اس کا سمجھنا مشکل ہو تو اس کو نظر انداز کر دیا جائے اور مشہور و معروف محرابوں کی طرف توجہ کی جائے یا دوسری اہم علامات کو دیکھا جائے۔[۱]

الفقہ الاحوط میں ظہر کا وقت اور سمت قبلہ معلوم کرنے کا واضح طریقہ سمت قبلہ اور دائرہ ہندیہ کی صورت میں تفصیل سے دیا گیا ہے جبکہ الہدایہ اور فقہ علی المذاہب اربعہ میں سمت قبلہ معلوم کرنے مخصوص طریقہ متعین نہیں ہے۔

۱۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب فقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۲۴۷، ۲۴۵

نماز کے شرائط

۱۔ سمت قبلہ ہونا

الفقہ الاحوط کے مطابق سمت قبلہ کا ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔

''اَمَّا اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِفَشَرْطٌ فِیْ صِحَّةِالصَّلٰوةِمَعَ الْقُدْرَةِاِلَّالِلسَّائِرِ الْمُتَنَقِّلِ وَالْخَائِفِ مِنَ الْاَعْدَاءِوَ غَيْرِهِمْ اِنْ كَانُوْا رَاكِبِيْنَ اَوْ رَاجِلِيْنَ فَاِنَّ صَوْبَ الطَّرِيْقِ بَدَلٌ عَنِ الْقِبْلَةِ فِیْ حَقِّهِمْ وَ اِنْ تَيَسَّرَ فِی الْاِحْرَامِ التَّوَجُّهُ اِلَی الْقِبْلَةِ كَانَ اَفْضَلَ وَ عِنْدَ شِدَّةِ الْخَوْفِ يَجُوْزُ اَدَاءُالْفَرَائِضِ فِی السَّيْرِ بِالْاِيْمَاءِكَالنَّوَافِلِ وَ لَا يَجِبُ الْقَضَاءُ وَ اِنْ اَرَادَ اَنْ يَّقْضِیَ كَانَ اَفْضَلَ وَ يَنْبَغِیْ اَنَّ الْاِيْمَاءَلِلسُّجُوْدِ كَانَ اَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ''[۱]

''قبلہ رخ ہونا نماز کے درست ہونے کے لیے شرط ہے بشرطیکہ قدرت ہو، دشمن سے خوف کھانے والے شخص کے حق میں بشرطیکہ وہ سوار یا پیدل ہوں۔ ایسے افراد کے لیے ان کے راستے کی جانب ہی ان کے حق میں قبلہ کا تبدیل کرنا مناسب ہے۔ اگر تکبیر احرام کے لیے قبلہ کا رخ کرنا آسان ہوتا تو اس سے بہتر ہے۔ سخت ڈر کے موقع پر فرائض کو بھی نفل نمازوں کی طرح ادا کرنے کی صورت میں اشارے سے ادا کرنا جائز ہے اور قضا واجب نہیں ہے اور اگر قضاء بجالانا چاہے تو بہتر ہے۔ مناسب ہے کہ سجدہ کا اشارہ رکوع کی نسبت کچھ کم ہو۔''

۲۔ سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا

الفقہ الاحوط کی رو سے نماز کی شرائط میں سے ایک سجدہ گاہ کا غصب شدہ نہ ہونا ہے۔

''وَمِنْ شَرَائِطِ الصَّلٰوةِ مَسْجِدٌ طَاهِرٌ غَيْرُ مَغْصُوْبٍ''

''ایسی پاک سجدہ گاہ کا ہونا جو غصب شدہ نہ ہو نماز کی شرائط میں سے ہے۔''

مکروہ مقامات برائے نماز

الفقہ الاحوط کی رو سے مندرجہ ذیل جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

''وَاِنْ لَّمْ تَجِدْ غَيْرَ مَغْصُوْبٍ وَ ضَاقَ الْوَقْتُ يَجُوْزَ فِيْهِ الصَّلٰوةُ وَ اِنْ كَرِهَتْ وَ تَكْرَهُ اَيْضًا فِی الْحَمَّامِ عَلٰی فَرْشِهِ اَمَّا اِنْ تُصَلِّ فِی الْحَمَّامِ عَلٰی لَوْحٍ مِنَ الْخَشَبِ اَوِ الْحَجَرِ سِوَی الْفَرْشِ فَلَاتَكْرَهُ وَ تَكْرَهُ اَيْضًا فِیْ مَكَانٍ عِنْدَ الْمَزْبَلَةِ وَ لَوْ كَانَ طَاهِرًاوَتَكْرَهُ فِی الْاَرْضِ السَّبِخَةِ وَ فِی مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَ مَسَاكِنِ الْبَقَرِ وَ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَ الْحَمِيْرِ وَ النَّمْلِ وَ الْاَوْدِيَةِ مَخَافَةَ السَّيْلِ وَ اِنْ لَّمْ تَخَفْ فَلَاكَرَاهَةَ وَ عَلَی الثَّلْجِ مَا لَمْ يَتَمَكَّنْ جَبْهَتُكَ فِی السُّجُوْدِ وَ بَيْنَ الْمَقَابِرِ وَ لَمْ يَكُنْ حَائِلٌ اِلَّا الْمَشَاهِدَ الْمُتَبَرَّكَةَ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِوَ فِیْ بُيُوْتِ نِيْرَانِ الْمَجُوْسِ وَ بُيُوْتِ الْاَصْنَامِ وَ بُيُوْتِ اَوْسَاطِ الشَّوَارِعِ وَ مُحَاذَاتِ النِّيْرَانِ الْمُشْتَعِلَةِ وَالْبَابِ الْمَفْتُوْحِ وَالْاِنْسَانِ الْمُوَاجِهِ وَاِنْ لَّمْ تَجِدْ مَكَانًا طَاهِرًا يَسَعُكَ قِيَامًا وَّ سُجُوْدًا

[۱] شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ۳۱

فَمَوْضِعُ السُّجُوْدِ لَا يَجُوْزُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ طَاهِرًا وَ بَاقِي الْمَكَانِ اِنْ كَانَ يَابِسًا لَا يَنْفَذُ بَلَّةُ بِبَدَنِکَ وَ ثَوْبِکَ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ طَاهِرًا يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ فِيْهِ ضَرُوْرَةً وَ اِنْ لَّمْ تَجِدْ هٰذَا الْقَدْرَ فَصَلِّ بِالْاِيْمَاءِ''[1]

''اگر وقت کم ہو اور اسی غصب شدہ جگہ کے علاوہ دوسری جگہ نہ ملے تو مکروہ طور پر اس پر نماز جائز ہے۔ غسل خانے کے فرش پر بھی مکروہ ہے تاہم اگر ایسے غسل خانوں میں فرش کے سوا لکڑی یا پتھر کے تختے پر نماز پڑھے تو مکروہ نہیں۔ کچرے کے ڈھیر کے قریب بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر چہ وہ جگہ پاک ہی کیوں نہ ہو۔ شورزدہ زمین پر مکروہ ہے۔ اونٹوں کے خوابگاہوں میں نماز مکروہ ہے بھیڑ بکریوں کے باڑوں میں مکروہ ہے۔ گائے، گھوڑا، خچر، گدھا رہنے کی جگہوں، چیونٹیوں کے بلوں اور سیلاب کے خطرے کے مقام پر بھی مکروہ ہے۔ اگر خدشہ نہیں ہے تو مکروہ نہیں۔ برف پر مکروہ ہے جب تک پیشانی سجدے میں مکمل طور پر نہ جمے۔ اگر کوئی پردہ درمیان میں نہ ہو تو قبور کے درمیان مکروہ ہے مگر انبیاء واولیاء کے مزارات مستثنیٰ ہیں۔ آتش پرستوں کے آتش کدوں اور بت خانوں اور شاہراہوں کے درمیان موجود گھروں، شعلے مارتی آگ کے سامنے، کھلے دروازے کے سامنے اور انسان کے رُوبرو نماز مکروہ ہے۔ اگر کوئی ایسی پاک جگہ نہ ملے جہاں قیام و سجود آسانی سے ادا ہو سکے تو کم از کم سجدہ گاہ کا پاک ہونا ضروری ہے باقی جگہ اگر خشک ہو اور ان کی تری جسم، کپڑا تک نہ پہنچے تو ایسی صورت میں ناپاک ہوتے ہوئے بھی ضرورت کی بناء پر نماز جائز ہے۔ اگر اتنی مقدار میں بھی پاک جگہ نہ ملے تو نماز اشارے سے ادا کی جائے۔''

۳مقام پردہ کا چھپانا

پردہ کا مقام کا چھپانا نماز کی شرطوں میں سے ہے۔

''وَمِنْ شَرَائِطِهَا سَتْرُ الْعَوْرَةِ وَهِيَ بِالْحَقِيْقَةِ الْقُبُلُ وَ الدُّبُرُ وَ تَكْمِيْلُهَا مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَ الرُّكْبَةِ لِلرِّجَالِ وَ الْاِمَاءِ وَ لِلْحُرَّةِ جَمِيْعُ بَدَنِهَا اِلَّاالْيَدَيْنِ اِلَى الزَّنْدَيْنِ وَ الْوَجْهَ وَ الْقَدَمَيْنِ''[2]

''قابل پردہ مقام کا چھپانا نماز کی شرائط میں سے ہے یہ در حقیقت آگے اور پیچھے کے مقامات ہیں۔ پردے کی تکمیل مردوں اور کنیزوں کیلئے ناف اور گھٹنوں کا درمیانی حصہ اور آزاد عورتوں کیلئے کلائیوں تک دونوں ہاتھوں چہرہ اور پیروں کے سوا پورا بدن قابل پردہ ہے۔''

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۴۲

[2] ۔ ایضاً

۴۔ جسم اور لباس کا پاک ہونا

''وَمِنْ شَرائِطِهَاطَهَارَةُ الْبَدَنِ وَالثَّوْبِ وَلوِشْتَبَهَ ثَوْبٌ طَاهِرٌ بِثَوْبٍ نَجِسٍ وَجَب تَرْكُهُمَا فِى الصَّلٰوةِ حَتّٰى يَغْسِلَهُمَا وَ فِىْ ضَيْقِ الْوَقْتِ يَجُوْزُ التَّحَرِّى كَمَااِذَا تَيَقَّنَ بِنَجَاسَةِ مَوْضِعٍ مِّنْ بَدَنِهِ اَوْ ثَوْبِهِ وَ لَمْ يَعْرِفْهُ بِعَيْنِهِ وَجَبَ غَسْلُ الْجَمِيْعِ وَ فِىْ قِلَّةِ الْمَاءِاِنْ غُسِلَ الْبَعْضُ الْمَظْنُوْنُ بِهِ يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ فِيْهِ۔''[1]

''اور نماز کی شرائط میں سے جسم اور کپڑے کا پاک ہونا ہے اگر کوئی پاک کپڑا نجس کپڑے سے مشتبہ ہو جائے تو نماز پڑھنے کیلئے دونوں کو دھونے تک چھوڑ دینا واجب ہے اور وقت کی تنگی کی صورت میں احتیاط سے عمل کرے جیسا کہ کسی کپڑے کا یا جسم کا کوئی نجس ہونے کا یقین ہو جائے اور معین جگہ معلوم نہ ہو تو پورے کا دھونا واجب ہے۔ پانی کی کمی کی صورت میں اگر ناپاکی کے گمان والی جگہ کو دھولے تو نماز پڑھنا درست ہے۔''

فقہ حنفی کے مطابق نماز کی شرائط پانچ ہیں۔

۱۔ ہر طرح کے حدث اور نجاست سے جسم اور کپڑوں کی طہارت ۲۔ جگہ کی طہارت ۳۔ ستر کا ڈھانپنا ۴۔ نیت ۵۔ استقبال کعبہ[2]

''يجب على المصليان يقدم الطهارة من الا حداث و الا نجاس قال الله تعالى وثيابك فطهر''[3]

"طہارت کو احداث اور انجاس پر مقدم رکھے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ آپ اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے''

''ومن لم يجد ثوباًصلٰى عرياناً 'قاعداً يومى با لركوع والسجود هٰكذا''[4]

''اور جو شخص کپڑا نہ پائے تو وہ برہنہ ہو کر بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اور اشارے سے رکوع سجدہ کرے۔''

الفقہ الاحوط کی رو سے قبلہ رخ ہونا قدرت کے ساتھ شرط ہے تاہم مسافر نفل پڑھنے والوں اور دشمن سے خوف زدہ لوگوں کے لئے راستے کا رخ ہی ان کے لئے قبلہ کا بدل ہے۔ اگر نیت کرتے وقت قبلہ کا رخ کریں تو افضل ہے۔

سجدہ گاہ کا پاک ہونا اور غصب شدہ نہ ہونا نماز کی شرطوں میں سے ایک ہے۔ غصب شدہ زمین پر مکروہ طور پر جائز ہے اگر وقت کی کمی ہو اور دوسری جگہ نہ ملے۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل جگہوں پر مکروہ طور پر نماز پڑھنا جائز ہے غسل خانے کے فرش پر مکروہ ہے تاہم اگر غسل خانے میں فرش کے سوا لکڑی یا پتھر کے تختے پر نماز پڑھے تو مکروہ نہیں۔ کوڑی کے ڈھیر کے قریب نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ پاک ہی کیوں نہ ہو۔

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۴۳

۲ ۔ مولانا خالد محمود، فقہ حنفی، ۱\۱۷۴

[3] ۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱\۳۳۹

[4] ۔ ایضاً

مقام پردہ کا چھپانا نماز کی شرطوں میں سے ہے یہ درحقیقت آگے اور پچھے کا حصہ ہے۔ مردوں اور کنیزوں کیلئے مکمل پردہ ناف اور گھٹنوں کا درمیانی حصہ ہے۔ اور آزاد عورتوں کیلئے کلائیوں تک دونوں ہاتھوں چہرہ اور پیروں کے علاوہ اس کا پورا بدن پردہ ہے۔

مردوں کے لئے پردے کا پاک ہونا ضروری ہے اور ریشم کا پردہ جائز نہیں اگر پردہ لکڑی یا پتے سے بنا ہو تو کوئی حرج نہیں اگر ایسا پردہ نہ ملے، تو تنکا یا گھاس سے پردہ بھی جائز ہے، اگر کپڑا باریک ہونے سے مقام پردہ کو نہ چھپا سکے تو اس میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اگر وقت کی تنگی یا جنگ کے دوران ریشم کے سوا کوئی پردہ نہ ملے، تو اس میں نماز جائز ہے۔ اگر بغیر اختیار یا کوتاہی کے مقام پردہ کھل جائے، تو فوری طور پر اس کو چھپالے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

شرائط نماز اہل سنہ اور مسلک نوربخشیہ میں ایک جیسے ہیں تاہم اہل سنہ کے ہاں نیت شرائط نماز میں شامل ہے جبکہ مسلک نوربخشیہ میں نیت ارکان نماز میں شامل ہے۔ اسطرح الہدایہ کے تحت کپڑا نہ ملنے اور کپڑے کا زیادہ حصہ گندہ ہونے کی صورت میں برہنہ ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے جبکہ مسلک نوربخشیہ میں کپڑا گندہ ہونے کی صورت اور دوسرا کپڑا نہ ملنے کی صورت میں اسی کپڑے میں نماز پڑھنا اور بعد میں نماز کے اعادے کا حکم ہے اور ننگا ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

ارکان نماز

فقہ الاحوط کی روشنی میں ارکان نماز مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نیت ۲۔ تکبیر احرام ۳۔ قیام ۴۔ قرات ۵۔ رکوع ۶۔ سجود ۷۔ تشہد ۸۔ سلام

الہدایہ کی رو سے نماز میں کل چھ فرائض ہیں جن میں سے سب سے پہلا۔ تحریمہ ۲۔ قیام ۳۔ قراءت ۴۔ رکوع ۵۔ سجدہ ۶۔ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بقدر بیٹھنا ہے۔

''فرائض الصلٰوة ستةالتحریمة لقوله التعالٰی وربك فکبر(سوره مدثر)ولمراد به تکبیرة الا فتتاح والقیام لقوله التعالٰی وقوم لله قٰنتین (سوره بقره)والقراءت لقوله التعالٰی فقرائه ما تیسر من القرآن(سوره مزمل)والرکوع والسجود لقوله التعالٰی والرکعو والسجدو(سوره حج)والقعدة فی آخر الصلٰوة مقدارالتشهد لقوله علیه السلام لابن مسعود حین علمه التشهد اذا قلت هٰذا او فعلت هٰذا فقد. تمت صلٰوتك علق التمام بالفعل قرا او لم یقرا''[۱]

''نماز کے چھ فرائض ہیں تحریمہ اس لیے کہ ارشاد باری تعالی ہے "اپنے رب کی بزرگی بیان کیجیے اور اس سے نماز شروع کرنے کی تکبیر ہے۔ اور قیام اس لیے کہ ارشاد باری تعالی ہے "اور اللہ کے لئے خشوع کی حالت میں

۱۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۱۷

کھڑے ہو جایا کرو" اور قرائت بھی فرض ہے اس لیے کہ ارشاد باری تعالی ہے "جو کچھ آسان ہو قرآن میں سے پڑھو" اور نماز کے آخر میں تشہد کی مقدار قعدہ کرنا کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت ابن مسعود کو تشہد سکھلایا تھا تو آپ ﷺ نے ان سے یوں فرمایا تھا جب تم اسے پڑھ لوگے یا ایسا عمل کر لوگے تو تمہاری نماز پوری ہو جائے گی آپ ﷺ نے تمامیت صلٰوۃ کو فعل پر معلق کیا ہے خواہ تشہد پڑھے یا نہ پڑھے۔''

توضیح المسائل کی رو سے نماز میں گیارہ چیزیں واجب ہیں۔مثلاً نیت ،قیام،تکبیرۃ الاحرام،رکوع ،سجود،تشہد،سلام،قرأت ذکر،ترتیب اور موالات[1]

الفقہ الاحوط کی روشنی میں نماز کے آٹھ ارکان ہیں اور وہ یہ ہیں۔نیت ،تکبیر احرام ،قیام ، قرات ،رکوع ،سجود،تشہد اور سلام

الھدایہ کی روشنی میں نماز میں چھ فرائض ہیں وہ یہ ہیں تحریمہ قیام،قراءات،رکوع،سجدہ،قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بقدر بیٹھنا ہے۔یعنی فقہ ہدایہ کی روشنی میں نیت اور سلام نماز کے فرائض میں شامل نہیں ہیں جب کہ الفقہ الاحوط کے تحت نیت اور سلام نماز کے ارکان میں شامل ہیں۔

شافعیہ کی رو سے نماز کے فرائض میں نیت ،تکبیر احرام ،قیام ، قرات ،رکوع ، اعتدال، سجود کے درمیان بیٹھا رہنا، تشہد آخرہ اور درود نبی ﷺ، تشہد اور سلام کے درمیان بیٹھا رہنا اور دونوں سلام میں ترتیب کا لحاظ رکھنا شامل ہیں۔[2]

نیت

''وَاَمَّا وَاجِبَاتُھَافَمِنْھَا النِّیَّۃُ وَ ھِیَ قَصْدٌ بِالْقَلْبِ وَ اِنْ جَرَتْ عَلٰی لِسَانِکَ یَنْبَغِیْ اَنْ تَکُوْنَ بِھٰذِہِ الصِّیْغَۃِ اُصَلِّیْ فَرْضَ الظُّھْرِ اَوِ الْعَصْرِ اَوِ الْمَغْرِبِ اَوِ الْعِشَاءِاَوِ الصُّبْحِ اَدَاءًلِّوُجُوْبِہٖ قُرْبَۃً اِلٰی اللّٰہِ''[3]

''نماز کے واجبات میں سے ایک نیت ہے۔یہ دل کے ارادے کا نام ہے۔اگر نیت زبان پر جاری ہو تو چاہیے کہ ان الفاظ میں ہو''

''اُصَلِّیْ فَرْضَ الظُّھْرِ اَوِ الْعَصْرِ اَوِ الْمَغْرِبِ اَوِ الْعِشَاءِ اَوِ الصُّبْحِ اَدَاء لِّوُجُوْبِہٖ قُرْبَۃً اِلٰی اللّٰہِ''

واجبات نیت

''یَعْنِیْ وَجَبَ فِی الْفَرَائِضِ تَعْیِیْنُ الظُّھْرِ اَوِ الْعَصْرِ اَوْ غَیْرِھِمَا وَ ذِکْرُ الْفَرْضِیَّۃِ وَ الْقُرْبَۃِ اِلٰی اللّٰہِ کَمَا ذُکِرَ فِیْ صُوْرَۃِ النِّیَّۃِ وَ لَا یَلْزَمُ ذِکْرُ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَۃِ وَ لَا ذِکْرُ الْعَدَدِ وَ فِیْ غَیْرِ الْفَرَائِضِ لَابُدَّ مِنْ ذِکْرِ

---

[1] ۔ امام خمینی، توضیح المسائل، سازمان تبلیغات اسلامی شعبہ روابط بین الملل، ۱۵۰

[2] ۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۲۵۳ چھٹا ایڈیشن ۲۰۰۰ء

[3] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۴۵

عَدَدِ الرَّكْعَاتِ لِاَنَّهٗ لَا يَنْحَصِرُ عَلٰى عَدَدٍ وَ لَا يَجُوْزُ اَنْ تَنْوِىَ اِلَّا مُتَخَافِتًا وَ اِنْ تَجْهَرْ بِهَا لَاتَبْطُلُ الصَّلٰوةُ وَلٰكِنْ كَانَ قَبِيْحًا۔ وَ هِىَ شَرْطٌ لِوُقُوْعِهَا قُبَيْلَ الصَّلٰوةِ وَ رُكْنٌ لِسِرْيَانِهَا فِىْ جَمِيْعِ اَجْزَاءِالصَّلٰوةِ كَالدَّمِ فِىْ اَعْضَاءِالْاِنْسَانِ كَمَا اَنَّ كُلَّ عُضْوٍ يَّخْلُوْ مِنَ الدَّمِ كَانَ نَاقِصًا وَ كَذَا كُلُّ جُزْءٍمِّنَ الصَّلٰوةِ اِنْ يَّخْلُ مِنَ النِّيَّةِ كَانَ نَاقِصًا فَالنِّيَّةُ فِيْهَا بِمَثَابَةِ الدَّمِ وَالصِّدْقُ فِيْهَا هُوَحُضُوْرُ الْقَلْبِ بِمَثَابَةِ الْحَرَارَهِ الْغَرِيْزِيَّةِ۔''[1]

''یعنی فرائض میں وقت کا تعین ضروری ہے مثلاً ظہر، عصر وغیرہ، فرضیت اور قُربۃً الی اللہ کا ذکر کرنا بھی واجب ہے جس طرح نیت کی صورتوں میں ذکر کر دیا گیا۔ قبلہ رو ہونے کا ذکر اور تعداد رکعات کا ذکر لازم نہیں۔ فرائض کے علاوہ دیگر نمازوں میں رکعات کی تعداد کا ذکر ضروری ہے کیونکہ غیر فرائض میں یہ کسی تعداد پر منحصر نہیں۔ نیت خاموشی سے کرنی چاہئے اگر بلند آواز سے کرے تو نماز باطل نہیں ہوگی تاہم برا طریقہ ہے۔ نیت نماز سے کچھ دیر قبل وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے شرط قرار دی گئی ہے تاہم نماز کے تمام حصوں میں جاری ہونے کی وجہ سے رکن بھی ہے۔ اس کی حیثیت انسانی اعضاء میں خون کی سی ہے اور خون سے خالی ہر حصہ ناقص ہے اسی طرح اگر نماز کا کوئی حصہ نیت سے خالی ہو تو وہ بھی ناقص ہے۔ پس نماز میں نیت خون کا درجہ رکھتی ہے۔ نماز میں سچائی جو کہ حضور قلب ہے وہ حرارت غریزا ہضم طعام کی طاقت کی مانند ہے۔''

''قال وينو ى الصلٰوة التى يدخل فيها بنيةلا يفصل بينها وبين "التحريمة بعمل ،والاصل فيه قوله ''انما الاعمال با لنيات[2] ولان ابتداء الصلٰوة با لقيام وهو متردد بين العادة والعبادةولا يقع التميزالا با لنية''[3]

''اور وہ نماز جس میں مصلی داخل ہو رہا ہے اس کی نیت اس طرح کرے کہ نماز اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کسی کام سے فصل نہ کرے اور اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے" کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے" اور اس لیے بھی نماز کی ابتدا قیام سے ہوتی ہے اور قیام عادت عبادت کے درمیان متردد ہے اور تمیز صرف نیت سے ہو سکے گی۔''

فقہ الاحوط کے مطابق نیت نماز کے واجبات میں سے ہے اور یہ دل کے ارادے کے ساتھ زبان پر بھی اجرا ہونے کی صورت میں ہر ایک فرض واجب سنت اور نفل نمازوں کے لئے الگ الگ عربی میں نیتیں ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں مثلاً صبح کی نماز کے لیے نیت یہ ہے أُصلِّیْ فرْض الصّبْح اداءً لوجوْبه قرْبةً الى الله"وغیرہ

اس طرح الفقہ الاحوط میں نیت کے اندر بھی کچھ واجبات ہیں وہ یہ ہیں۔

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۴۵

[2] ۔ صحیح بخاری، باب رسول اللہ، حدیث:۱

[3] ۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱\۳۴۹

۱۔ فرائض میں وقت کا تعین مثلاً ظہر عصر وغیرہ۔ ۲۔ فرضیت اور ۳۔ قربۃً الی الٰہی کا ذکر واجب ہے جس طرح نیت کی صورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ قبلہ رو ہونے کا اور تعداد رکعات کا ذکر لازم نہیں۔ فرائض کے علاوہ دیگر نمازوں میں رکعات کی تعداد کا ذکر ضروری ہے کیونکہ غیر فرائض میں یہ کسی تعداد پر منحصر نہیں ہے۔

الہدایہ کے مطابق نماز کی ابتدا قیام سے ہوتی ہے۔ کبھی آدمی عادتاً اور کبھی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے لہٰذا عادت اور عبادت والے قیام کے مابین فرق ضروری ہے اور یہ امتیاز نیت سے حاصل ہو سکتا ہے اس لیے بھی نماز کے لئے نیت شرط اور ضروری ہے۔

الہدایہ کے مطابق نیت ارادے کا نام ہے اور نیت کی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے دل سے جانے کہ وہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے زبان سے ذکر کرنا اس کا کئی خاص اعتبار نہیں ہے البتہ عزم قلبی کے ساتھ جمع ہونے کی وجہ سے یہ مستحسن ہے۔

تکبیر احرام

الفقہ الاحوط کے مطابق نماز کے بڑے ارکان میں سے ایک تکبیر احرام ہیں اور اس کی صورت یہ ہے۔

''وَمِنْهَا تَكْبِيْرَةُ الْاِحْرَامِ وَ هِیَ مِنَ الْاَرْكَانِ الْعِظَامِ وَ صُوْرَتُهَا اَنْ تَقُوْلَ'' اَللّٰهُ اَكْبَرْ'' مُقَارَنَةً بِالنِّيَّةِ وَلَوْ وَقَعَ فِیْ لَفْظِهٖ تَفَاوُتٌ مَّا وَ يَصِحُّ مَعْنَاهُ لَا تَبْطُلُ الصَّلٰوةُ وَ مَنْ كَانَ عَاجِزًا اِنْ تَلَفَّظَ بِمَا فِیْ مَعْنَاهُ لَا بَأسَ بِهٖ وَ لَا يَجُوْزُ الْفَصْلُ بَيْنَ النِّيَّةِ وَ التَّكْبِيْرِ بِغَفْلَةٍ وَ غَيْرِهَا لِاَنَّ الْغَفْلَةَ تُبْطِلُ ثَمَرَةَ الصَّلٰوةِ اَبَدًا فَلِذَالِكَ لَابُدَّ لِكُلِّ مَنْ يُصَلِّیْ عَامًّا اَوْ خَاصًّا مِنْ اَنْ يُّحْضِرَ قَلْبَهُ وَ يَجْتَنِبَ عَنِ الْغَفْلَةِ عِنْدَالنِّيَّةِ وَ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ وَ هٰذَا اَدْنَى الْاَحْوَالِ وَ اَعْلَاهَا اَنْ يُّحْضِرَ قَلْبَهُ فِی الصَّلٰوةِ كُلِّهَا لِاَنَّهٗ لَاصَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ فَلِذَالِكَ يَجُوْزُ التَّكْرَارُ فِی التَّكْبِيْرِ اِلٰى سَبْعِ تَكْبِيْرَاتٍ لِاِحْضَارِ الْقَلْبِ وَلَايَجُوْزُ اَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ اِنْ حَضَرَ وَ اِنْ لَّمْ يَحْضُرْ فَيُصَلِّیْ صَلٰوةً ضَرُوْرِيَّةً ثُمَّ يَشْتَغِلُ بِمُعَالَجَةِ الْقَلْبِ وَ مَنْعِ الْوَسَاوِسِ وَ الْهَوَاجِسِ وَ قَطْعِ الْعَلَائِقِ الْحِسِّيَّةِ وَدَفْعِ الْعَوَائِقِ النَّفْسِيَّةِ وَ تَرْكِ الدُّنْيَا وَ هُوَ رَأسُ كُلِّ عِبَادَةٍ وَ طَلَبِ طَبِيْبٍ جَنَانِیٍّ وَ حَكِيْمٍ رُّوْحَانِیٍّ يُّعَالِجُ الْقُلُوْبَ وَ يُدَاوِیْ الْعُيُوْبَ۔''[1]

''تکبیرۃ الاحرام نماز کے بڑے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ نیت کے ساتھ اللہ اکبر کہے۔ اگر لفظ میں کوئی فرق آجائے جبکہ معنی صحیح ہو تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ اللہ اکبر پڑھنے سے عاجز شخص اگر اس کا معنی ادا کرے تو کوئی حرج نہیں۔ غفلت کی بناء پر نیت اور تکبیر احرام میں وقفہ دینا جائز نہیں۔ کیونکہ کاہلی ہمیشہ نماز کے فوائد کو باطل کر دیتی ہے، لہٰذا ہر نمازی کے لیے خواہ وہ خاص ہو یا عام نیت اور تکبیرہ احرام کے وقت دل کو حاضر رکھنا اور غفلت سے بچنا ضروری ہے، یہ ادنیٰ درجے کی حالت ہے اور اعلیٰ صورت یہ ہے کہ پوری نماز میں دل کو حاضر رکھے۔ کیونکہ حضور قلب کے بغیر کوئی نماز فائدہ مند ثابت

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۴۹

نہیں ہو سکتی۔ اس لیے حضور قلب کی خاطر سات دفعہ تک تکبیرۃ الاحرام کو پڑھنا جائز ہے۔ مزید تکبیر پڑھنا جائز نہیں۔ ایسی صورت میں مجبوری کی ہی نماز پڑھ لے۔ پھر دل کے علاج میں لگ جائے وساوس اور خواہشات کو روکنے حسی تعلقات کو توڑنے نفسی رکاوٹوں کو دور کرنے اور دنیا کو ترک کرنے میں لگ جائے اور یہ ہر عبادت کی جڑ ہے۔ نیز ایک ایسے دل کے ڈاکٹر اور روحانی حکیم کی تلاش میں لگ جائے جو دلوں اور عیبوں کا علاج کر سکتا ہے۔"

تکبیر احرام کی سنتیں

"السُّنَّةُ فِيْهَا اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْکَ بِحَيْثُ تُحَاذِی رُءُوْسُ اَصَابِعِکَمَا بَيْنَ مَنْکَبَيْکَ وَ اُذُنَيْکَ وَ اَنْ تَجْهَرَ بِهَا اِمَامًا اَوْ مَامُوْمًا لَا مُنْفَرِدًا۔"[1]

"تکبیر احرام میں مسنون یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ انگلیوں کے سرے کندھوں اور کانوں کے درمیان ہوں۔ تکبیر آواز کے ساتھ پڑھے امام ہو یا مقتدی، منفرد کیلئے نہیں۔"

"واذا شرع فی الصلٰوۃ کبر لما تلونا وقال علیه السلام تحریمها التکبیر وهو شرط عندنا خلافاً للشافعی حتٰی ان من یحرم للفرض کان له ان یودی بها التطوع وهو یقول انه یشترط لها ما یشترط لساتر الارکان وهٰذا آیة الرکنیة ولنا انه عطف الصلٰوۃ علیه فی قوله تعالیٰ وذکر اسم ربه فصلیٰ(سوره اعلیٰ)ومقتضاه المغایرةولهذا لا یتکرر کتکرر الارکان ومراعاة الشرائط لما یتصل به من القیام"[2]

"اور جب مصلی نماز شروع کرے تو تکبیر کہے اس آیت کی وجہ سے جو ہم نے تلاوت کی ہے" اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی تحریم تکبیر ہے اور یہ تکبیر ہمارے ہاں شرط ہے، امام شافعی کا اختلاف ہے، یہاں تک کہ جو شخص فرض نماز کے لئے تحریمہ باندھے تو اس کے لیے اس تحریمہ سے نفل پڑھنے کی گنجائش ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے لئے وہ تمام چیزیں شرط ہیں جو دیگر ارکان کے لئے شرط ہیں اور یہ رکنیت کی علامت ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ارشاد باری وذکر اسم ربه فصلیٰ (سورہ اعلیٰ) میں تکبیر تحریمہ پر نماز کا عطف کیا گیا ہے۔ اور عطف کا مقتضیٰ مغایرت ہے، اور اسی وجہ سے سے دیگر ارکان کے مکرر ہونے کی طرح تکبیر مکرر نہیں ہوتی اور شرائط کی رعایت اس قیام کی وجہ سے ہے جو اس سے متصل ہے۔"

1۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۵۰،۴۹

2۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۱۹

الہدایہ کے مطابق امام شافعی تکبیر تحریمہ کو نماز کا رکن قرار دیتے ہیں اور باقی ائمہ اسے شرط قرار دیتے ہیں اس لئے ان کے ہاں فرض نماز کے لئے باندھی ہوئی تحریمہ سے نفل نماز ادا کی جاسکتی ہے جبکہ شوافع کے یہاں فرض کی تحریمہ سے نفل نماز ادا نہیں کی جاسکتی۔

تکبیر تحریمہ کے رکن نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نماز کے بیشتر ارکان میں تعدد اور تکرار ہے اگر تکبیر تحریمہ بھی نماز کا رکن ہو تو یقیناً اس میں بھی تکرار ہوتا، حالانکہ اس میں تکرار کا شائبہ تک نہیں ہے لہذا اس حوالے سے بھی اس کی رکنیت معدوم ہے۔الہدایہ کے مطابق پہلے ہاتھ اٹھانا چاہیے پھر تکبیر کہنا چاہیے۔بعض ایمہ کے نزدیک دونوں ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ اٹھانا چاہیے جیسے کہ امام ابو یوسف وغیرہ۔

تکبیر تحریمہ کے فرض ہونے کا ثبوت

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کی ابتدا کا اللہ تعالیٰ کے نام سے ہونا ایک ضروری امر ہے اسی ضمن میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ:"مفتاح الصلوٰۃ الطھور و تحریمھا و تحلیلھا التسلیم"یعنی پاک ہونے سے نماز کا کھلتا ہے، تکبیر تحریمہ سے خارج از صلوٰۃ باتیں حرام ہوتی ہیں اور سلام پھیرنے سے نماز ختم ہو جاتی ہے۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے۔[1]

الفقہ الاحوط کے مطابق تکبیر تحریمہ نماز کا ایک بڑا رکن ہے۔اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھائیں اگر تلفظ میں غلطی ہو لیکن معنیٰ درست ہو تو نماز باطل نہیں ہوتی۔حضور قلب کی خاطر تکبیر کا سات مرتبہ تک پڑھنا جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں۔

تکبیر احرام میں مسنون یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ انگلیوں کے سرے کندھوں اور کانوں کے درمیان ہوں۔تکبیر بلند آواز کے ساتھ پڑھے امام ہو یا مقتدی منفرد کیلئے نہیں۔

قیام

''السُّنَّةُ فِيهَا اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْکَ بِحَيْثُ تُحَاذِی رُءُوْسُ اَصَابِعِکَ مَا بَيْنَ مَنْکَبَيْکَ وَ اُذُنَيْکَ وَ اَنْ تَجْهَرَ بِهَا اِمَامًا اَوْ مَامُوْمًا لَا مُنْفَرِدًا۔''[2]

''نماز کے واجب امور میں سے ایک قیام ہے۔فرض نمازوں میں طاقت کے ساتھ قیام واجب ہے اور یہ بڑے واجب ارکان میں سے ہے۔''

---

[1] ۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب فقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۲۶۷

۲ ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۵۰،۴۹

ہاتھوں کا ادب

''وَاَمَّا اَدَبُ الْیَدَیْنِ حَالَ الْقِیَامِ فَیَجُوْزُ اِرْسَالُهُمَا حِذَاء الْفَخِذَیْنِ وَ یَجُوْزُ عَقْدُهُمَا بِاَنْ یَّضَعَ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی اِمَّا تَحْتَ السُّرَّةِ اَوْ فَوْقَهَا تَحْتَ الصَّدْرِوَالْاَوْلٰی فِی الصَّیْفِ اِرْسَالُهُمَا وَ فِی الشِّتَآءِعَقْدُهُمَا وَ فِی الْقُعُوْدِ الَّذِیْ یَنُوْبُ الْقِیَامَ اِنْ لَّمْ یَتَرَبَّعْ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّضَعَهُمَا تَحْتَ الصَّدْرِ لِئَلَّا یَلْتَبِسَ هٰذَا الْقُعُوْدُ بِالتَّشَهُّدِ''[۱]

''حالت قیام میں دونوں ہاتھوں کا ادب یہ ہے کہ رانوں کے سیدھ میں دونوں ہاتھوں کو کھول کر رکھنا جائز ہے اور باندھنا بھی جائز ہے، ناف کے نیچے یا اوپر سینے کے نیچے باندھے۔ صورت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے بہتر یہ ہے کہ گرمیوں میں ہاتھ کھول کر اور سردیوں میں ہاتھ باندھنا بہتر صورت ہے۔ بیٹھنے کی جو حالت قیام کی جگہ لیتی ہے اگر چارزانو ہو کر نہ بیٹھے تو ہاتھوں کو سینے کے نیچے باندھنا مناسب ہے تاکہ یہ قعود سے مشتبہ نہ ہو جائے۔''

قیام میں پیروں، آنکھوں اور چہرے کا ادب

''وَاَدَبُ الرِّجْلَیْنِ فِی الْقِیَامِ اَنْ لَّا یُلْصِقَهُمَا وَ لَا یُفْرِجَهُمَا اَکْثَرَ مِنْ شِبْرٍ وَ الْاَقَلُّ اَوْلٰی وَ اَدَبُ الْعَیْنَیْنِ اَنْ تَنْظُرَ اِلٰی قمَسْجِدِ الْجَبْهَةِ فِی الْقِیَامِ وَ بَیْنَ الْقَدَمَیْنِ فِی الرُّکُوْعِ وَ اِلٰی طَرَفَیِ الْاَنْفِ فِی السُّجُوْدِ وَ بَیْنَ الرُّکْبَتَیْنِ فِی الْقُعُوْدِ وَ اَدَبُ الْقِیَامِ اَنْ لَّاتَمِیْلَ اِلَی الْیَمِیْنِ اَوِ الْیَسَارِاِلَّالِوَجْعٍ اَوْ عُذْرٍ اٰخَرَ وَ اَدَبُ الْوَجْهِ فِی الْقِیَامِ اَنْ لَّا یَتَوَجَّهَ اِلَّا اِلَی الْقِبْلَةِ۔''[۲]

''قیام میں پیروں کا ادب یہ ہے کہ پیروں کو نہ ملا کر رکھے اور نہ ایک بالشت سے زیادہ کھول کر رکھے۔ ایک بالشت سے کم فاصلہ بہتر ہے۔ آنکھوں کا ادب قیام کی حالت میں سجدہ گاہ کو دیکھنا، رکوع میں قدموں کے درمیان، سجدوں میں ناک کے دونوں اطراف اور قعدہ میں دونوں گھٹنوں کے درمیان دیکھنا ہے۔ قیام کا ادب یہ ہے کہ تکلیف اور عذر کے بغیر دائیں بائیں جھکاؤ نہ ہونا۔ قیام میں چہرہ کا ادب یہ ہے کہ قبلہ کے سوا کسی بھی جانب رخ نہ ہونا۔''

''قال ویعتمد بیده الیمنٰی علی الیسریٰ تحت السرة لقوله علیه السلام ان من السنة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة وهو حجة علی مالك فی الارسال،وعلی الشافعی فی الوضع علی الصدرولان الوضع تحت السرة اقرب الی التعظیم وهو المقصود،ثم الا عتماد سنةالقیام عند ابی حنیفه وابی یوسف حتیٰ لا یرسل حالة الثناء،ولاصل ان کل قیام فیه ذکر مسنون یعتمد فیه

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۵۰

۲۔ ایضاً

،وما لا فلا ،هوالصحيح فيعتمد فى حالة القنوت و صلاة الجنازة ویرسل فی القومة وبین تکبیرات الاعیاد"[1]

"فرماتے ہیں کہ مصلی اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے ٹیک لے اس لیے آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ کا رکھنا سنت ہے۔ اور یہ فرمان امام مالک کے خلاف ہاتھ چھوڑنے میں حجت ہے اور امام شافعی کے خلاف سینے پر ہاتھ رکھنے کے سلسلے میں حجت ہے۔"

"اور اس لیے بھی کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور تعظیم ہی مقصود ہے۔ پھر شیخین کے یہاں ٹیک لگانا قیام کی سنت ہے یہاں تک کہ بحالت ثناء بھی ہاتھوں کو نہیں چھوڑے گا۔ اور اصل یہ ہے کہ ہر وہ قیام جس میں کوئی ذکر مسنون ہو تو اس میں ہاتھ باندھے اور جس قیام میں ذکر مسنون نہ ہو تو اس میں نہ باندھے لہذا قنوت اور نماز جنازہ کی حالت میں بھی مصلی ہاتھ باندھے جبکہ قومہ میں اور عیدین کی تکبیرات میں ہاتھوں کو چھوڑ دے۔"

الفقہ الاحوط کی رو سے قیام قدرت کے ساتھ فرض نمازوں میں ایک واجب رکن ہے۔ لیکن کھڑا ہونے سے عاجز شخص کے لیے سہارے سے کھڑے ہونا یا بیٹھ کر نماز پڑھ کے رکوع سجود کرنا جائز ہے۔

حالت قیام میں ہاتھوں کا ادب یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو رانوں کی سیدھ میں کھول کر رکھنا جائز ہے اور باندھنا بھی جائز ہے اور ناف کے نیچے یا اوپر سینے کے نیچے باندھے۔ صورت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے بہتر صورت گرمیوں میں ہاتھ کھول کر اور سردیوں میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ہے۔ بیٹھنے کی جو حالت قیام کی جگہ لیتی ہے اگر چارزانو ہو کر نہ بیٹھے تو ہاتھوں کو سینے کے نیچے باندھنا مناسب ہے تاکہ یہ قعود سے مشتبہ نہ ہو جائے۔

قیام میں پیروں کو نہ ملا کر رکھے اور نہ ایک بالشت سے زیادہ کھول کر رکھے ایک بالشت سے کم فاصلہ بہتر ہے۔

آنکھوں کا ادب قیام میں سجدہ گاہ کو دیکھنا، رکوع میں قدموں کے درمیان، سجدوں میں ناک کے دونوں اطراف اور قعدہ میں دونوں گھٹنوں کے درمیان دیکھنا ہے۔ قیام کا ادب یہ ہے کہ تکلیف اور عذر کے بغیر دائیں بائیں جھکاؤ نہ ہو۔ قیام میں چہرہ کا ادب یہ ہے کہ قبلہ کے علاوہ کہیں اور مائل نہ ہو۔

الہدایہ کے مطابق جب مصلی تکبیر تحریمہ پڑھ لے تو اب اسے چاہیے کہ وہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھ لے یہی مسنون طریقہ ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ ہاتھ باندھنا مسنون نہیں ہے بلکہ تحریمہ کے بعد مصلی اپنے ہاتھوں کو چھوڑے رکھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہاتھ باندھنا مسنون تو ہے لیکن ناف کے نیچے نہیں بلکہ سینے پر باندھنا مسنون ہے۔

۱۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۳۱\۲

قرأت

''اَمَّا الْقِرأَ ةُ وَ هِیَ الْفَاتِحَۃُ وَ سُوْرَۃٌ مَعَهَا کَانَتْ وَاجِبَۃً فِیْ رَکْعَتَیْنِ فَرْضِ الصُّبْحِ وَ الْاُوْلَیَیْنِ مِنَ الْفَرَائِضِ کُلِّهَا۔''[1]

''قرأت سورہ فاتحہ کیساتھ کسی ایک سورہ پڑھنے کا نام ہے یہ صبح کی دونوں رکعتوں اور دیگر فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں واجب ہے۔''

قرأت کے واجبات اور مسائل

''وَیَجِبُ فِیْهَا التَّرْتِیْلُ وَ التَّرْتِیْبُ وَ الْمُوَالَاتُ وَلَاخِفَاءَ اَنَّهَا مِنْ عِظَامِ الْاَرْکَانِ فَلَوْ کَانَ الصَّحِیْحُ الْقَادِرُ فِیْ سِعَةِ الْوَقْتِ تَرَکَهَا اَوْ تَرَکَ بَعْضَهَا عَمْدًا بَطَلَتْ صَلٰوتُهُ وَلَوْ تَرَکَ بَعْضَهَا جَهْلًا لَمْ تَبْطُلْ صَلٰوتُهُ النَّاقِصَةُ''۔[2]

''قرأت میں درست مخارج کے ساتھ ادائیگی، ترتیب اور موالات واجب ہے۔ یہ بات مخفی نہیں کہ قرأت بڑے ارکان میں سے ہے۔ اگر قادر صحتمند شخص قرأت یا آدھی قرأت کو وقت کی وسعت کے باوجود عمداً چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل ہے اگر اسے نادانی کی بناء پر چھوڑا ہو تو اس کی ناقص نماز باطل نہیں ہوگی۔''

بسم اللہ کا مقام

الفقہ الاحوط کی رو سے بسم اللہ کو سورہ برأت کے سوا ہر سورہ کا حصہ سمجھتے ہیں۔

''وَ مَنْ لَمْ یَعْرِفِ الْبَسْمَلَةَ مِنَ الْفَاتِحَةِ وَ مِنْ کُلِّ سُوْرَةٍ اِلَّا الْبَرَاةَ وَ لَوْ کَانَ یَقْرَأُهَا کَانَتْ صَلٰوتُهُ نَاقِصَةً وَّ لَا تُثْمِرُ ثَمَرَةً کَامِلَةً اُخْرَوِیَّةً''

''اور جو شخص بسم اللہ کو برأت کے سوا فاتحہ اور ہر سورہ کا حصہ نہ سمجھتا ہو اور وہ اسے پڑھتا بھی ہو تو اس کی نماز ناقص ہے اور اسے آخرت کا کامل فائدہ نہیں ملے گا۔''

قرأت کے دیگر مسائل

''وَفِی الْعِجْزِ اَوْ ضَیْقِ الْوَقْتِ لَوْ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ مُنْفَرِدَةً تَکْفِیْهِ اَوْ قَرَأَ بَعْضَهَا اَوْ سُوْرَةً اُخْرٰی اَوْاٰیَةً طَوِیْلَةً اَوْ ثَلَاثَ اٰیَاتٍ قَصِیْرَةٍ اَوْ سَبَّحَ وَ حَمَّدَ وَ هَلَّلَ وَ کَبَّرَ اَوْ وَقَفَ بِمِقْدَارِ قِرَائَتِهَا یَکْفِیْهِ۔''[3]

1۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۵۳

۲۔ ایضاً

3۔ ایضاً

''کسی مجبوری یاوقت کی تنگی میں اگر صرف فاتحہ پڑھے یااس کا کچھ حصہ یا کوئی اور سورہ یا لمبی آیت یا تین چھوٹی آیتیں یا تسبیح یا حمد یا تہلیل یا تکبیر پڑھے یا قرأت کی مقدار ٹھہرے رہے تو اس کیلئے کافی ہے۔''

''وَيَنْبَغِيْ اَنْ لَّا تَقْرَأَ فِي الْفَرَائِضِ سُوْرَةً تَجِبُ السَّجْدَةُ فِيْهَا مِثْلُ الٓمٓ السَّجْدَةِ وَ حٰمٓ السَّجْدَةِ وَ النَّجْمِ وَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ وَ لَا سُوْرَةً تُفَوِّتُ الْوَقْتَ وَ لَا سُوْرَتَيْنِ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ فِيْ رَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ اِلَّا وَالضُّحٰى وَ اَلَمْ نَشْرَحْ اَوْ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ وَ لِاِيْلَافِ قُرَيْشٍ فَاِنَّ كُلًّا مِّنْهُمَا بِمَثَابَةِ سُوْرَةٍ وَاحِدَةٍ لِاِرْتِبَاطِ الْمَعْنٰى وَ لَوْ قَرَأَ لَا تَبْطُلُ الصَّلٰوةُ بِقِرَاءَتِهَا وَ فِي الرَّكْعَاتِ الْبَاقِيَةِ لَا يَلْزَمُ اَنْ تَقْرَأَ مَعَ الْفَاتِحَةِ شَيْئًا اٰخَرَ۔''[1]

''فرض نمازوں میں ایسی سورت نہ پڑھے جس میں سجدہ واجب ہو مثلاًالم سجدہ؛حم سجدہ والنجم اقرأ باسم ربک الذی اور نہ ہی ایسی لمبی سورہ پڑھے جس سے وقت نکل جائے اور نہ ہی ایک ہی رکعت میں الحمد کے بعد دو سورتیں پڑھے۔ ماسوائے سورۂ والضحیٰ اور الم نشرح یا الم ترکیف اور لایلف قریش مستثنٰی ہے کیونکہ معنی کے مربوط ہونے کی وجہ سے دونوں سورتیں ایک ہی سورہ کی مانند ہیں اگر پڑھ لے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ دیگر رکعتوں میں فاتحہ کیساتھ کوئی اور چیز پڑھنا لازم نہیں۔''

سورہ فاتحہ کے بدلے تسبیح تحمید اور تحلیل کا پڑھنا

''وَيَجُوْزُ فِي الصِّحَّةِ وَ الْقُدْرَةِ وَسِعَةِ الْوَقْتِ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْهَا بَدَلَ الْفَاتِحَةِ "سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللهُ اَكْبَرُ" مَرَّةً اَوْ مِرَارًا وَ يَجِبُ اَنْ تَجْهَرَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ وَ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَاءِالْاٰخِرَةِ لِلرِّجَالِ فِي الْاِمَامَةِ وَ الْوَحْدَةِ وَ فِي الْبَوَاقِيِ الْاِسْرَارُ وَ لِلْمَرْاَةِ لَا يَجُوْزُ الْجَهْرُ اِلَّا اِذَا اَمَّ''[2]

''صحت قدرت اور وقت کی فراخی کے باوجود سورۂ فاتحہ کے بدلے"سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللهُ اَكْبَرُ"ایک یا کئی مرتبہ پڑھنا بھی جائز ہے مردوں کیلئے امامت اور انفرادی دونوں صورت میں صبح اور مغرب وعشاء کی دو رکعتوں میں قرأت کو آواز کیساتھ پڑھنا واجب ہے مگر امامت کے سوا عورت کے لیے قرأت کو بلند آواز بجالانا جائز نہیں ہے۔''

تامین کا مسئلہ

''وَيَكْرَهُ اَنْ تَقُوْلَ اٰمِيْنَ فِيْ اٰخِرِ الْفَاتِحَةِ اِمَامًا اَوْ مَامُوْمًا اَوْ مُنْفَرِدًا لِاَنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهَا مِنَ الْفَاتِحَةِ وَ لَيْسَ كَذٰلِكَ فَيَسْتَحِبُّ تَرْكُهَا لِرَفْعِ هٰذَا الْاِلْتِبَاسِ وَ لَا اِثْمَ فِيْ اِعْمَالِكَ اَمَّا التَّامِيْنُ

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۵۳

[2] ۔ ایضاً

الَّذِیْ یُوْجِبُ المغْفِرَۃَ لِلْاِمَامِ اَنْ یَّصِیْرَ الْاِمَامُ اَمِیْنًا وَّ لَا یَسْرِقُ مِنَ الصَّلٰوۃِ شَیْئًا لِمَا قَالَ صَلّٰی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَیْلٌ لِّلسَّارِقِ مِنَ الصَّلٰوۃوَاِنْ یُّوَافِقْہُ الْمَامُوْمُ وَ لَمْ یَسْبِقْہُ فِیْ اَفْعَالِہٖ وَ اِنْتِقَالَاتِہٖ یُرْجٰی اَنْ یَّتَقَبَّلَ اللہُ صَلٰوتَھُمْ وَ غَفَرَلَھُمْ اَمَّا مَا زَعَمَ الْمُرْجِیَۃُ فِی التَّامِیْنِ فَخَطأٌ صَرِیْحٌ لِاَنَّ وَعْدَ الْمَغْفِرَۃِ لَمْ یَرِدْ فِیْ قِرَائَۃِ الْفَاتِحَۃِ فَکَیْفَ یَرِدُ فِیْ قَوْلِ اٰمِیْنَ وَ ھُوَ فِی الْفَضِیْلَۃِ مَا کَانَ مِثْلَ الْفَاتِحَۃِ فَمِنْ ذَالِکَ یَعْرِفُ الْفَھِیْمُ اَنَّ قَوْلَھُمْ لِطِیْبِ خَوَاطِرِ الْمُتَکَاسِلِیْنَ مِنْ کَلِمَاتِ الْغَافِلِیْنَ۔''[۱]

''امام، مقتدی اور انفرادی نماز پڑھنے والے کے لئے فاتحہ کے بعد ''آمین'' کہنا مکروہ ہے کیونکہ لوگوں کی اکثریت لفظ ''آمین'' کو سورۂ فاتحہ کا حصہ گمان کرتی ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ اس شک کو دور کرنے کیلئے اس کو ترک کرنا مستحب ہے ایسا کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ لیکن آمین جو امام کی مغفرت کا باعث ہو کہ امام امین بن جائے اور وہ نماز سے کوئی چیز نہ چرائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ نماز میں چوری کرنے والے کیلئے افسوس ہے۔ اگر مقتدی امام کی تابعداری کریں اور اس کی کسی نقل و حرکت سے سبقت نہ کریں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نماز قبول فرمائے لیکن ''آمین'' کے بارے میں فرقہ مرجیہ کا گمان واضح غلط ہے کیونکہ مغفرت کا وعدہ فاتحہ کی پڑھنے صورت میں وارد نہیں ہے تو صرف لفظ ''آمین'' کہنے سے کیسے مغفرت وارد ہو سکتی ہے۔ حالانکہ لفظ ''آمین'' کہنا فاتحہ سے افضل نہیں۔ اس لیے سمجھدار آدمی جانتاہے کہ انکا یہ نظریہ غفلت کے شکار لوگوں کے دل بہلانے کیلئے غافل لوگوں کی باتوں کے سوا کچھ نہیں۔''

''واذا قال الا مام ولا الضا الین قال آ مین ویقولھا المو تم لقولہ علیہ السلام اذا امن الا مام فامنو ولا متمسك لمالك فی قولہ علیہ السلام اذا قال الا امام ولا ضا لین فقولو أ مین من حیث القسمۃ لانہ قال فی آخرہ فان الامام یقولھا''[۲]

''اور جب ولالضا الین کہے تو اٰمین کہے اور مقتدی بھی آمین کہے اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "جب امام اٰمین کہے تو تم لوگ بھی اٰمین کہو" اور آپ ﷺ کے فرمان اذا قال الا امام ولا ضا لین فقولوا اٰمین میں تقسیم کے اعتبار سے امام مالک کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے آپ ﷺ نے حدیث کے آخر میں یہ بھی فرمایاہے فان الامام یقولھا یعنی امام بھی اٰمین کہتاہے۔''

''امام مالک فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایاانما جعل الا مام لیوئتم بہ فلا تختلفو ا علیہ فا ذا کبر فکبرو واذا قرا فانصتو واذاقال ولا ضالین فقولوا آمین''[۳]

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط ص، ۵۴

۲۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ جلد دوم، ص، ۴۰

۳۔ ایضاً، ۲\۴۱

''یعنی امام اسی لیے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے لہذا تم لوگ اس کی مخالفت نہ کرو اور جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرائت کرے تو خاموش رہو اور جب وہ ولا ضالین کہے تو اٰمین کہو۔"اس حدیث کی رو سے امام مالک کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے امام اور مقتدی کے لیے وظائف کی تقسیم فرمادی ہے چنانچہ امام کا وظیفہ قرائت کرنا اور ولا ضالین کہنا ہے جبکہ مقتدی کا وظیفہ آمین کہنا ہے لہذا جب امام اور مقتدی میں تقسیم ہو چکی ہے تو آمین میں ان کی شرکت اور ان کا اتحاد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ تقسیم شرکت کے منافی ہے''۔

قرأت کی سنتیں

''وَالسُّنَّةُ اَنْ یَّقْرَأَ بَعْدَ تَکْبِیْرَةِ الْاِحْرَامِ دُعَاءَالْاِسْتِفْتَاحِ وَ هُوَ لِلْاَقْوِیَاءِ بِهٰذِهِ الصِّیْغَةِاِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ [1]ط قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذَالِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ [2] وَلِلضُّعَفَاء بِهٰذِهِ الصِّیْغَةِ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَا اِلٰهَ غَیْرُکَ۔''[3]

''تکبیر احرام کے بعد دعائے استفتاح پڑھنا سنت ہے۔ روحانی طور پر طاقتور اس طرح پڑھیں ''میں خلوص کیساتھ اس ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جس نے آسمانوں وزمین کو خلق کیا اور میں مشرک لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ کہہ دیجئے کہ میری نماز، قربانی، زندگی اور میری موت خالص پروردگار عالم کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے تو صرف اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں پہلے مسلمان ہوں''۔ باطن کے لحاظ سے کمزور لوگوں کے لیے ان الفاظ میں مناسب ہے پروردگار ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تیری تعریف کرتے ہیں تیرا نام بابرکت ہے تیری بزرگی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

'' تَسْتَعِیْذَ بِهٰذِهِ الصِّیْغَةِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مُتَخَافِتًا فِی الدُّعَاءِوَ الْاِسْتِعَاذَةِ اَبَدًا فَتَشْرَعَ فِی الْقِرَائَةِ وَ مَحَلُّهُمَا بَیْنَ تَکْبِیْرَةِ الْاِحْرَامِ وَ بَیْنَ الْقِرَأَ ةِ تَخْفِیْفًا کَمَا فَعَلَهُ النَّبِی صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهِ وَ سَلَّمَ وَ لَوْ قَرَأَهُمَا قَبْلَ الْاِحْرَامِ جَازَ۔''[4]

''ان الفاظ میں تعوذ پڑھے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ دعا اور تعوذ دونوں ہمیشہ خاموشی سے پڑھے۔ اس کے بعد قرأت شروع کرے۔ دونوں کو آہستگی سے پڑھنے کا مقام تکبیر احرام اور قرأت کے درمیان

---

[1] ۔ سورۃ الانعام،۷۹

[2] ۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ: ۲\۱۶۳، ۱۶۲

[3] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۵۵

[4] ۔ ایضاً، ۵۶

ہے۔ جیسے نبی ﷺ نے یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ اگر دونوں کو تکبیرۂ احرام سے پہلے بھی پڑھ لیا جائے تو بھی روا ہے۔"

"ویستعیذ باللہ من الشیطان الرجیم لقولہ تعالی فا ذا قراءت القرآن فاستعیذ باللہ من الشیطان الرجیم (سورہ نحل)ومعناہ اذااردت قراءۃ القرآن ولاو لیٰ ان یقول استعیذ باللہ لیوافق ا لقرآن ویقر ب منہ اعوذ با للہ"[1]

"اور مصلی شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے اس لیے کہ ارشاد باری تعالی ہے "جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرلو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو" (آیت) میں اذا قرات اذا اردت قرائہ القرآن کے معنی میں ہے اور بہتر یہ ہے کہ مصلی استعیذ باللہ کہے تا کہ قرآن کے موافق ہو جائے اور اعوذ باللہ اسی کے قریب ہے۔"

"ویقرا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھکذٰا نقل فی المشاھیر"

"اور مصلی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے ایسے ہی احادیث مشہورہ میں منقول ہے۔"

"ویسرھما لقول ابن مسعود اربع یخفیھن الامام وذکرمن جملتھاالتعوذ والتسمیۃ وآمین وقال شافعی یجھربا التسمیۃ عند الجھربا القراءۃ لما روی ان النبیﷺ جھر فی صلٰوتہ با التسمیۃقلنا ھو محمول علی التعلیم لا ن انس اخبر انہ علیہ السلام کان لا یجھر بھا ثم عن ابی حنیفۃ انہ لا یاتی بھا فی اول کل رکعۃ کالتعوذعنہ انہ یاتی بھا احتیاطاً وھو قولھماولا یاتی بھا بین السورۃ والفاتحۃ الا عند محمد فانہ یاتی بھا فی صلٰوۃ المخافتۃ"[2]

ہم جواب دیں گے کہ یہ تعلیم پر محمول ہے کیونکہ حضرت انسؓ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ جہراً تسمیہ نہیں پڑھتے تھے۔ پھر امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ تعوذ ہی کی طرح ہر رکعت کے شروع میں مصلی تسمیہ نہیں پڑھے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ احتیاطاً تسمیہ بھی پڑھے گا اور یہی حضرات صاحبین کا قول ہے۔ اور سورت اور فاتحہ کے درمیان مصلی تسمیہ نہیں پڑھے گا مگر امام محمد کے نزدیک چنانچہ مصلی تسمیہ کو سری نماز میں پڑھے۔"

الفقہ الاحوط کے مطابق قرأت بڑے ارکان میں سے ہے۔ قرأت سورہ فاتحہ اور اس کیساتھ کسی ایک سورہ پڑھنے کا نام ہے یہ صبح کی دونوں رکعتوں اور دیگر فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں واجب ہے۔

---

[1] ۔ ابو احسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۳۵

[2] ۔ ایضاً ۲\۳۷

اگر صحت مند شخص قرائت یا آدھی قرائت کو وقت کی وسعت کے باوجود چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل ہے اگر نادانی کی بناء پر چھوڑ دے تو نماز باطل نہیں ہو گی اور جو شخص بسم اللہ کو فاتحہ اور برات کے سوا ہر سورہ کا جزنہ سمجھتا ہو اور وہ اسے پڑھ بھی لے تو اس کی نماز ناقص ہے۔

لیکن مجبوری یا وقت کی تنگی میں صرف فاتحہ پڑھے یا اس کا کچھ حصہ یا کئی لمبی آیت یا تین چھوٹی آیتیں یا تسبیح یا تحلیل یا تکبیر پڑھے یا قراءات کی مقدار توقف کریں تو اس کے لیے کافی ہے۔ فرض نماز میں واجب سجدہ والی سورہ نہ پڑھیں جیسے الم سجدہ؛حم سجدہ والنجم اقر أ باسم ربک الذی نہ ہی ایسی لمبی سورہ پڑھے جس سے وقت نکل جائے۔ سورۂ فاتحہ کے بدلے صحت قدرت اوروقت کی کشادگی کے باوجود سبحان اللہ والحمد للہ ولاالہ الا اللہ واللہ اکبر ایک یا کئی مرتبہ پڑھنا بھی جائز ہے اور خواتین کیلئے امامت کے سوا جہراً قرأت جائز نہیں۔

ان الفاظ میں تعوذ پڑھے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ دعا اور تعوذ دونوں ہمیشہ خاموشی سے پڑھے۔ اس کے بعد قرأت شروع کرے۔ دونوں کو آہستگی سے پڑھنے کا مقام تکبیر احرام اور قرأت کا درمیان ہے۔ جیسے نبی ﷺ نے یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ اگر دونوں کو تکبیرۂ احرام سے پہلے بھی پڑھ لیا جائے تو بھی روا ہے۔

الہدایہ کی رو سے مصلی جب ثناء پڑھ کر فارغ ہو جائے تو وہ الحمد پڑھنے اور اور قرائت میں مشغول ہونے سے پہلے تعوذ پڑھے امام مالک فرماتے ہیں کہ تعوذ نہ پڑھے ان کی دلیل حضرت انس کی وہ روایت ہے ''صلیت خلف رسول اللہ ﷺ وخلف ابی بکر وعمر وکانوایفتحون القرائۃ بالحمدللہ رب العالمین'' یعنی میں نے آپ ﷺ اور حضرات شیخین کے پیچھے نماز پڑھی ہے یہ حضرات الحمد للہ رب العالمین سے قرائت شروع کرتے تھے لہذا قرائت سے پہلے تعوذ وغیرہ کچھ نہ پڑھا جائے۔[1]

امام ابو حنیفہ کے یہاں تعوذ کی طرح ہر رکعت میں مصلی تسمیہ نہیں پڑھے گا مگر امام محمد کے نزدیک مصلی تسمیہ کو سری نماز میں پڑھے لیکن امام شافعی جہری نمازوں میں تسمیہ کو جہراً پڑھنے کے قائل تھے۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرض کی رباعی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں قرائت واجب ہے شوافع کے نزدیک ہر رکعت میں قرائت واجب ہے اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ تین رکعت میں قرائت کرنا واجب ہے۔

۱۔ ابو الحسن علی ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۳۵

رکوع کے احکامات

''وَمِنْهَا الرُّكُوْعُ وَ هُوَ مِنَ الْاَرْكَانِ الْعِظَامِ الْوَاجِبَة فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ مَرَّةًاِلَّافِى الْخُسُوْفَيْنِ وَ الزَّلَازِلِ وَ صُوْرَتُهُ اَنْ يَّنْحَنِيَ بِقَدْرِ اَنْ تَصِلَ كَفَّاهُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ لَوْ عَجَزَ عَنْ اِيْصَالِهِمَا اِلٰى رُكْبَتَيْهِ اِكْتَفٰى بِالْمَقْدُوْرِ وَ لَوْ كَانَ اِيْمَاءً وَيَجِبُ فِيْهِ الطَّمَاْنِيْنَةُ وَ تَسْبِيْحَةٌ وَاحِدَةٌ وَ اَكْمَلُ الصِّيَغِ لَهَا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهِ اَوْ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ اَوْ سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهِ اَوْ سُبْحَانَ اللهِ جَازَ كُلُّهَا وَ رَفْعُ الرَّأْسِ مِنْهُ اِلٰى حَدِّ الْقِيَامِ التَّامِّ وَ الطَّمَاْنِيْنَةُ فِيْ هٰذَا الْاِعْتِدَالِ وَ السَّمْعَلَةُ وَ التَّكْبِيْرُ لِهُوِيِّ الرُّكُوْعِ وَ لِهُوِيِّ السُّجُوْدِ''[1]

''رکوع بڑے واجب ارکان میں سے ہے جو چاند گرہن سورج گرہن اور زلزلے کی نمازوں کے سوا دیگر نمازوں کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ واجب ہے۔ رکوع کی صورت یہ ہے کہ نمازی اس قدر جھکے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں گھٹنوں تک پہنچیں۔ اگر دونوں گھٹنوں تک پہنچنے سے قاصر ہوں ۔تو اپنی مقدور بھر صورت پر اکتفا کرے۔ اگرچہ اشارے سے ہی کیوں نہ ہو۔ رکوع میں اطمینان کا سانس لینا اورایک مرتبہ تسبیح پڑھناواجب ہے۔ تسبیح کا مکمل صیغہ یہ ہے۔سبحان ربی العظیم وبحمدہ یا سبحان اللہ العظیم یا سبحان اللہ و بحمدہ یا سبحان اللہ سب رواہیں۔ رکوع سے مکمل قیام کی حدتک سر کو اٹھانااور اس اعتدال میں اطمینان کا سانس لیناسمعلہ سمع اللہ لمن حمدہ پڑھنا رکوع اور سجدے میں جاتے وقت تکبیر پڑھناواجب ہے۔''

رکوع کی سنتیں

''وَالسُّنَنُ اَنْ يَّرْفَعَ الْيَدَيْنِ مَعَ هٰذَيْنِ التَّكْبِيْرَيْنِ كَرَفْعِهِمَا مَعَ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ وَ اَنْ يُّفَرِّجَ الْاَصَابِعَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ رَاكِعًا وَّ اَنْ يُّجَافِيَ الْمِرْفَقَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَ لِلنِّسَاءِضَمُّهُمَا بِهِمَا وَ اَنْ يُّحَمِّدَ بَعْدَ السَّمْعَلَةِ اِمَّا بِهٰذِهِ الصِّيْغَةِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَهْلِ الْكِبْرِيَاءِ وَ الْعَظَمَةِ وَ اَهْلِ الْجُوْدِ وَ الْجَبَرُوْتِ اَوْ بِهٰذِهِ الصِّيْغَةِ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا دَائِمًا مُّبَارَكًا فِيْهِ۔''[2]

''رفع یدین کی سنتیں یہ ہیں تکبیر احرام میں ہاتھوں کو اٹھانے کی مانند دونوں ہاتھوں کو اٹھانا۔ رکوع میں گھٹنے پر ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلی رکھنا ،ہنیوں کو پہلووں سے الگ رکھنا،عورتوں کیلئے دونوں کو ملاکر رکھنا سنت ہے۔ سمع اللہ کے بعد ان الفاظ میں حمد پڑھنا سنت ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا

[1]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۵۷

[2]۔ ایضاً

بڑائی عظمت سخاوت اور ہیبت والا ہے۔ یا یوں پڑھے۔ ہمارے پروردگار تمام تعریفیں تیرے لیے جو بہت پاک ہے ہمیشہ پاک رہنے والی اور برکت سے بھری ہے۔"

"قال ثم یکبرورکع وفی الجامع الصغیر ویکبر مع الانحطاط لان النبی ﷺ یکبر عند کل خفض و رفع"[1]

"فرماتے ہیں کہ پھر مصلی تکبیر کہے اور رکوع کرے۔ اور جامع الصغیر میں ہے کہ جھکاؤ کے ساتھ تکبیر کہے اس لیے "آپ ﷺ ہر اتار چڑھاؤ کے ساتھ تکبیر کہا کرتے تھے۔"

"لان النبی ﷺ لانس اذا رکعت فضع یدیك علی رکبتیك و فرج بین اصابعك لان النبی ﷺ کان اذا رکع لا یصوب راسه ولا یقنعه ویقول سبحان ربی العظیم ثلاثا وذالك ادناه لقوله علیه السلام اذا رکع احدکم فلیقل فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاثا وذالك ادناه ای ادنٰی کمال الجمع"[2]

"اس لیے آپ ﷺ نے حضرت انس سے فرمایا تھا جب تم رکوع کرو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو اور اپنی انگلیوں کے مابین کشادگی رکھو آپ ﷺ جب رکوع کرتے تھے نہ تو اپنا سر اٹھاتے تھے اور نہ ہی جھکاتے تھے اور رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے اور یہ اس کی ادنٰی مقدار ہے اس لیے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اپنے رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے اور یہ اس کی ادنٰی مرتبہ ہے یعنی کمال جمع کی ادنٰی مقدار ہے۔"

رکوع میں اطمینان کا سانس لینا ایک مرتبہ تسبیح واجب ہے۔ تسبیح کے مکمل الفاظ یہ ہے۔"سبحان ربی العظیم وبحمده" یا سبحان الله العظیم یا سبحان الله و بحمده یا سبحان الله سب روا ہیں۔ رکوع سے مکمل قیام کی حد تک سر کو اٹھانا اور اس اعتدال میں اطمینان کا سانس لینا سمعله سمع الله لمن حمده پڑھنا رکوع اور سجدے میں جاتے وقت تکبیر پڑھنا واجب ہے۔ سنتیں یہ ہیں جس طرح تکبیر احرام میں ہاتھوں کے اٹھانے کا حکم ہے اسی طرح دونوں تکبیروں کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا رکوع میں گھٹنے پر ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلی رکھنا کہنیوں کو پسلیوں سے الگ رکھنا عورتوں کیلئے دونوں کو ملا کر رکھنا سنت ہے۔ سمع اللہ کے بعد ان الفاظ میں حمد پڑھنا سنت ہے۔

"اَلْحَمْدُ لِلہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَهْلِ الْکِبْرِیَاءِوَ الْعَظَمَةِ وَ اَهْلِ الْجُوْدِ وَ الْجَبَرُوْتِ اَوْ بِھٰذِهِ الصِّیْغَةِ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا دَائِمًا مُّبَارَکًا فِیْهِ"

"ثم یرفع راسه فیقول سمع الله لمن حمده ویقول الموتم ربنا لك الحمد"

ا۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۲\۱۴۳

۲۔ ایضاً، ۲\۱۴۴

پھر امام سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لك الحمد کہے۔

الہدایہ کی روشنی میں رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھتے ہیں اور امام حالت اعتدال میں سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہیں اور مقتدی ربنا لك الحمد کہتے ہیں۔ جبکہ الفقہ الاحوط میں دعاوں کے اضافے کے ساتھ سمع اللہ اور حمد امام اور ماموم دونوں پڑھتے ہیں۔

قنوت کا مسئلہ

''اَمَّا الْقُنُوْتُ فَیَجُوْزُ قَبْلَ الرُّکُوْعِ وَ بَعْدَہٗ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ ثَانِیَۃٍ مِّنَ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ الْوَاجِبَۃِ وَ اِذَا وَقَعَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ کَانَ اَوْلٰی لِاَنَّ الْمَکْثَ الطَّوِیْلَ یُکْرَہُ فِی الْاِعْتِدَالِ الَّذِیْ بَعْدَ الرُّکُوْعِ وَ عَلٰی کِلَا التَّقْدِیْرَیْنِ یَجُوْزُ اَنْ یَّقْرَأَ بِھٰذِہِ الصِّیْغَۃِ۔''[1]

''قنوت پنجگانہ واجب نمازوں کی دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے یا بعد میں پڑھنا جائز ہے۔ تاہم اگر رکوع سے پہلے وقوع پذیر ہو جائے تو بہتر صورت ہے کیونکہ رکوع کے بعد کے اعتدال میں زیادہ رکنا مکروہ ہے۔ دونوں صورتوں میں ان الفاظ میں پڑھنا جائز ہے۔''

''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَ مَا فِیْھِنَّ وَ مَا فَوْقَھُنَّ وَ مَا تَحْتَھُنَّ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔''[2]

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بردبار کریم ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بلند اور عظیم ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں اور جو ان میں موجود ہیں، ان کے اوپر ہیں اور جو ان کے نیچے ہیں سب کا پروردگار ہے۔ وہ بڑے عرش کا مالک ہے میرے رب تو مجھے بخش دے، مجھ پر ترس فرما، اور جو کچھ میری حالات کا تجھے علم ہے ان سے درگزر فرما۔ بے شک تو طاقت اور کرم والی ذات ہے۔''

عصر کے لیے یوں قنوت پڑھی جاتی ہے۔

''اَوْ بِھٰذِہِ الصِّیْغَۃِ۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَ عَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِکْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَ قِنَا رَبَّنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَ لَا یُقْضٰی عَلَیْکَ فَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ۔''[3]

۱۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ۵۹

۲۔ ایضاً

۳۔ مشکوۃ المصابیح، وتر کا بیان، حدیث نمبر ۱۲۴۶

''اے پروردگار! اپنی ہدایت یافتگان میں ہماری ہدایت فرمااور ہمیں آرام یافتہ لوگوں کی طرح عافیت دے اوراپنے چاہنے والوں کیساتھ ہم سے بھی دوستی رکھ اور اپنی عطاکردہ چیزوں میں ہمارے لیے برکت نازل فرما۔ ہمارے رب ہمیں اپنی تقدیر کے شر سے بچالے کیونکہ توہی فیصلہ ساز ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ بے شک جو تجھ سے محبت کرتے ہیں وہ رسوانہیں ہوسکتے اور تیری دشمن باعزت نہیں ہو سکتے۔ اے ہمارے رب توبابرکت ہے اور توبلند ہے اے جلالت شان اور کرم والے تو محمدؐ اوران کی اولاد پر سلامتی ورحمت نازل فرما۔''

فجر کی نماز کے لیے ان الفاظ میں قنوت پڑھی جاتی ہے۔

''اَوْبِهٰذِهِ الصِّيْغَةِ فِی الصُّبْحِ ''لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَاكَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَاوَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًاكَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰينَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ''[۱]

''اللہ کسی نفس کواس کی قدرت سے بڑھ کرتکلیف نہیں دیتا۔ نفس کی نیک کمائی اس کے لیے مفید ہے اور اس کی خراب کمائی اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ پروردگار! اگر ہم سے بھول چوک یا غلطی کر بیٹھیں تو گرفت نہ فرما۔ پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس طرح تونے ہم سے پہلے لوگوں پر جو بوجھ ڈالا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ بھی نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو ہمیں معاف فرما، بخش دے، ہم پر رحم فرما۔ توہمارا سرپرست ہے اور کافروں کیخلاف ہماری مدد فرما''

مغرب کی قنوت یوں پڑھی جاتی ہے۔

''وَفِی الْمَغْرِبِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

اَوْصِيْغَةٍ اُخْرٰى فِيْهَا الدُّعَاءُوَالثَّنَاءُ وَالْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَاءُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنِ وَ اَنْ يُّكَرِّرَ التَّسْبِيْحَ فِی الرُّكُوْعِ ثَلَاثًا اَوْ سَبْعًا وَ اِنْ وَقَعَ تِسْعًا اَوْ اِحْدٰى عَشْرَةَ لَا بَاْسَ بِهِ ''[۲]

''ہمارے رب ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرما۔ ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو زیادہ عطاکرنے والا ہے۔ اے رب! بیشک تو اس دن سب کو اکٹھا کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں بیشک اللہ وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

۱۔ سورۃ البقرہ:۲۸۶

۲۔ سورۃ آل عمران:۸،۹

یا دوسرے الفاظ میں قنوت پڑھے جس میں دعا حمد اللہ کی عظمت اور بڑائی بیان ہو۔ رکوع میں تسبیح کو تین بار یا سات بار دہرانا اگر یہ تعداد نو یا گیارہ بھی ہو جائے تو حرج نہیں۔"

"قنوت کے سلسلہ میں علما کا اختلاف ہے۔ امام مالک کی رائے ہے کہ نماز صبح میں قنوت مستحب ہے۔ امام شافعی اسے سنت کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ نماز صبح میں قنوت جائز نہیں ہے قنوت کا موقع بس وتر ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ قنوت ہر نماز میں جائز ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ رمضان کے سوا کوئی قنوت نہیں ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ رمضان کے نصف آخر ہی میں قنوت ہے۔ جبکہ بعض لوگ رمضان کے نصف اول میں قنوت کے قائل ہیں۔"[1]

فقہ الاحوط کے مطابق پانچ فرض نمازوں کی ہر دوسری رکعت میں مخصوص قنوت پڑھی جاتی ہے اس کے علاوہ وتر اور عیدین کی نمازوں میں بھی قنوت پڑھی جاتی ہے۔

جبکہ اہل سنہ میں قنوت پڑھنے کے سلسلے میں علما کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام مالک نماز صبح میں قنوت مستحب سمجھتے ہیں۔ امام شافعی اسے سنت کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز صبح میں قنوت جائز نہیں ہے قنوت کا موقع بس وتر ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ قنوت ہر نماز میں جائز ہے جبکہ دوسرا رمضان کے سوا قنوت پڑھنے کے حق میں نہیں ہے۔

سجدے کے واجبات

"وَمِنْهَا السُّجُوْدُ وَهُوَ مِنَ الْاَرْكَانِ الْعِظَامِ الْوَاجِبَةِ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ مَرَّتَيْنِ وَ صُوْرَتُهُ اَنْ يَّضَعَ بَعْضَ جَبْهَتِهِ اَوْ تَمَامَهَا عَلٰى مُصَلَّاهُ مَكْشُوْفًا وَيَجِبُ فِيْهِ اَنْ يَّضَعَ كَفَّیْ يَدَيْهِ وَ رُكْبَتَيْهِ وَ اِبْهَامَیْ رِجْلَيْهِ عَلٰى مُصَلَّاهُ مُسْتَقِلًّا اَعَالِيْهِ مِنْ اَسَافِلِهِ وَ مُسْتَثْقِلًا بِرَأْسِهِ عَلٰى مَسْجِدِهِ وَكَانَ مَوْضِعُ سُجُوْدِهِ مُسَاوِيًا لِمَوْضِعِ قِيَامِهِ اَوْ اَنْزَلَ وَ اِنْ وَّقَعَ اَرْفَعَ بِقَدْرِ لِبْنَةٍ لَا بَاْسَ بِهِ وَ فِی الْعِجْزِ يَجُوْزُ اَنْ يَّرْفَعَ شَيْئًا فَيَسْجُدَ عَلَيْهِ اَوْ يُوْمِیَ"[2]

"سجود بھی بڑے واجب ارکان میں سے ہے ہر رکعت میں دو مرتبہ واجب ہیں۔ سجدہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازی پیشانی کا کچھ حصہ یا پوری پیشانی کھلی حالت میں مصلٰی پر رکھے۔ یہ بھی واجب ہے کہ دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی انگوٹھیوں کو بھی جائے نماز پر رکھے اس طرح کہ نیچے کے اعضاء سے اوپر کے اعضاء کو مستحکم رکھے اور سجدہ گاہ پر اپنے سر کو خوب جمائے رکھے۔ سجدہ گاہ قیام کی جگہ کی سطح

---

[1] ۔ علامہ ابن ابن رشد القرطبی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ۲۰۱

[2] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۵۹

کے برابر ہو یا پست ہو اگر ایک اینٹ کے برابر اونچی ہو جائے تو حرج نہیں عاجزی کی صورت میں کسی چیز کو سجدہ گاہ سے بلند رکھنا اور اس پر سجدہ کرنا یا اشارہ کرنا جائز ہے۔''

''وَيَجِبُ فِيْهِ الطَّمَانِيْنَهُ وَ تَسْبِيْحَةٌ وَاحِدَةٌ بِهٰذِهِ الصِّيْغَةِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَ بِحَمْدِهٖ اَوْ سُبْحَانَ اللهِ الْاَعْلٰى اَوْ سُبْحَانَ اللهِ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ اَوْ اَللهُ وَ رَفْعُ الرَّأْسِ مِنْهُ اِلٰى حَدِّ الْقُعُوْدِ وَ التَّكْبِيْرُ عِنْدَ الرَّفْعِ وَ الطَّمَانِيْنَةُ فِيْ هٰذِهِ الْقَعْدَهِ الْخَفِيْفَةِ وَ التَّكْبِيْرُ عِنْدَ الْهُوِيِّ لِلسَّجْدَةِ الثَّانِيَّةِ وَالطَّمَانِيْنَةَ وَتَسْبِيْحَةٌ وَاحِدَةٌ كَمَا فِى الْاُوْلٰى وَ التَّكْبِيْرُ عِنْدَ رَفْعِ الرَّأْسِ مِنْهَا۔[1]''

''سجدے میں اطمینان کا سانس لینا اور ان الفاظ میں ایک مرتبہ تسبیح پڑھنا واجب ہے۔ پاک ہے میرا رب جو بلند ہے تمام تعریفیں اسی کیلئے ہیں یا پاک ہے میرا رب جو بلند ہے یا پاک ہے میرا رب تمام تعریفیں اسی کیلئے ہیں یا صرف اللہ کہے۔ قعدے کی حد تک سر کا اٹھانا سر اٹھاتے وقت تکبیر پڑھنا قعدۂ خفیفہ میں اطمینان کا سانس لینا دوسرے سجدے کیلئے تکبیر کہنا پہلے سجدے کی طرح طمانینہ ایک بار تسبیح اور دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنا واجب ہے۔''

سجدے کی سنتیں

''وَسُنَنُهَا وَضْعُ الْاَنْفِ عَلَى الْاَرْضِ وَزِيَادَةُ التَّسْبِيْحِ كَمَا فِى الرُّكُوْعِ وَ الدُّعَاء فِيْهِمَا وَ صِيْغَتُهُ هٰذِهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُّ وَ لَكَ اَسْلَمْتُ وَ بِكَ اٰمَنْتُ سَجَدَ وَجْهِىْ لِلَّذِىْ خَلَقَهُ وَ صَوَّرَهُ وَ شَقَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ فَتَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنِ وَ الدُّعَاءُ بَيْنَهُمَا وَصِيْغَتُهُ هٰذِهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ وَ ارْحَمْنِىْ وَ اهْدِنِىْ وَ عَافِنِىْ وَ اعْفُ عَنِّىْ اَوْ مَا قَرُبَ مِنْهُ وَ تَجَافِى الْمِرْفَقَيْنِ مِنَ الْجَنْبَيْنِ وَ الْبَطْنِ عَنِ الْفَخِذَيْنِ لِلرِّجَالِ وَ لِلنِّسَاء الْاِنْضِمَامُ وَ وَضْعُ الْيَدَيْنِ فِى السُّجُوْدِ حِذَاءِالْاُذُنَيْنِ بَاسِطًا يَدَيْهِ غَيْرَ مُنْفَرِجِ الْاَصَابِعِ وَ جَلْسَةٌ خَفِيْفَةٌ بَعْدَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ وَ الْاِعْتِمَادُ عَلَى الْيَدَيْنِ اِذَا اَرَادَ الْقِيَامَ لِرَكْعَةٍ اُخْرٰى وَ رَفْعُ الرُّكْبَتَيْنِ مِنَ الْاَرْضِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ لِاَنَّهٗ اَقْرَبُ اِلَى التَّوَاضُعِ وَ الْعِجْزِ۔[2]''

''سجدے کی سنتوں میں سے ناک کو زمین پر رکھنا۔ رکوع کی مانند تسبیح کا زیادہ پڑھنا۔ دونوں سجدوں میں دعا کا پڑھنا ہے اور دعا ان الفاظ میں ہو ''پروردگار میں نے تمہارے لئے سجدہ کیا تیری خاطر تسلیم کیا اور تجھ پر ایمان لایا۔ میرے چہرے نے اس ذات کے سامنے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اس کو صورت بخشی اس کو کان اور آنکھیں عطا کی۔ پس بہتر خلق کرنے والی ذات نہایت ہی بابرکت ہے دونوں سجدوں کے درمیان دعا پڑھنا۔ ان الفاظ میں ''پروردگار! میری مغفرت فرما۔ مجھ پر رحم فرما مجھے ہدایت دے مجھے عافیت عطا کر اور مجھ

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۶۲

۲۔ ایضاً

سے در گزر کر یا اس جیسی دیگر دعا پڑھی جائیں۔ مردوں کے حق میں دونوں کہنیوں کو پسلیوں سے الگ رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے الگ رکھنا جبکہ عورتوں کیلئے ملا کر رکھنا سنت ہے۔ دونوں سجدوں میں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھولے بغیر ہاتھوں کو کھول کر کان کے برابر رکھنا۔ دوسرے سجدہ کے بعد تھوڑا سا بیٹھنا۔ قیام کیلئے اٹھتے وقت ہاتھوں پر ٹیک لگانا اور زمین سے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے اٹھانا کیونکہ یہ صورت تواضع اور عاجزی کے زیادہ قریب ہے۔''

''ویعتمد بیده علی الارض لان وائل بن حجر وصف صلاة رسولالله فسجد وادعم علی راحتیه ورفع عجیذته ووضع وجهه بین کفیه ویدیه حذاء اذنیه لما روی انه علیه السلام فعل کذالك[1]''
قال وسجدعلی انفه وجبهته لان النبیﷺ''[2]

مصلی اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں ہتھیلیوں پر ٹیک لینا اور اپنے چہرے کو دونوں ہتھلیوں کے بیچ میں رکھنے کا حکم ہے کہ، اس لیے کہ آپ نے اس پر مدامت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ مصلی اپنی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے، اس لیے کہ آپ نے اس پر مدامت فرمائی ہے۔

''ویقول فی سجوده سبحان ربی الاعلی ثلاثا وذالك ادناه لقوله اذاسجد احدکم فیقل فی سجوده سبحان ربی الاعلی ثلاثا وذالك ادناه ایی ادنٰی کمال الجمع ویستحب ان یذید علی الثلاث فی الرکوع والسجودبعد ان یختم بالوتر لانه کان یختم با لوتر،وان کان اما ماً لا یزید علی وجه یمل القوم حتی لا یودی الی التنفیرثم تسبیحات الرکوع والسجود سنة لان النص تنا ولهما دون تسبیحاتهما فلا یزاد علی النص[3]''

''اور مصلی اپنے سجدے میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے اور یہ اس کی ادنیٰ مقدار ہے اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو وہ اپنے سجدوں میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی کہے اور یہ اس کی ادنیٰ مقدار ہے یعنی کمال جمع کی ادنیٰ مقدار ہے اور رکوع سجدے میں تین پر اضافہ کرنا مستحب ہے بشرطیکہ طاق عدد پر ختم کرے کیونکہ آپ ﷺ طاق عدد پر اختتام فرماتے تھے۔ اور اگر مصلی امام ہو تو اس طرح اضافہ نہ کرے کہ مقتدی اکتا جائیں تاکہ یہ اضافہ نفرت کا سبب نہ بنے۔
پھر رکوع اور سجدوں کی تسبیحات پڑھنا سنت ہے۔ کیونکہ نص میں رکوع اور سجدے کا حکم ہے نہ کہ ان کی تسبیحات لہذا نص پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔''

۱۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۵۲

۲۔ ایضاً ۲\۵۱

۳۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ،، ۲\۵۷

الفقہ الاحوط کی رو سے سجود بھی بڑے واجب ارکان میں سے ہے ہر رکعت میں دو مرتبہ واجب ہیں۔ اور سجدے کے واجبات میں سے پیشانی کا کچھ حصہ یا پوری پیشانی کھلی حالت میں مصلّٰی پر رکھنا اور دونوں ہتھیلیوں دونوں گھٹنوں اور دونوں پائوں کی انگوٹھیوں کو بھی جائے نماز پر رکھنا ہے۔ سجدے میں اطمینان کا سانس لینا ایک دفعہ ان الفاظ میں تسبیح پڑھنا واجب ہے ' سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ 'قعدے کی حد تک سر کا اٹھانا سر اٹھاتے وقت تکبیر پڑھنا قعدۂ خفیفہ میں اطمینان کا سانس لینا دوسرے سجدے کیلئے تکبیر کہنا پہلے سجدے کی طرح طمانینہ ایک بار تسبیح اور دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنا واجب ہے ۔

سجدے کی سنتوں میں سے ناک کو زمین پر رکھنا، رکوع کی مانند تسبیح کا زیادہ پڑھنا، سجدوں میں دعا کا پڑھنا ہے اور دعا ان الفاظ میں ہو ''اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُّ وَ لَکَ اَسْلَمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ سَجَدَ وَجْھِیْ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَ صَوَّرَہٗ وَ شَقَّ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَہٗ فَتَبَا رَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنِ'' دونوں سجدوں کے درمیان دعا پڑھنا۔ ان الفاظ میں ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ ارْحَمْنِیْ وَ اھْدِنِیْ وَ عَافِنِیْ وَ اعْفُ عَنِّی'' اس جیسی دیگر دعا پڑھی جائیں۔ مردوں کے حق میں دونوں کہنیوں کو پسلیوں سے الگ رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے الگ رکھنا جبکہ عورتوں کیلئے ملا کر رکھنا سنت ہے دونوں سجدوں میں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھولے بغیر ہاتھوں کو کھول کر کان کے برابر رکھنا۔ دوسرے سجدہ کے بعد تھوڑا بیٹھنا۔ قیام کیلئے اٹھتے وقت ہاتھوں پر ٹیک لگانا اور زمین سے دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے اٹھانا کیونکہ یہ صورت تواضع اور عاجزی کے زیادہ قریب ہے۔

جبکہ الہدایہ میں مصلی اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں ہتھیلیوں پر ٹیک لینا اور اپنے چہرے کو دونوں ہتھلیوں کے بیچ میں رکھنے کا حکم ہے کہ مصلی اپنی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے اور مصلی اپنے سجدے میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی کہے ورر کوع سجدے میں تین پر اضافہ کرنا مستحب ہے بشرطیکہ طاق عدد پر ختم کرے کیونکہ آپ ﷺ طاق عدد پر اختتام فرماتے تھے۔ اور اگر مصلی امام ہو تو اضافہ نہ کرے تاکہ مقتدی اکتا نہ جائیں۔

پھر رکوع اور سجدوں کی تسبیحات پڑھنا سنت ہے کیونکہ نص میں رکوع اور سجدے کا حکم ہے نہ کہ ان کی تسبیح کا اس کے علاوہ جلسہ اور طمانیت وغیرہ کے فرض اور مستحب ہونے میں آئمہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

سجدہ مکمل ہونے کے بعد بغیر بیٹھے اور زمین پر ٹیک لگائے پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے۔

تشہد

''وَمِنْھَا الْقُعُوْدُ لِلتَّشَھُّدِ وَ ھُوَ مِنَ الْاَرْکَانِ الْعِظَامِ الْوَاجِبَةِ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ مَرَّةً وَفِیْ الزَّائِدِ عَلَیْھِمَا مَرَّتَیْنِ۔'' (۱)

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ص، ۶۴

''تشہد کیلئے بیٹھنا نماز کے بڑے واجب ارکان میں سے ایک ہے جو ہر دو رکعت میں ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ ہونے کی صورت میں دو مرتبہ واجب ہیں۔''

''علما نے تشہد کے وجوب اور اس میں پسندیدہ کلمات کے سلسلہ میں اختلاف کیا ہے۔ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور ایک جماعت کی رائے ہے کہ تشہد واجب نہیں ہے جب کہ دوسرے گروہ اسے واجب مانا ہے اس میں امام شافعی، امام احمد اور امام داؤد شامل ہیں۔''[1]

تشہد کے واجبات

''وَيَجِبُ فِيْهِ الشَّهَادَةُ بِوَحْدَانِيَةِ اللهِ تَعَالٰى وَالشَّهَادَةُ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صَلّٰى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ وَسَلَّمَ وَ الصَّلٰوةُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلّٰى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ وَ الصَّلٰوةُ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلّٰى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ وَسَلَّمَ وَ اَكْمَلُ الصِّيَغِ فِيْهِ ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ[2] اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ''[3]

''قعدے میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دینا۔ محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔ محمد ﷺ پر دورد بھیجنا۔ محمد ﷺ کی آل علیہم السلام پر درود بھیجنا واجب ہے۔ تشہد کی مکمل صورت یہ ہے۔ ''میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اے اللہ محمد ﷺ اور آل محمد پر رحمت نازل فرما۔''

''واذا رفع راسه من السجدة الثانيةفى الركعة الثانية افترش رجله اليسرىٰ فجلس عليها ونصب اليمنٰى نصباً ووجه اصابعه نحوالقبلة هكذا وصفت عائشةقعود الرسول اللهﷺ فى الصلٰوةووضع يديه على فخذيه وبسط اصابعه وتشهديروٰى ذالك فى حديث وائل ولان فيه توجيه اصابع بديه الى القبلةوان كانت امراة جلست على اليتها اليسرٰى واخرجت رجليها من الجانب الايمن لانه استرلها''
(٤)

''اور دوسری رکعت میں جب مصلی دوسرے سجدے سے اپنا سر اٹھائے تو اپنے بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پیر بلکل کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے، اسی طرح حضرت عائشہ نے نماز میں حضور ﷺ کا بیٹھنا بیان کیا ہے۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں رانوں پر رکھ لے اور اپنی

---

[1] ۔ علامہ ابن ابن رشد القرطبی، بدایۃ المجتھد ونہایۃ المقتصد، ۱۹۸

[2] ۔ مشکٰوۃ المصابیح، پاکی کا بیان، حدیث نمبر ۲۷۵

[3] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۶۴

[4] ۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۲\۶۲

انگلیوں کو پھیلا کر تشہد پڑھے، یہ چیز حضرت وائلؓ کی حدیث میں مروی ہے، اور اس لیے بھی کہ اس میں اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرنا پایا جاتا ہے۔

اور اگر نماز پڑھنے والی کوئی عورت ہو تو وہ اپنی بائیں سرین پر بیٹھے اور اپنے پاؤں کو دائیں جانب سے نکال لے، کیونکہ یہ اس کے لیے زیادہ ساتر ہے۔"

"والتشهد التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايهاالنبى الىٰ آخره وهذا تشهد عبدالله ابن مسعود" (١)

اور تشہد یہ ہے التحیات للہ الخ اور یہ عبداللہ بن مسعودؓ کا تشہد ہے۔

"ولايزيد على هٰذا فى القعدة الاولٰى لقول ابن مسعود علمنى رسول الله التشهد فى وسط الصلٰوة وآخرهافاذا كان وسط الصلٰوة نهض اذا فرغ من التشهد واذا كان آخر الصلاة دعا لنفسه بما شاء" (٢)

"اور قعدہ اولیٰ میں اس تشہد پر اضافہ نہ کرے اس لیے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے مجھ کو درمیان نماز اور آخر نماز میں تشہد سکھلایا چنانچہ جب وسط صلٰوۃ ہوتا تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور جب آخر صلاۃ ہوتا تو آپ اپنے لیے جو چاہتے دعا مانگتے تھے۔"

فقہ الاحوط کی روشنی میں تشہد کیلئے بیٹھنا نماز کے بڑے واجب ارکان میں سے ایک ہے جو ہر دو رکعت میں ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ ہونے کی صورت میں دو مرتبہ واجب ہیں۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ تشہد کو واجب نہیں سمجھتے جبکہ امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک تشہد واجب ہے۔

تشہد کی سنتیں

اس کی سنتوں میں باادب لوگوں کی مانند پیروں کو تہہ کر کے رکھنا یا دونوں کو بچھا کر رکھنا شہادتوں اور درود کیساتھ دعا حمد الٰہی اور ثناء جو چاہے پڑھنا یا ان الفاظ میں

"بِسْمِ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الْاَسْمَاء الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ فِىْ اُمَّتِهِ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ وَقَرِّبْ وَسِيْلَتَهُ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد" (٣)

اگر اس کے ساتھ اپنے لئے والدین اور جملہ مومنین کیلئے مغفرت کی دعا بھی شامل کرے تو مثلاً یوں کہے

١۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ٢\٦٣

٢۔ ایضاً، ٢\٦٦

٣۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ٦٤

''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ وَ ارْحَمْنِیْ وَ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِیْ صَغِيْرًا یا یوں کہے۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الطَّيِّبَاتُ الزَّاكِيَاتُ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ سَلَامٌ عَلَيْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ كَمَا صَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ وَ سَلَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّ اِمَّا بِصِيْغَةٍ اُخْرٰی تَتَقَارَبُ اِلٰی هٰذِهِ الصِّيَغِ وَ مَنْ عَجَزَ عَنْ هٰذِهِ الصِّيَغِ يَجُوْزُ لَهُ التَّرْجُمَةُ بِاَیِّ لِسَانٍ شَاءَ'' (۱)

''الهدایہ کی روشنی میں مصلی جب سجدہ ثانیہ سر اٹھائے تو بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے اور دوسری رکعت میں تشہد پڑھنا واجب ہے اور تشہد یہ ہے التحیات للہ الخ اور یہ عبداللہ بن مسعودؓ کا تشہد ہے۔''

اور قعدہ اولیٰ میں اس تشہد پر اضافہ نہ کرے اس لیے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے مجھ کو درمیان نماز اور آخر نماز میں تشہد سکھلایا چنانچہ جب وسط صلوٰۃ ہوتا تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور جب آخر صلاۃ ہوتا تو آپ اپنے لیے جو چاہتے دعا مانگتے تھے۔

لہٰذا قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کے علاوہ اس پر اضافہ درست نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے تشہد کے علاوہ درود پڑھنا شروع کیا اور محمد کی دال تک پہنچ گیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ لیکن قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے اور درود شریف پڑھنا سنت ہے۔

سلام

''وَ مِنْهَا السَّلَامُ وَ هُوَمِنَ الْاَرْكَانِ الْعِظَامِ الْوَاجِبَةِ مَرَّةً فِیْ اِخْتِتَامِ الصَّلٰوةِ وَ الْخُرُوْجِ عَنْهَا وَ اَكْمَلُ الصِّيَغِ فِيْهِ اَنْ يَّقُوْلَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ مُلْتَفِتًا اِلَی الْيَمِيْنِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ مُلْتَفِتًا اِلَی الْيَسَارِ۔'' (۲)

''سلام نماز کے بڑے واجب ارکان میں سے ہے۔ نماز کے اختتام اور اس سے باہر نکلتے وقت ایک بار واجب ہے۔ دائیں جانب سلام پھیرتے وقت یہ الفاظ کہے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ'' اور بائیں جانب منہ پھیرتے ہوئے یوں پڑھے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔''

ترتیب

''وَمِنْهَا التَّرْتِيْبُ فِی الْاَرْكَانِ الْمَذْكُوْرَةِ''

۱۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ص، ۶۵

۲۔ ایضاً، ص، ۴۸

''نماز کے ارکان میں سے ایک رکن مذکورہ ارکان میں ترتیب ہے۔''

سلام کی سنتیں

''وَسُنَنُهُ التَّكْرَارُ وَ فِی الْجَمَاعَةِ اٰكَدُ وَ التَّرْتِيْبُ فِیْ تَقْدِيْمِ الْيَمِيْنِ عَلَى الْيَسَارِ وَ الْاَدَبُ فِيْهِ اَنْ لَّا يُفْرِطَ وَ لَا يُفَرِّطَ فِی الْاِلْتِفَاتِ كَالْجُهَّالِ وَ يُرَاعِیَ فِيْهِ حَدَّ الْاِعْتِدَالِ فَيَنْبَغِیْ اَنْ لَّايَكُوْنَ مُقْمَحًا كَالْمَغْلُوْلِ وَ لَا يُلَقِّفَ عُنُقَهُ فَيَتَوَجَّعَ كَالْمَعْلُوْلِ۔'' (۱)

''سلام کا دوبار پھیرنا سنت ہے۔ جماعت کی صورت میں تاکید ہے۔ ترتیب، یعنی دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا سنت ہے۔ سلام میں ادب یہ ہے کہ گردن پھیرنے میں جاہلوں کی طرح زیادتی اور کمی سے کام نہ لے بلکہ اعتدال کی رعایت کرے۔ چنانچہ مناسب ہے کہ گردن میں طوق لگے آدمی کی طرح سر کو اوپر اٹھائے اور نہ ہی اس طرح گردن موڑے کہ مریض کی مانند تکلیف پیدا ہو جائے۔''

''نماز میں تسلیم کے مسئلہ میں علما نے اختلاف کیا ہے۔ جمہور اسے واجب کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی رائے ہے کہ تسلیم واجب نہیں ہے۔ واجب قرار دینے والے منفرد نمازی اور امام پر ایک سلام کو واجب ٹھہراتے ہیں اور بعض لوگ دو سلام کو واجب قرار دیتے ہیں۔

جمہور نے حدیث علی کے ظاہر پر عمل کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھی موجود ہے۔

وَ تَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمِ [۲]

نماز سلام پھیرنے سے حلال ہو جاتی ہے۔،،

''ثم یسلم عن یمینه فیقول السلام علیکم ورحمةالله وعن یساره مثل ذالك لما روی ابن مسعود ان النبی ﷺ کان یسلم عن یمینه حتی یرٰی بیاض خده الا یمن وعن یساره حتٰی یریٰ بیاض خده الایسر،ونوٰی با لتسلیم الاولٰی من علی یمینه من الرجال والنساء والحفظة و کذالك فی الثانية لان الا عمال با لنیات ،ولا ینوی النساء فی زماننا ولا من لا شرکة فی صلاته هو الصحیح لان الخطاب حظ الحاضرین'' (۳)

''پھر اپنی دائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے اور بائیں جانب بھی ایسا کرے جیسا کہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اپنی دائیں جانب سلام پھیرتے تھے حتٰی آپ کے دائیں رخسار کی سفیدی دیکھ لی جاتی تھی اور بائیں جانب سلام پھیرتے حتٰی آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی دیکھ لی جاتی تھی۔

---

[۱]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۶۷

[۲]۔ علامہ ابن ابن رشد القرطبی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ص،۲۰۰

[۳]۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۷۴،۷۳

اور پہلے سلام ان لوگوں کی نیت کرے جو اس کی دائیں جانب ہوں یعنی مردوں کی عورتوں کی اور ملائکہ حفظہ کی اور اسی طرح دوسرے میں بھی نیت کرے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اور ہمارے زمانے میں نہ تو عورتوں کی نیت کرے اور نہ ہی اس شخص کی نیت کرے جو اس کی نماز میں شریک نہ ہو یہی صحیح ہے کیونکہ خطاب حاضرین کا حصہ ہے۔''

الفقہ الاحوط کے مطابق سلام بڑے واجب ارکان میں سے ہے اور نماز کے اختتام اور اس سے باہر نکلتے وقت ایک بار واجب ہے۔ دائیں جانب سلام پھیرتے وقت ان الفاظ میں کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ اور بائیں جانب منہ پھیرتے ہوئے یوں پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ۔

سلام کا دوبار پھیرنا سنت ہے جماعت کی صورت میں تاکید ہے ترتیب یعنی دائیں کو بائیں پر مقدم رکھنا۔ سلام میں ادب یہ ہے کہ گردن پھیرنے میں جاہلوں کی طرح زیادتی اور کمی سے کام نہ لے اور درمیانی صورت اختیار کرے۔ مناسب ہے کہ گردن میں طوق لگے آدمی کی طرح سر کو اوپر اٹھائے اور نہ ہی اس طرح گردن موڑے کہ مریض کی مانند تکلیف پیدا ہو رہی ہو۔

تعقیبات

''وَالتَّعْقِيْبُ سُنَّةٌ شَرِيْفَةٌ مَّوْرُوْثَةٌ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ لَا يَرِثُهَا اِلَّا الصَّالِحُوْنَ وَ اَقَلُّهُ اَنْ يُّسَبِّحَ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ وَ يُحَمِّدَ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ وَ يُكَبِّرَ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ لَاحَصْرَ لِاَكْثَرِهٖ فِيْ عَقِيْبِ كُلٍّ مِّنَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَ كَانَ فِى الصُّبْحِ وَ الْعَصْرِ اَشَدَّ تَاكِيْدًا'' [1]

'' تعقیب کا پڑھنا ایک ایسی شریف سنت ہے جو نبی ﷺ سے وراثت میں ملی ہے اور نیک بندوں کے علاوہ کوئی اور اسکے وارث نہیں ہو سکتے۔ تعقیبات کی کم از کم مقدار سبحان اللہ تینتیس مرتبہ پڑھنا اور الحمد اللہ تینتیس مرتبہ پڑھنا اللہ اکبر تینتیس مرتبہ پڑھنا ہے اور تعقیبات کی کثرت کی کوئی حد مقرر نہیں ہر پنجگانہ نماز کے بعد اور خاص کر نماز صبح اور عصر کے بعد تعقیبات تاکیدی حکم رکھتا ہے۔''

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ۶۷

فصل دوم

نماز کے دیگر احکام میں تفردات

نماز باطل کرنے والی چیزیں

''اَمَّا مُبْطِلَاتُ الصَّلٰوۃِ فَمِنْهَا نَوَاقِضُ الطَّهَارَتَيْنِ كُلُّهَا وَاِنْ كَانَ سَهْوًا اَوْ تَعَمُّدًا وَالْاِلْتِفَاتُ اِلٰى مَا وَرَائَهُ وَ النُّطْقُ بِحَرْفٍ مَّفْهُوْمٍ اَوْ حَرْفَيْنِ فَصَاعِدًا اِنْ فُهِمَ وَ اِنْ لَّمْ يُفْهَمْ مِمَّا لَيْسَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْاَدْعِيَةِ وَالْفِعْلُ الْكَثِيْرُالْخَارِجُ مِنْ اَفْعَالِ الصَّلٰوۃِ كَثَلَاثِ خُطْوَاتٍ اَوْ ضَرَبَاتٍ اَوْ حَرَكَاتٍ مُتَوَالِيَاتٍ وَ الْوَثْبَةُ الْفَاحِشَةُ وَ لَوْ كَانَتْ وَاحِدَةً'' (۱)

''نماز باطل کرنے والی چیزیں یہ ہیں۔ بھول چوک کر یا جان بوجھ کر وضو اور غسل کو توڑنے والی تمام چیزیں، اپنے آگے پیچھے دیکھنا، بامفہوم ایک حرف بولنا یا دو یا زیادہ حروف کا بولنا جو قابل فہم ہوں یا نہ ہوں تاہم وہ قرآن اور دعائوں میں سے نہ ہو، نماز کے افعال کے علاوہ زیادہ امور بجالانا مثلاً تین قدم چلنا، تین ضربیں لگانا یا پے درپے کئی حرکتیں کرنا، بری طرح اچھلنا اگرچہ یہ ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو۔

''وَالْقَهْقَهَةُ وَالْبُكَاءُاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا مِنْ غَلَبَةِ ذَوْقِ الشَّرَابِ الطَّهُوْرِ فِيْ جَنَانِهِ اَوْسَطْوَةِ شَوْقِ مُشَاهَدَةِ النُّوْرِمِنْ تَجَلِّيَاتِهِ وَتَرْكُ رُكْنٍ عَمْدًا اَوْزِيَادَةُ رُكْنٍ عَمْدًا وَتَرْكُ التَّدْرِيْجِ وَيَبْتَلِعُ فِيْ اَثْنَاءِالصَّلٰوۃِ فَمَعْفُوٌّ''(۲)

''ہنسنا، رونا اگر یہ دونوں نمازی کے دل میں پاک شراب کا ذوق غالب آنے سے نہ ہو یا اللہ کی تجلیات میں سے کسی نور کے مشاہدے کا شوق بڑھنے سے نہ ہو، کسی رکن کو جان بوجھ کر چھوڑنا، کسی رکن کا عمداً اضافہ کرنا، عمداً ترتیب کا ترک کرنا، کھانا، پینا تاہم اگر چبائے ہوئے کھانے کا کچھ ریزہ منہ میں ہو اور وہ آہستہ نرم ہو جائے اور نماز کے دوران پیٹ میں نگل جائے تو معاف ہے۔

''وَكُلُّ مَا نُهِيَ عَنْهُ اَوْ اُمِرَ بِهٖ فِيْهَا لَوْ فَعَلَهُ اَوْ تَرَكَهُ عَمْدًا بَطَلَتْ صَلٰوتُهُ اَوْ سَهْوًا فَوَجَبَ عَلَيْهِ التَّدَارُكُ وَ سَجْدَتَا السَّهْوِبَعْدَ التَّشَهُّدِوَهُمَاوَاجِبَتَانِ فِيْ سَهْوِ الْوَاجِبَاتِ وَ سُنَّتَانِ فِيْ سَهْوِالْمَسْنُوْنَاتِ وَيَجُوْزُ اَدَاءُهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ وَبَعْدَ السَّلَامِ وَالْاَوْلٰى فِيْ سَهْوِ الْوَاجِبَاتِ قَبْلَ السَّلَامِ وَ فِيْ سَهْوِ الْمَسْنُوْنَاتِ بَعْدَ السَّلَامِ۔''(۳)

---

۱ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص ۶۸

۲۔ ایضاً، ۶۸

۳۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۶۸

''جس کا نماز میں نہ کرنے یا کرنے کا حکم ہو اگر اسے کرے یا ترک کرے تو اس کی نماز باطل ہے۔ تاہم اگر بھول ہوئی ہو تو اس کی تلافی کرنا اور تشہد کے بعد سہو کے دو سجدے بھی واجب ہیں۔ یہ دونوں سجدے واجبات کے بھول جانے پر واجب اور مسنونات کے بھول جانے پر مسنون ہیں۔ ان دونوں کی ادائیگی سلام سے قبل اور سلام کے بعد بھی جائز ہے بہتر طریقہ یہ کہ واجبات کے سہو کیلئے سلام سے پہلے اور مسنونات کیلئے سلام کے بع سہو د بجالائے۔''

''فَلَوْ وَقَعَتَا قَبْلَ السَّلَامِ يَنْبَغِيْ اَنْ يُّكَبِّرَ وَ يَسْجُدَ سَجْدَتَيْنِ كَمَا فِى الصَّلٰوةِ مَعَ الْقَعْدَةِ بَيْنَهُمَا وَ الطَّمَانِيْنَةُ فِيْهِمَا وَ التَّسْبِيْحُ وَ الدُّعَاءُ فِيْهِمَا كَمَا فِيْ سُجُوْدِ الصَّلٰوةِ وَ لَوْ وَقَعَتَا بَعْدَ السَّلَامِ فَيَزِيْدُ بِاَنْ يَّنْوِىَ وَ يَرْفَعَ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيْرِ وَيَتَشَهَّدَ خَفِيْفًا وَّ يُسَلِّمَ ثَانِيًا''[1]

''اگر یہ دونوں سلام سے پہلے واقع ہوں تو تکبیر پڑھ کر نماز کی طرح دو سجدے کرے، دونوں کے درمیان میں قعدہ، دونوں میں طمانینہ، تسبیح واجب ہے۔ نماز کے سجدوں کی طرح دونوں سجدوں میں دعا پڑھے۔ اگر یہ دونوں سلام کے بعد واقع ہوں تو نیت کرے، تکبیر کیساتھ ہاتھوں کو اٹھائے تشہد خفیفہ پڑھے اور دوسرا سلام پھیرے۔''

الہدایہ کے مطابق یہ چیزیں صلٰوۃ کو فاسد کر دیتی ہیں۔ بات کرنا، رونا، بلا عذر کھانسنا، چھینک آنے پر جواب دینا، سلام کا جواب دینا اپنے مالک کے علاوہ کسی دوسرے کو لقمہ دینا، کھانا پینا اس کے علاوہ فقہ حنفی میں یہ چیزیں نماز میں مفسد ہیں ہسننا، قہقہ لگانا، نماز کے اندر کپڑوں میں تری دیکھنا۔

مکروہات نماز

''اَمَّامَكْرُوْهَاتُ الصَّلٰوةِ فَمِنْهَا الْاِلْتِفَاتُ يَمِيْنًا اَوْ يَسَارًا وَنَفْخُ مَوْضِعِ السُّجُوْدِ وَ الْعَبْثُ وَ الْفُرْقَعَةُ وَ عَقْصُ الشَّعْرِ وَ تَنْقِيَةُ الْاَنْفِ وَ الْبُصَاقُ اَوْحَبْسُهُ فِيْ فِيْهِ وَ التَّنَحْنُحُ وَ اِغْمَاضُ الْعَيْنَيْنِ لَوْ تَمَادٰى وَ لُبْسُ الْخُفِّ الضَّيِّقِ وَالتَّمَطِّيْ وَمُدَافَعَةُ الْاَخْبَثَيْنِ وَالتَّاَوُّهُ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْ حَرَاقَةِ نِيْرَانِ الْمَحَبَّةِ الْاِلٰهِيَّةِ اَمَّا تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ وَرَدُّ السَّلَامِ وَالدُّعَاءُفِيْ غَيْرِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ لَا يَخْلُوْا عَنْ كَرَاهَةٍ وَلَايُبْطِلُ الصَّلٰوةَ''[2]

''نماز کے مکروہات میں سے ا دائیں بائیں دیکھنا۔ ۲ سجدہ گاہ کو پھونک مارنا۔ ۳ داڑھی سے کھیلنا ۴ انگلیاں چٹخانا۔ ۵ بالوں کا گچھا بنانا۔ ۶ ناک صاف کرنا۔ ۷ تھوکنا یا اسے منہ میں روکے رکھنا۔ ۸ کھنکارنا۔ ۹ دیر تک آنکھیں بند رکھنا۔ ۱۰ تنگ موزہ پہننا۔ ۱۱ انگڑائی لینا۔ ۱۲ بول و براز کو روکے رکھنا۔ ۱۳ آہ آہ کرنا بشرطیکہ یہ آہ عشق الٰہی

---

[1]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۶۹

[2]۔ ایضاً

کی آگ میں جلنے سے نہ ہو۔ ۱۴ چھینکنے والے کو دعا دینا ۱۵ اسلام کا جواب دینا ۱۶ عدم ممانعت کی صورتوں میں دعا کرنا بھی کراہت سے خالی نہیں تاہم نماز باطل نہیں ہوتی۔''

الہدایہ: انگلیاں چٹخانہ ادھر ادھر متوجہ ہونا کپڑا اسمیٹنا تصویر والے لباس میں نماز پڑھنا تسبیحات کو ہاتھ سے گننا وغیرہ مکروہات نماز میں شامل ہے۔

نماز توڑنے کا مسئلہ

''وَيَحْرُمُ قَطْعُ الصَّلٰوةِ بِغَيْرِ ضَرُوْرَةٍ عَظِيْمَةٍ وَ يَجِبُ لِدَفْعِ الْمَضَرَّةِ مِنْ نَّفْسِهِ اَوْ مِنْ غَيْرِهِ كَتَخْلِيْصِ اِنْسَانٍ اَوْ حَيْوَانٍ مُحْتَرَمٍ مِّنَ الْهَلَاكِ بِغَرْقٍ اَوِ احْتِرَاقٍ اَوْ سَبُعٍ اَوْ عَدُوٍّ وَغَيْرُهُ غَافِلٌ عَنْهَا وَهُوَ مُطَّلِعٌ عَلَيْهَا وَلَا يَسَعُ التَّاخِيْرُ وَ يُسَاوِىْ فِيْهِ ضَيْقُ الْوَقْتِ وَ سِعَتُهُ لِلصَّلٰوةِ وَ يَجُوْزُ لِقَضَاءِالدَّيْنِ وَ رَدِّ الْمَظَالِمِ وَالْوَدَايِعِ مَعَ سِعَةِ الْوَقْتِ وَلَوْ عَدَّ رَكْعَاتِهِ بِالْحَصٰى اَوْ بِعَقْدِ الْاَصَابِعِ اَوْ بِالْخَطِّ عَلَى الْاَرْضِ اَوْ عَلَى الْجِدَارِ اَوْ سَوّٰى عِمَامَتَهُ وَلَوْ بِثَلَاثِ عَقْدَاتٍ اَوْ دَفَعَ مَا يَشْغُلُهُ بِغَيْرِ كَثِيْرٍ لَا بَأسَ بِهِ۔''[1]

''کسی بڑی مجبوری کے بغیر نماز توڑنا حرام ہے۔ اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو نقصان سے بچانا واجب ہے مثلاً کسی انسان اور قیمتی جانور کو ہلاکت یا غرق، جلنے یا درندوں یا دشمن وغیرہ سے بچانا ہو جبکہ دیگر غافل ہوں اور نمازی اس سے آگاہ ہو اور تاخیر کی گنجائش نہ ہو۔ ایسے موقع پر نماز کیلئے وقت کی کشادگی اور تنگی برابر ہے۔ وقت میں کشادگی ہو تو قرض کی ادائیگی، ظلم کا مال اور امانتوں کی واپسی کیلئے نماز توڑنا جائز ہے۔ اگر نماز کی رکعتوں کو کنکروں یا ہاتھوں کی انگلیوں کے جوڑوں، زمین یا دیوار پر لکیر کھینچ کر گنتی کرے یا اپنا عمامہ ٹھیک کرے چاہے تین گرہ ہی کیوں نہ ہوں یا نماز سے توجہ ہٹانے والی کسی چیز کو زیادہ کام کئے بغیر ہٹائے تو کوئی حرج نہیں۔''

''ولا باس بقتل الحیۃوالعقرب فی الصلٰوۃ لقولہ اقتلوا الاسودین ولو کنتم فی الصلاۃ ,ولان فیہ ازالۃ الشغل فاشبہ درءالمارویستوی جمیع انواع الحیات ھوالصحیح لاطلاق ما روین''[2]

''اور دوران نماز سانپ اور بچھو کو مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے آپ کا ارشاد گرامی ہے تم دونوں کالوں کو مار ڈالو اگرچہ نماز میں ہو، اور اس لیے بھی کہ اس میں دل کو مشغول کرنے کا ازالہ ہے، لہذا یہ گزرنے والے کو دفع کرنے کے مشابہ ہو گیا۔ اس حکم میں سانپ کی تمام قسمیں برابر ہیں، یہی صحیح ہے اس لیے کہ ہماری روایت کردہ حدیث مطلق ہے۔''

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۷۰

[2] ۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۱۸۵\۲

لہذا اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور آس پاس سے سانپ یا بچھو نکل آئے اور مصلی کو ایذا پہنچانے کا خطرہ ہو تو نماز کے دوران اسے مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ آپ نے نماز میں اسودین کو مارنے کا حکم دیا ہے۔

سجدہ سہو

''اَمَّا السَّهْوُ فَلَوْ تَرَکَ وَاجِبًا مَتٰى يَذْكُرُ فِي الصَّلٰوةِ يَجُوْزُ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَيْهِ وَ يَتَدَارَكَهُ وَ مِنْهُ عَلَى التَّرْتِيْبِ يُتِمَّ صَلٰوتَهُ وَ يَسْجُدَ لِلسَّهْوِ وَ لَوْ زَادَ وَاجِبًا فَيَذْكُرُ فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ اِلَّاَانْ يَّسْجُدَ لِلسَّهْوِ وَ لَوْ سَهٰى عَنْ عَدَدِ الرَّكْعَاتِ اِنْ يَّذْكُرْ فِيْ صَلٰوتِهِ فَعَلَيْهِ اَنْ يُّحَاسِبَ مَا تَيَقَّنَ بِهٖ وَ يُتِمَّهَا وَ يَسْجُدَ لِلسَّهْوِ وَ فِيْ سَهْوِ السُّنَنِ زِيَادَةً اَوْ نُقْصَانًا اِنْ سَجَدَ فَمُسْتَحَبٌّ وَ اِنْ لَّمْ يَسْجُدْ فَلَا بَأسَ بِهٖ وَ لَوْ سَهٰى فِى السَّهْوِ فَلَا حَاجَةَ اِلٰى تَلَافِيْهِ وَ مَنْ كَثُرَ سَهْوُهُ كَذَالِکَ''[1]

''اگر بھولے سے کسی واجب فعل کو چھوڑ دے تو جب بھی نماز میں یاد آجائے تو اس کی طرف لوٹنا اور اس کی تلافی کرنا جائز ہے اور اسی فعل سے شروع کر کے ترتیب کے ساتھ نماز پوری کرے پھر سجدۂ سہو کرے۔ لیکن اگر نمازی سے کسی واجب کا اضافہ ہوا ہو اور پھر یاد آجائے تو اس پر سجدہ سہو کے علاوہ کوئی واجب نہیں۔ اگر رکعات کی تعداد بھول جائے اور نماز میں یاد آجائے تو اس پر لازم ہے کہ یقینی تعداد کو شمار کرے اور نماز پوری کرے اور پھر سجدہ سہو کرے۔ سنت افعال کی بھول کی صورت میں چاہے کم ہو یا زیادہ اگر سجدہ سہو بجالائے تو مستحب ہے اگر سجدہ نہ کرے تو حرج نہیں۔ اگر سجدہ سہو میں بھی بھول چوک ہو جائے تو اس کی تلافی کی ضرورت نہیں۔ اکثر بھول کا شکار ہونے والے کا حکم بھی یہی ہے۔''

''وَاَحْسَنُ الْوُجُوْهِ اِنِ اخْتَلَّتْ صَلٰوتُهُ الْوَاجِبَةُ بِخَلَلٍ مَّا اَنْ تُعِيْدَهَا صَحِيْحَةً وَ يُحَاسِبَ صَلٰوتَهُ الْمَخْتَلَّةَ بِالنَّوَافِلِ الرَّاتِبَةِ وَ غَيْرِهَا لِاَنَّ اَكْثَرَ الْمُصَلِّيْنَ يَتَشَبَّثُوْنَ بِالنَّوَافِلِ فَلَا كُلْفَةَ عَلَيْهِمْ بِاِعَادَةِ صَلٰوةٍ اَكْثَرُهَا اَرْبَعُ رَكْعَاتٍ وَفِيْ بِدَاءِ الْاِسْلَامِ لَيْسَ كَذَالِکَ فَالرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ كَانَ يُوَاسِيْهِمْ لِئَلَّايَنْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِهٖ وَاَمَّا فِيْ زَمَانِنَا هٰذَا لِقُوَّةِ اِسْلَامِهِمْ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ تَرْقِيْعِ مِدْرَعَهِ الصَّلٰوةِ بِالرُّقُعَاتِ السَّهْوِيَةِ وَكَثْرَةُ الْاِسْتِيْنَافِ اَسْهَلُ مِنْ هٰذِهِ الْحِيَلِ''[2]

''ان تمام میں بہترین صورت یہ ہے کہ کسی بھی واجب نماز میں ذرا سا بھی خلل پیدا ہو جائے تو اس نماز کو صحیح طریقے سے دوبارہ بجالایا جائے اور خلل شدہ نماز کو سنن راتبہ وغیرہ میں شمار کرے۔ کیونکہ اکثر نوافل میں مشغول رہنے والے نمازیوں کیلئے زیادہ سے زیادہ چار رکعت کی نماز دہرانا باعث تکلیف نہیں۔ اسلام کی ابتدا میں ایسی صورتحال نہیں تھی۔ رسول ﷺ ان کے ساتھ مدارت فرماتے تھے تاکہ وہ حلقہ آپ ﷺ سے

1۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۷۱

2۔ ایضاً

الگ نہ ہو مگر موجودہ دور میں ان کے اسلام مضبوط ہونے کے باعث سہو کے ٹکڑوں سے نماز کی پیوند کاری پر تعجب کرینگے۔اس طرح کے حیلوں کی بجائے نماز کو دہرانا زیادہ آسان ہے۔''

''يسجد للسهو فى الزيادة والنقصان سجدتين بعد السلام ثم يتشهدثم يسلم وعند شافعى قبل السلام لما روى انه سجدللسهو قبل السلام ولنا قوله لكل سهوسجدتان بعد السلام وروى انه ﷺ سجد سجدة السهو بعد السلام''[1]

''نماز میں کمی اور زیادتی کی صورت میں سلام کے بعد مصلی سہو کے دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے اورامام شافعی کے یہاں سلام سے پہلے سجدہ کرے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ آپ ﷺ نے سلام سے پہلے سجدہ سہو کیاہے ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے "ہر سہو کے لیے سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔''

سہو کے دو سجدے بھی واجب ہیں۔ دونوں کے درمیان میں قعدہ دونوں میں طمانینہ تسبیح واجب ہے۔ نماز کے سجدوں کی طرح دونوں سجدوں میں دعا پڑھے۔

الفقہ الاحوط کے مطابق اگر کسی واجب چیز کو چھوڑنے کے بعد نماز میں یاد آجائے تو اس کی طرف لوٹنا اور اس کی تلافی کرنا جائز ہے اور اسی فعل سے شروع کر کے ترتیب کے ساتھ نماز پوری کرے پھر سجدۂ سہو کرے۔ اگر نمازی سے کسی واجب کا اضافہ ہوا ہو تو پھر یاد آنے پر سجدہ سہو کے علاوہ کوئی واجب نہیں۔

مگر بہترین صورت یہ ہے کہ کسی بھی واجب خلل شدہ نماز کو صحیح طریقے سے دوبارہ بجالایا جائے اور اس کو سنن راتبہ وغیرہ میں شمار کرے۔ اسلام کی ابتدا میں رسول ﷺ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے تاکہ وہ حلقہ آپ ﷺ سے الگ نہ ہو مگر موجودہ دور میں ان کے اسلام مضبوط ہونے کے باعث سہو کے ٹکڑوں سے نماز کی پیوند کاری پر تعجب کرینگے۔اس طرح کے حیلوں کی بجائے نماز کو دہرانا زیادہ آسان ہے۔

یہ دونوں سجدے واجبات کے بھول جانے پر واجب اور مسنونات کے بھول جانے پر مسنون ہیں۔ ان دونوں کی ادائیگی سلام سے قبل اور سلام کے بعد بھی جائز ہے بہتر طریقہ یہ کہ واجبات کے سہو کیلئے سلام سے پہلے اور مسنونات کے سہو کیلئے سلام کے بعد بجالائے۔

الہدایہ نماز میں کمی اور زیادتی کی صورت میں سلام کے بعد مصلی سہو کے دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے احادیث کی روشنی میں سلام سے پہلے بھی اور بعد میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔

---

[1] ۔ ابو الحسن علی ابن ابی الحسن، احسن الہدایہ، ص، ۲\۲۵۸

''ومن شك فی صلاته فلم یدرا ثلاثاً صلی؟ اما اربعاًوذالك اول ما عرض له استا نف لقوله اذا شك احدكم فی صلاته ان كم صلی فلیستقبل الصلاة''[1]

''اور جس شخص کو نماز میں شک ہو گیا چنانچہ اسے یہ نہیں معلوم کہ اس نے تین رکعات پڑھی یا چار؟ اور یہ شک اسے پہلی مرتبہ عارض ہوا ہے تو وہ شخص از سر نو نماز پڑھے اس لیے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو اس کی نماز میں شک ہو کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی تو وہ از سر نو نماز پڑھے۔''

''وَكَانَ وَرَاء سَجْدَتَیِ السَّهْوِ سَجْدَتَانِ سَجْدَةُ التِّلَاوَةِ وَ سَجْدَةُ الشُّكْرِ''

''سہو کے دو سجدوں کے علاوہ دو سجدے اور ہیں تلاوت کا سجدہ اور شکر کا سجدہ۔''

تلاوت کے سجدے

''اَمَّاسَجْدَةُ التِّلَاوَةِ فَسَجْدَةٌ وَّاحِدَةٌ وَ لَهَا النِّيَّةُ وَ التَّكْبِيْرُ وَرَفْعُ الْيَدَيْنِ مَعَهُ وَ التَّسْبِيْحُ وَ الدُّعَاءُ فِيْهَا وَ التَّكْبِيْرُ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهَا وَالسَّلَامُ وَهِیَ وَاجِبَةٌ فِیْ صِيَغِ الْاَمْرِ بِالسُّجُوْدِ دُوْنَ الرُّكُوْعِ كَمَا فِیْ سُوْرَةِ حٰمٓ السَّجْدَةِ وَ فِیْ سُوْرَةِ النَّجْمِ وَ فِیْ سُوْرَ ةِ الْعَلَقِ اَوْ مَا فِیْ مَعْنَی الْاَمْرِ كَمَا فِیْ سُوْرَةِ الٓمٓ السَّجْدَةِ وَمُسْتَحَبَّةٌ فِیْ صِيَغِ الْاَخْبَارِ مِنَ السَّاجِدِيْنَ كَمَا فِیْ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ وَ سُوْرَةِ الرَّعْدِ وَسُوْرَةِ النَّحْلِ وَ سُوْرَةِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ وَ سُوْرَةِ مَرْيَمَ وَ فِیْ مَوْضِعَيْنِ مِنْ سُوْرَةِ الْحَجِّ وَ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ وَ سُوْرَةِ النَّمْلِ وَ سُوْرَةِ صٓ وَ سُوْرَةِ الْاِنْشِقَاقِ''[2]

''سجدہ تلاوت ایک ہی سجدہ ہے۔ اس سجدے میں نیت، تکبیر، تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا، تسبیح، سجدے میں دعا پڑھنا، سر اٹھاتے وقت تکبیر پڑھنا اور سلام پھیرنے کا حکم ہے۔ اگر سجدہ کیلئے صیغہ امر استعمال ہوا ہو تو سجدہ واجب ہے۔ رکوع نہیں مثلاً حٰم سجدہ، سورہ النجم، سورہ علق، یا صیغہ امر کے معنی میں استعمال ہوا ہو تو بھی واجب ہے مثلاً سورہ الٓم سجدہ میں ہے۔ سجدہ تلاوت ان مقامات پر مستحب ہے جہاں سجدہ کرنے والوں میں سے کسی کی خبر دی گئی ہو مثلاً سورۂ اعراف، سورۂ رعد، سورۂ نحل، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ مریم، سورہ حج کے دو مقامات، سورۂ فرقان، سورۂ نمل، سورۂ صٓ اور سورۂ انشقاق میں ہے۔''

''قال سجود التلاوةفی القرآن اربعة عشر فی اٰخر الا عراب وفی الرعد والنحل وبنی اسرائیل ومریم والا ولٰی من الحج والفرقان والنمل والٓمٓ وصٓ وحمٓ السجده والنجم واذا السماء انشقت و اقرا ,كذا كتب فی مصحف عثمان وهو المعتمد والسجدة الثانیة فی الحج للصلاة عندنا ,وموضع السجدة فی حمٓ السجده عند قولة لا یسئمون فی قول عمر وهوالماخوذ للاحتیاط''[3]

---

[1] ۔ ابو الحسن علی ابن ابی الحسن، احسن الہدایہ، ص، ۲\۲۷۷

[2] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۷۳، ۷۲

[3] ۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۲۹۶

"والسجدة واجبةفی هٰذه المواضع علی التالی والسامع سواءً قصد سماء القرآن اولم یقصد لقولةالسجة علیٰ من سمعها وعلٰی من تلاها ,وهی کلمة ایجاب وهو غیر مقید بالقصد"[1]

"ومن اراد السجود وکبر ولم یرفع یدیه وسجد ثم کبر ورفع راسه اعتباراً بسجدةالصلٰوة وهو المروی عن ابن مسعود ولا تشهد لان ذالك للتحلل وهو یستدعی سبق التحر یمة ,وهی منعدمة"[2]

"اور جو شخص سجدہ تلاوت کرنے کا ارادہ کرے وہ تکبیر کہے لیکن اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھائے اور سجدہ کرے پھر تکبیر کہے اور اپنا سر اٹھائے سجدہ نماز پر قیاس کرتے ہوئے اور یہی ابن مسعود سے مروی ہے اور اس شخص پر نہ تو تشہد پڑھنا واجب ہے اور نہ ہی سلام پھیرنا اس لیے کہ سلام نماز سے نکلنے کی لیے ہوتا ہے اور نماز سے نکلنا سبقت تحریمی کا متقاضی ہے حالانکہ تحریمہ معدوم ہے۔"

"مالکیہ کہتے ہیں کہ آیت نجم، آیت الانشقاق اور آیت اقرا میں سجدہ تلاوت نہیں ہے۔"[3]

الفقہ الاحوط کے مطابق سجدہ تلاوت ایک ہی سجدہ ہے۔ اس میں نیت تکبیر تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا تسبیح سجدے میں دعا پڑھنا سر اٹھاتے وقت تکبیر پڑھنا اور سلام پھیرنے کا حکم ہے۔ اگر سجدہ کیلئے صیغہ امر استعمال ہوا ہو تو سجدہ واجب ہے۔ مثلاً سورہ النجم، سورہ علق، سورہ حٰم، سورہ الم۔ سجدہ تلاوت ان مقامات پر مستحب ہے جہاں خبر دی گئی ہو مثلاً سورۂ اعراف سورۂ رعد سورۂ نحل سورۂ بنی اسرائیل سورۂ مریم سورہ حج کے دو مقامات سورۂ فرقان, سورۂ نمل سورۂ صٓ اور سورۂ انشقاق میں ہے۔

جبکہ الہدایہ میں تکبیر کہنے اور سجدہ کرنے کا حکم ہے نہ کہ ہاتھ اٹھانے اور سلام پھیرنے کا اور قرآن مجید میں جو چودہ مقامات پر سجدہ تلاوت کا تذکرہ ہے اور ان مقامات پر قاری اور سامع دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔ سورہ حج کا دوسرا سجدہ نماز کے لیے ہے۔

مالکیہ کے نزدیک سورہ نجم اور علق میں سجدہ نہیں ہے جبکہ فقہ الاحوط میں دونوں مقام سجدہ کو واجب قرار دیا ہے۔

سجدہ شکر

"وَاَمَّا سَجْدَةُ الشُّكْرِ فَسَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ مُّجَرَّدَةٌ عَنِ التَّكْبِيْرِ وَ رَفْعِ الْيَدَيْنِ وَ غَيْرِهِمَا وَ هِيَ اِمَّا لِشُكْرِ نِعْمَةٍ تَصِلُ اِلَيْهِ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اَوْ لِدَفْ بَلِيَّةٍ مِّنْهَا يَجْتَنِبُ فَيَقُوْلُ مَا يَشَاءُمِنَ الشُّكْرِ وَ الدُّعَاءِ كَمَا يَلِيْقُ بِحَالِهِ اَوْ وَرَدَ فِيْ مَقَالِهِ۔"[4]

---

[1] ۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۲\۲۹۷

۲ ۔ ایضاً،۲\۳۰۸

[3] ۔ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۵۷۹

۴ ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط،۷۳

''سجدہ شکر ایک ہی سجدہ ہے جو تکبیر اور ہاتھوں کو اٹھانا اور دیگر امور سے خالی ہے۔ یہ سجدہ یا تو کسی ایسی نعمت الٰہی کے ملنے پر شکر کے طور پر کیا جاتا ہے جس کی توقع نہ تھی۔ یا کسی آفت کے دور ہونے کی وجہ سے، جس سے بچا جاتا ہے۔ اس سجدے میں کلمات تشکر اور دعا میں سے جو چاہے پڑھے جو اس کے حال کے مطابق ہو یا اس کی زبان سے جو بھی جاری ہو جائے وہ کہے۔''

سنن راتبہ

''اَمَّاالصَّلٰوتُ الْمَسْنُوْنَۃُ الرَّاتِبَۃُ فَکَانَتْ لِلصُّبْحِ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْوَاجِبَۃِ وَ بَعْدَ طُلُوْعِ الصُّبْحِ الصَّادِقِ وَلَوْوَقَعَتَا قَبْلَ الصُّبْحِ الصَّادِقِ لَا بَأْسَ بِہٖ وَ لِلظُّھْرِاَکْثَرُھَا ثَمَانِ رَکْعَاتٍ وَ یَجُوْزُ تَقْدِیْمُھَا عَلَی الْوَاجِبَۃِ وَ تَاْخِیْرُھَا مِنْھَا وَ تَقْدِیْمُ بَعْضِھَا وَ تَاخِیْرُ بَعْضِھَا وَ لِلْعَصْرِ مِثْلُھَا وَ الْاَرْبَعُ اٰکَدُ وَلَا یَجُوْزُ تَاخِیْرُھَا مِنَ الْوَاجِبَۃِ وَ لِلْمَغْرِبِ اَرْبَعًا وَ لِلْعِشَاءِالْاٰخِرَۃِ رَکْعَتَیْنِ وَ بَعْدَھُمَا الْوِتْرُ وَ الشَّفْعُ وَ التَّھَجُّدُ اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً اِلٰی قُبَیْلِ الصُّبْحِ وَ الْاَوْلٰی فِی السُّنَنِ وَ النَّوَافِلِ اَنْ یُّصَلِّیَ کُلَّ رَکْعَتَیْنِ بِتَسْلِیْمَۃٍ اِلَّا اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ قَبْلَ الظُّھْرِ وَ بِالْقِیَامِ اِلَّارَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَۃِ وَالْوِتْرُوَاحِدَۃً وَ الشَّفْعُ رَکْعَتَیْنِ اَوْ ثَلَاثَ رَکْعَاتٍ بِتَسْلِیْمَۃٍ وَ کُلُّھَا الْوِتْرُ وَ بَقِیَ ثَمَانُ التَّھَجُّدِ وَ الْقُنُوْتُ سُنَّۃٌ فِی الرَّکْعَۃِ الْاَخِیْرَۃِ مِنَ الْوِتْرِ اِنْ شِئْتَ فِیْ جَمِیْعِ السَّنَۃِ وَ اِنْ شِئْتَ فِی النِّصْفِ الْاَخِیْرِ مِنْ شَھْرِ رَمْضَانَ لِاَنَّہٗ اَشَدُّ تَاکِیْدًا فِیْہِ۔''[۱]

''روزمرہ پڑھی جانے والی سنتوں میں صبح کی دو رکعتیں ہیں فرض نماز سے پہلے، صبح صادق کے طلوع کے بعد پڑھی جاتی ہیں اگر یہ دونوں صبح صادق کے طلوع سے پہلے واقع ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ ظہر کی سنتوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہے اسے فرض سے پہلے یا بعد میں پڑھنا یا بعض کو فرض سے پہلے اور بعض کو بعد میں بجالانا جائز ہے۔ عصر کی سنتیں ظہر کی طرح ہی ہیں تاہم ان میں سے چار رکعت تاکیدی ہیں اور اسے فرض کے بعد پڑھنا جائز نہیں۔ مغرب کی سنتیں چار رکعت ہیں اور عشاء کی دو، ان دونوں کے بعد وتر، شفع اور تہجد گیارہ رکعتوں پر مشتمل ہیں جو صبح صادق سے کچھ پہلے تک پڑھی جا سکتی ہیں۔ ظہر سے قبل پڑھی جانے والی چار رکعت کے علاوہ سنت اور نفل نمازوں میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرنا اور عشاء کی دو رکعتوں کے علاوہ تمام سنتیں کھڑے ہو کر پڑھنا سب سے بہتر ہے۔ وتر ایک اور شفع دو رکعتوں پر مشتمل ہیں یا دونوں ایک سلام کے ساتھ تین رکعات ہیں جو پوری وتر کہلائیگی۔ باقی آٹھ رکعات تہجد کی ہیں۔ پورا سال یا چاہے تو رمضان المبارک کے آخری نصف میں وتر کی آخری رکعت میں قنوت پڑھنا سنت ہے۔ کیونکہ وتر میں قنوت پڑھنا زیادہ تاکید ہے۔''

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط ص، ۸۳

"السنة رکعتان قبل الفجر, واربع قبل اظهر, وبعدها رکعتان,واربع قبل العصر,وان شاء رکعتین,ورکعتان بعد المغرب واربع قبل العشاء,واربع بعدها وان شاء رکعتین ,والاصل فیه قوله من ثابت علی اثنتی عشرة فی الیوم والیلة بنی الله له بیتاً فی الجنة،وفسرعلی نحو ما ذکر فی الکتاب غیر انه لم یذکر الا ربع قبل ا لعصر فلهذا سماہ فی الا صل حسناً ،وخیر الا ختلاف الاثار والافضل هو الاربع ،ولم یذکر الاربع قبل العشاءولهذا کان مستحباً لعدم المواظبة وذکر فیه رکعتین بعد العشاءوفی غیرہ ذکر الا ربع فلهذا خیر"[1]

"فجر سے پہلے دو رکعتیں سنت ہیں، ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعتیں، عصر سے پہلے چار رکعتیں اور اگر چاہے تو دو رکعت پڑھے، مغرب کے بعد دو رکعتیں اور عشاء سے پہلے اور عشاء کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں اور اگر چاہے تو دو رکعتیں پڑھے۔ اور اس سلسلے میں آپ ﷺ کا یہ فرمان اصل ہے کہ جس شخص نے رات دن میں بارہ رکعتوں پر پابندی کی اللہ تعالی اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائیں گے اور آپ نے ان بارہ رکعات کی اسی طریقے پر تفسیر فرمائی ہے جو کتاب (قدوری) میں مذکور ہے البتہ آپ ﷺ نے عصر سے پہلے چار رکعات کا تذکرہ نہیں فرمایا اسی لیے امام محمد نے مبسوط میں اسے حسن قرار دیا ہے اور اختیار آثار کی وجہ سے اختیار دیا ہے لیکن چار رکعت پڑھنا ہی افضل ہے اور آپ ﷺ نے عشا سے پہلے کی چار سنتوں کا بھی تذکرہ نہیں فرمایا ہے اور اسی وجہ سے عدم مواظبت کے پیش نظر وہ مستحب ہیں اور اس حدیث میں آپ ﷺ نے عشاء کے بعد دو رکعتوں کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی چار رکعات کا تذکرہ کیا ہے اسی لیے مصلی کو اختیار دیا گیا۔"

الفقہ الاحوط کی روشنی میں اوقات خمسہ کی کل سنتوں کی تعداد چونتیس اور فرائض ملا کر اکیاون رکعت بنتا ہے سنتوں کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

روزمرہ پڑھی جانے والی سنتوں میں فرض نماز صبح سے پہلے دو رکعتیں، ظہر کی سنتوں کی تعدار آٹھ رکعات، عصر کی سنتیں ظہر کی طرح ہی ہیں تاہم ان میں سے چار رکعت تاکیدی ہیں اور اسے فرض کے بعد پڑھنا جائز نہیں۔ مغرب کی سنتیں چار رکعت ہیں اور عشاء کی دو ان دونوں کے بعد وتر، شفع اور تہجد گیارہ رکعتوں پر مشتمل ہیں۔ وتر ایک اور شفع دو رکعتوں پر مشتمل ہیں یا دونوں ایک سلام کے ساتھ تین رکعات ہیں جو پوری وتر کہلائی گی۔ باقی آٹھ رکعات تہجد کی ہیں۔ وتر کی آخری رکعت میں قنوت پڑھنا سنت ہے۔

۱۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۲\۲۰۳

الہدایہ کی روشنی میں سنن موکدہ کی تعداد بارہ ہے ۲ جن میں رکعت فجر سے پہلے ۴ رکعت ظہر سے پہلے ۲ رکعت ظہر کے بعد ۲ رکعت مغرب کے بعد اور ۲ رکعت عشاء کے بعد شامل ہیں اور سنن غیر مئوکدہ میں عصر سے پہلے چار اور عشاء سے پہلے اور عشاء کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں۔

تین امام اس پر متفق ہیں کہ نماز وتر سنت ہیں لیکن حنفیہ کے مطابق نماز وتر واجب ہے۔[1]

احکام جماعت

''اَمَّا صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ فَھِیَ فَرْضٌ عَلَی الْکِفَایَۃِ لِلرِّجَالِ''[2]

''باجماعت نماز کی ادائیگی مردوں کیلئے فرض کفایہ ہے۔''

نماز جماعت کی اہمیت

''وَصَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَزِیْدُ بِفَضَائِلَ کَثِیْرَۃٍ عَلٰی صَلٰوۃِ الْمُنْفَرِدِ فَیَجِبُ عَلَی الْمَامُوْمِ اَنْ یَّزِیْدَ فِیْ نِیَّۃِ الصَّلٰوۃِ الْاِیْتِمَامَ اَوِ الْاِقْتِدَاءَاَوِ الْجَمَاعَۃَ اَوْ مَامُوْمًا کَمَا اِذَا صَلَّی الظُّھْرَ یَقْصِدُ ھٰذِہِ الصِّیَغَ اُصَلِّیْ فَرْضَ الظُّھْرِ بِالْجَمَاعَۃِ اَوْ مَامُوْمًا اوْ مُقْتَدِیًا اَدَاءً لِّوُجُوْبِہٖ قُرْبَۃً اِلَی اللہِ وَ یَجُوْزُ لِلْاِمَامِ اَنْ یُّقَیِّدَ فِیْ نِیَتِہٖ اِمَامًا وَ اَنْ لَّا یُقَیِّدَ۔''[3]

''باجماعت نماز کو انفرادی طور پر پڑھی جانے والی نماز کے مقابلے میں زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ پس باجماعت ادائیگی کی صورت میں مقتدی پر لازم ہے کہ نماز کی نیت میں ایتام یا اقتداء یا جماعت یا ماموماً کا اضافہ کرے۔ مثلاً ظہر کی نماز پڑھے تو یوں نیت کرے۔ میں اللہ کی قربت کیلئے واجب ہونے کی بنا پر ظہر کی نماز باجماعت یا ماموم یا مقتدی بن کر ادا کے طور پر پڑھتا ہوں۔ امام کیلئے اپنی نیت میں اماماً کی قید لگانا یا نہ لگانا دونوں جائز ہیں۔''

''وَیَجِبُ اَنْ لَّا یَتَقَدَّمَ عَقِبُ رِجْلِہٖ عَلٰی عَقِبِ رِجْلِ الْاِمَامِ فِی الصَّفِّ بَلْ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّتَاَخَّرَ وَ لَوْ تَسَاوَیَا لَمْ تَبْطُلِ الْجَمَاعَۃُ وَ یَجِبُ عَلَی الْمَامُوْمِ اَنْ یُّحِسَّ اِنْتِقَالَاتِ الْاِمَامِ اَوِ الْمَامُوْمِیْنَ اَوْ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ بِالْبَصَرِ اَوِ السَّمْعِ وَ لَوْ کَانَ بَعِیْدًا بِحَیْثُ لَا یُحِسُّ الْاِنْتِقَالَاتِ اَوِ التَّکْبِیْرَاتِ لَمْ تَنْعَقِدِ الْجَمَاعَۃُ۔''[4]

''ماموم پر واجب ہے کہ صف میں ماموم کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے نہ رکھے بلکہ پیچھے رکھنا مناسب ہے۔ اگر برابر رکھے تو جماعت باطل نہیں ہوگی مقتدیوں پر واجب ہے کہ وہ امام یا مقتدیوں یا ان میں کسی کی بھی

۱۔ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب فقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۴۱۳

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۷۵

۳۔ ایضاً، ص،۷۷،۷۶

۴۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۷۶

نقل وحرکت دیکھ کر یا سن کر محسوس کرے۔ اگر وہ ان سے اتنا دور ہو کہ نقل وحرکت یا تکبیرات محسوس نہ کر سکے تو جماعت منعقد نہیں ہو گی۔''

امام جماعت کے لیے کم ترین درجہ

''وَ یَجِبُ اَنْ یَّکُوْنَ الْاِمَامُ مُوَاظِبًا عَلَی الصَّلٰوۃِ صَالِحًا بِالظَّاھِرِ وَ لَوْ کَانَ فَاسِقًا فِی الْبَاطِنِ وَ لَایَجُوْزُالْاِقْتِدَاءُ بِالْفَاسِقِ الظَّاھِرِ فِسْقُهٗ اِلَّا لِمِثْلِهٖ وَ کَانَ ذٰلِکَ اَقَلَّ الْمَرَاتِبِ''[1]

''امام کا پابند نماز ہونا اور ظاہراً نیک ہونا واجب ہے اگرچہ اندرونی طور پر گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔ اس امام کی اقتدا جائز نہیں جو کھلے عام گناہ کرتا ہو مگر اسی جیسے لوگوں کیلئے جائز ہے۔ یہ کم ترین درجہ ہے۔''

اعلیٰ ترین درجہ

''والْاَوْلٰی اَنْ یَّکُوْنَ الْاِمَامُ صَالِحًا ظَاھِرًا وَ بَاطِنًا وَ عَدْلًا وَ لَوْ وُجِدَ اِمَامٌ وَرَعٌ فَقِیْهٌ قَارِیٌٔ فَطُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَهٗ وَ اِنْ لَّمْ یُوْجَدْ لَا یَجُوْزَ تَرْکُ الْجَمَاعَۃِاِلَّالِعُذْرٍ کَالْمَرَضِ اَوْ خِدْمَۃِ الْمَرِیْضِ بِالضَّرُوْرَۃِ اَوِ الْمَطَرِ اَوِ الْوَحْلِ''[2]

''اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ امام ظاہر اور باطن دونوں لحاظ سے نیک اور عادل ہو۔ اگر ایسا امام مل جائے جو پرہیز گار ہو، فقہ کا عالم ہو، قاری ہو تو اسے پانے والوں کی بہت ہی خوشی ہی خوشی ہے۔ اگر ایسا امام نہ مل سکے تو کسی عذر کے بغیر جماعت چھوڑنا جائز نہیں، مثلاً بیماری، ضرورت مند مریض کی خدمت، بارش یا کیچڑ ہو۔''

علما نے اختلاف کیا ہے کہ امامت کا زیادہ حق کون ہے؟ امام مالک کہتے ہیں: سب سے بڑا قاری نہیں بلکہ سب سے بڑا فقیہ امامت کرے۔ یہی امام شافعی کا بھی مسلک ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام سفیان ثوری اور امام احمد کہتے ہیں: جو سب سے اچھا قاری ہو وہ امامت کرے۔ اس اختلاف کا سبب حدیث نبوی کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''يَؤُمُّ القَومَ أَقْرَؤُهُم لِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ كَانُوا فِي القِرَاةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَ مُهُمْ إِسْلَامًا وَلَا يَؤُمَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ''

''امامت وہ شخص کرے جو کتاب اللہ کا سب سے بڑا قاری ہو۔ اگر قرآت میں سب سے برابر ہیں تو وہ شخص امام بنے جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہو۔ اگر سنت کے علم میں سب برابر ہیں تو امام وہ شخص ہو جس نے سب

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۷۶

[2] ۔ ایضاً، ص،۷۶

سے پہلے ہجرت کی ہے اور اگر زمانہ ہجرت میں بھی سب یکساں ہیں تو امامت وہ شخص کرے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ اور آدمی کسی کے دائرہ اقتدار میں امامت اُس کی اجازت کے بغیر نہ کرے اور کسی کے گھر میں اس کے گاؤ تکیہ پر بغیر اجازت کے نہ بیٹھے۔''

'' وَالْجَمَاعَةُ بَعِيْدٌ فِيْهَا اَوِ الْجُوْعِ وَالْعَطْشِ الشَّدِيْدَيْنِ اَوِ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ الشَّدِيْدَيْنِ اَوِ الْخَوْفِ مِنْ عَدُوٍّ وَ مَنْ اَكَلَ مُنْتِنًا نَيًّا كَالْفُوْمِ وَ الْبَصَلِ وَ غَيْرِهِمَا وَ لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى قَطْعِ رَائِحَتِهِ بِاَكْلِ مَا يَمْحُوْهَا وَ مَنْ لَّهُ عَرَقٌ مُنْتِنٌ وَ لَمْ يَقْطَعْ رَائِحَتَهُ فَيَحْرُمُ عَلَيْهِ الْحُضُوْرُ بِالْجَمَاعَةِ۔''[1]

''جماعت کی جگہ دور ہو یا شدید بھوک اور پیاس یا سخت گرمی یا سردی یا دشمن کا خوف ہو۔ اگر کوئی بدبودار کچی چیز کھالے مثلاً لہسن اور پیاز وغیرہ اور ان کی بدبو روکنے والی کوئی چیز کھا کر بدبو ختم کرنے پر قادر نہ ہو نیز جس شخص کو بدبودار پسینہ آتا ہو اور وہ بو کو ختم نہ کرے تو اس قسم کے شخص کے لیے جماعت میں حاضر ہونا حرام ہے۔''

''علما کا اس میں اختلاف ہے۔ جمہور اسے سنت یا فرض کفایہ کہتے ہیں۔ ظاہری علما کا موقف ہے کہ نماز باجماعت فرض ہے۔ اختلاف کا سبب اس سلسلہ میں وارد احادیث کے مفہوم میں تعارض ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

''صَلوةُ الجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صلوةَ الفرد بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً أَو بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً،،[2]

''جماعت کی نماز فرد کی نماز سے پچیس درجہ یا ستائیس درجہ افضل ہے،،

مقتدیوں کے لیے احکام

''وَيَجِبُ لِلْمَامُوْمِ اَنْ يَّقْرَأَ الْفَاتِحَةَ وَ سُوْرَةً مَعَهَا خَلْفَ الْاِمَامِ فِى التَّخَافُتِ''[3]

''سری نمازوں میں ماموم پر واجب ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورہ پڑھ لے۔''

''وَيَجُوْزُ فِى الْجَهْرِيَّةِاِمَّا مُتَابَعَتُهُ كَلِمَةً بَعْدَ كَلِمَةٍ بِغَيْرِ صَوْتٍ مَّا اَوْ بَعْدَ فَاتِحَةِ الْاِمَامِ اِنْ تَوَقَّفَ الْاِمَامُ بَعْدَ الْفَاتِحَةِوَالسُّوْرَةِ وَ قَرَأَ دُعَاءً مُتَخَافِتًا لِّيَقْرَءَالْمَامُوْمُ الْفَاتِحَةَ وَ السُّوْرَةَ وَيَجُوْزُ فِيْمَا يَجْهَرُ بِهِ الْاِمَامُ اَنْ لَّا يَقْرَأَ الْمَامُوْمُ الْفَاتِحَةَ وَ السُّوْرَةَ وَ يَسْمَعَ قِرَأَةَ الْاِمَامِ بِالْاُذُنِ الْوَاعِيَةِ لَوْ كَانَ الْاِمَامُ صَالِحًا وَّ مَوَاظِبًا عَلَى الصَّلٰوةِ فِى الْمَلَاءِوَ الْخَلَوَاتِ۔''[4]

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۷٦

[2] ۔ علامہ ابن ابن رشد القرطبی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ص،۲۱۰

[3] ۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۷۸

[4] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۷۹،۷۸

''اور جہری نمازوں میں کسی آواز کے بغیر امام کی قرأت کی تابعداری کرنا یا امام کے سورہ فاتحہ کے بعد پڑھنا جائز ہے جبکہ امام فاتحہ اور سورہ پڑھ کر وقفہ لے اور خاموشی سے کوئی بھی دعا پڑھتا رہے تاکہ مقتدی فاتحہ و سورہ کو مکمل پڑھ سکیں۔ جن نمازوں میں امام آواز کے ساتھ قرأت کرتا ہو اور امام صالح ہو، خلوت و جلوت میں نمازوں کی پابندی کرتا ہو تو ماموم کیلئے جائز ہے کہ فاتحہ اور سورہ نہ پڑھے اور امام کی قرأت کو دل کے کان سے سنے۔''

''فَالْوَيْلُ كُلُّ الْوَيْلِ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأِلْقِرَائَةَ وَ لَمْ يَكُنِ الْاِمَامُ صَالِحًا بَلْ ظَاهِرَ الْفِسْقِ فَحَبِطَتْ صَلٰوتُهٗ وَ هُوَفِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْن

''وَلَوْ وَجَدَ الْمَامُوْمُ رُكُوْعَ الْاِمَامِ كَانَ كَمَنْ وَجَدَهٗ فِيْ تَمَامِ الرَّكْعَةِ وَ لَوْ وَجَدَهٗ بَعْدَ الرُّكُوْعِ لَمْ تُحَاسَبْ هٰذِهِ الرَّكْعَةُ۔''[1]

''افسوس ہی افسوس ہے اس کیلئے جو قرأت نہ پڑھے جبکہ امام بھی نیک نہ ہو بلکہ کھلا فاسق ہو تو اس کی نماز ضائع ہوگی اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

''اگر کوئی نمازی امام کے رکوع کو پالے تو وہ اس ماموم کی مانند ہے جس نے پوری رکعت کو پالیا ہو اور اگر رکوع کے بعد پالے تو رکعت شمار نہیں ہوگی۔''

عورتوں کی جماعت

''وَلَا يَجُوْزُ اِمَامَةُ النِّسَاءِ اِلَّا لِلنِّسَاءِ وَ لَااِمَامَةُ الْخُنْثٰى وَ يَجُوْزُ اِمَامَةُ غَيْرِالْبَالِغِ اِنْ كَانَ رَشِيْدًا مِّنْ اَوْلَادِ الصَّالِحِيْنَ وَ لَا يُوْجَدُ اَحَقُّ مِنْهُ''[2]

''عورت امام کی امامت صرف عورتوں کیلئے جائز ہے۔ ہجڑے کی اقتدا جائز نہیں۔ اگر غیر بالغ لڑکا پختہ عقل والا ہو اور نیکوکاروں کی اولاد میں سے ہو اور اس سے اچھا امامت کا حقدار کوئی نہ ملے تو اس کی اقتدا جائز ہے۔''

مکروہ امامت

''وَيَكْرَهُ اِمَامَةُ مَنْ تَكْرَهُ الْجَمَاعَةُ اِمَامَتَهٗ وَ الْمَظْنُوْنِ بِهٖ بِالْفِسْقِ''[3]

''جس شخص کی امامت لوگوں کو پسند نہ ہو اور جس کے گناہ گار ہونے کا گمان ہو دونوں کی امامت مکروہ ہے۔''

---

[1]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۷۸

[2]۔ ایضاً، ۷۸

[3]۔ ایضاً

''ويكره للنساءان يصلين وحدهن الجماعة لانها لا تخلوعن ارتكاب محرم وهو قيام الامام وسط الصيف فيكره كالعراة وان فعلن قامت الامام وسطهن لان عائشة فعلت كذالك وحمل فعلها الجماعة على ابتداء الاسلام ولان التقدم زيا دة الكشف''[1]

''اور عورتوں کے لیے تنہا جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ حرام کے ارتکاب سے خالی نہی ہو گی اور وہ امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا ہے، لہذا ننگوں کی طرح ان کی نماز بھی مکروہ ہو گی۔ اگر عورتیں ایسا کرنا چاہیں تو ان کی امام بیچ میں کھڑی ہو، کیونکہ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی کیا ہے، لیکن ان کے فعل جماعت کو ابتدائے اسلام پر محمول کیا گیا ہے، اور اس لیے بھی کہ آگے بڑھنے میں کشف عورت کی زیادتی ہے۔''

''علماء نے عورت کی امامت کے مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ جمہور فقہا کی رائے ہے کہ وہ مردوں کی امامت نہیں کر سکتی۔ خود عورتوں کی امامت کے بارے میں علما نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی اسے جائز کہتے ہیں۔ امام مالک کے نزدیک یہ ممنوع ہے۔''[2]

الفقہ الاحوط کی رو سے عورت امام کی امامت صرف عورتوں کیلئے جائز ہے جبکہ الہدایہ میں عورتوں کے لیے تنہا نماز باجماعت پڑھنا ننگوں کی طرح مکروہ ہے، امام شافعی اسے جائز کہتے ہیں۔ امام مالک کے نزدیک یہ ممنوع ہے۔

صفات امام کی درجہ بندی

''وَيَنْبَغِى اَنْ يَّكُوْنَ الْاِمَامُ مُؤْمِنًا عَاقِلًا عَادِلًا بَالِغًاوَلَدَ النِّكَاحِ تَائِبًا وَرِعًا قَارِيًا فَقِيْهًا نَسَبِيًا بَلْ هَاشِمِيًّا حَسَنَ الصَّوْتِ صَبِيْحَ الْوَجْهِ طَيِّبَ الْاَخْلَاقِ مَقْبُوْلَ الْخَلَائِقِ وَ الْخَلَّاقِ فَاِنْ لَّمْ يُوْجَدْ فَالْاَقَلُّ اَنْ لَّايَكُوْنَ ظَاهِرَ الْفِسْقِ تَارِكَ الصَّلٰوةِ اَوْ مُتَكَاسِلًا فِيْهَا۔''[3]

''ضروری ہے کہ امام مومن ہو، عقلمند ہو، عادل ہو، بالغ ہو، ولد نکاح ہو، توبہ گزار ہو، پرہیز گار ہو، اچھی قاری ہو، شرعی احکام جاننے والا ہو، اچھے نسب والا ہو بلکہ ہاشمی ہو، اچھی آواز کا مالک ہو، خوبصورت ہو، اچھے اخلاق کا حامل ہو، خالق و مخلوق میں مقبول ہو۔ اگر ایسا امام نہ مل سکے تو کم از کم کھلے عام گناہ کرنے والا، نماز چھوڑنے والا اور نماز میں سستی کرنے والا نہ ہو۔''

۱۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ص، ۱۰۶\۲

۲۔ علامہ ابن ابن رشد القرطبی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، توصیف پبلی کیشنز ۲۰۱۱ء ص ۲۱۶، ۲۱۵

۳۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ۸۱

جماعت کے قیام کی اہمیت

''فَمَنْ اَرَادَ اَنْ لَّا یکُوْنَ مَغْضُوْبًا وَ مَبْغُوْضًا عِنْدَ اللهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ فَعَلَیْهِ بِاِقَامَةِ الْجَمَاعَةِ بِاِمَامَةٍ کَیْفَ اتَّفَقَ وَلَا یتْرُکُهَا بِالْحِیَلِ الْمَبْنِیَّةِ عَلٰی اَقَاوِیْلِ الْجُهَّالِ الَّذِیْنَ یزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ هُمُ الْفُقَهَاءُ''[1]

''پس جو چاہتا ہو کہ اللہ اور رسول ﷺ کے حضور غضب کا شکار یا بغض کا شکار نہ ہو تو اس کیلئے جماعت کا قیام ضروری ہے۔ چاہے جس طرح کی امامت ملے۔ جماعت کو محض ان جاہلوں کی باتوں کی بنیاد پر حیلوں سے نہ چھوڑے جو سمجھتے ہیں کہ وہی فقیہ ہیں۔''

امامت کے لیے بہترین لوگ

''وَالْاَوْلٰی بِالْاِمَامَةِ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَوْلِیَاءُ ثُمّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الْقُرَّاءُ وَمِنْ کُلٍّ مِّنْهُمْ اَکْمَلُهُمْ فَضِیْلَةً فَاَنْسَبُهُمْ قَبِیْلَةً فَاَحْسَنُهُمْ صَوْتًا فَاَصْبَحُهُمْ وَجْهًا فَاَسَنُّهُمْ اِنْ لَّمْ یکُنْ هِمًّا اَوْ لَا سِنَّ لَهُ''[2]

''امامت کیلئے بہترین لوگ انبیاءؑ پھر اولیائے کرام پھر علماء اور اچھی قرأت والے ہیں۔ ان میں ہر گروہ کا وہ ہستی امامت کا زیادہ حقدار ہے جو فضیلت میں باکمال ہو پھر نسبی طور پر اچھے خاندان کا ہو پھر خوش آواز ہو اور پھر خوبرو ہو پھر جس کی عمر زیادہ ہو بشرطیکہ وہ بوڑھا نہ ہو یا جس کے دانت نہ ہوں۔''

''الجماعة سنة موکدة لقوله الجماعة من سنن الهدٰی لا یتخلف عنها الا المنافق''[3]

''جماعت سنت موکدہ ہے اس لیے آپ کا ارشاد گرامی ہے "جماعت سنن ھدیٰ میں سے ہے اور صرف منافق ہی جماعت سے پیچھے رہتا ہے۔''

الہدایہ کے مطابق امامت کے شرائط مندرجہ ذیل ہیں

''سنت سے باخبر ہو، قاری ہو، متقی ہو، عمر میں بڑا ہو اور عالم ہو''

''ولایقراالموتم خلف الامام خلافاً للشافعی فی الفاتحة له ان القراءة رکن من الا رکان فیشترکان فیه ولنا قوله من کان له امام فقراءة الامام له قراءة وعلیه اجماع الصحابة وهو رکن مشترك بینهما لکن حظالمقتدی الانصات والاستماع قال واذا قرا ت فا نصتو ویستحسن علی سبیل الا حتیاط فیما یروٰی عن محمد ویکره عندهما لما فیه من الوعید''[4]

''اور مقتدی امام کے پیچھے قرات نہ کرے، امام شافعی کا سورہ فاتحہ میں اختلاف ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ قرائت ارکان نماز میں سے ایک رکن ہے لہذا امام و مقتدی دونوں اس میں شریک ہوں گے۔ ہماری دلیل آپ ﷺ کا وہ

1۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط ص،۸۰

۲۔ ایضاً، ص،۸۲،۸۱

۳۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۲\۱۰۱

۴۔ ایضاً، ص،۲\۹۶

فرمان ہے کہ جس کے لیے امام ہو تو امام کی قرائت اس کے لیے قرائت ہے اور اس پر حضرات صحابہ کا اجماع ہے۔ اور قرائت امام و مقتدی کے مابین رکن مشترک تو ہے، لیکن مقتدی کا حصہ خاموش رہنا اور بغور سماعت کرنا ہے، آپ کا ارشاد گرامی ہے، جب امام قرائت کرے تو تم لوگ خاموش رہو، اور امام محمد سے مروی قول میں بر سبیل احتیاط مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنا مستحسن ہے، لیکن حضرات شیخین کے نزدیک مکروہ ہے، کیونکہ اس میں وعید ہے۔''

''امامت کا زیادہ مستحق کون ہے اس کے متعلق علماء جمہور میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ سب سے بڑا قاری نہیں بلکہ سب سے بڑا فقیہ امامت کرے۔ یہی امام شافعی کا بھی مسلک ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام سفیان ثوری اور امام احمد کہتے ہیں: جو سب سے اچھا قاری ہو وہ امامت کرے۔''[1]

الفقہ الاحوط کی روشنی میں مردوں کیلئے باجماعت نماز کی ادائیگی فرض کفایہ ہے جبکہ الہدایہ میں باجماعت نماز ادا کرنے کو سنن مئوکدہ کہا گیا ہے۔

الہدایہ کے مطابق امامت کی شرائط میں سنت سے باخبر ہو، قاری ہو، متقی ہو، عمر میں بڑا ہو اور عالم ہونا ہے۔

جبکہ الفقہ الاحوط کے مطابق امامت کی شرائط یہ ہیں:

امامت کیلئے بہترین انبیاء کرامؑ پھر اولیاء کرام پھر علماء اور پھر اچھی قرأت والے ہیں۔ ان میں ہر گروہ کا وہ ہستی امامت کا زیادہ حقدار ہے جو کمال فضیلت رکھتا ہو پھر نسبی طور پر اچھے خاندان کا ہو پھر خوش آواز ہو اور پھر خوش شکل ہو پھر جس کی عمر زیادہ ہو بشرطیکہ وہ بوڑھا نہ ہو یا جس کے دانت نہ ہوں۔

ضروری ہے کہ امام مومن ہو، عقلمند ہو، عادل ہو، بالغ ہو، ولد نکاح ہو، توبہ گزار ہو، پرہیز گار ہو، اچھی قاری ہو، شرعی احکام جاننے والا، ہو اچھے نسب والا ہو، بلکہ ہاشمی ہو، اچھی آواز کا مالک ہو، خوبصورت ہو، اچھے اخلاق کا حامل ہو، خالق و مخلوق میں مقبول ہو۔ اگر ایسا امام نہ ملے تو کم از کم کھلے عام گناہ کرنے والا، نماز چھوڑنے والا اور نماز میں سستی کرنے والا نہ ہو۔ مقتدی پر واجب ہے کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورہ پڑھ لے۔ الفقہ الاحوط کے مطابق جہری نمازوں میں کسی آواز کے بغیر امام کی قرأت کی تابعداری کرنا یا امام کے سورہ فاتحہ کے بعد پڑھنا جائز ہے جبکہ امام فاتحہ اور سورہ پڑھ کر وقفہ لے اور خاموشی سے کوئی بھی دعا پڑھتا رہے تاکہ ماموم فاتحہ و سورہ پڑھ سکیں۔

جن نمازوں میں امام آواز کے ساتھ قرأت کرتا ہو اور امام نیک ہو خلوت و جلوت میں نمازوں کی پابندی کرتا ہو تو ماموم کیلئے جائز ہے کہ فاتحہ اور سورہ نہ پڑھے اور امام کی قرأت کو دل کے کان سے سنے۔

---

[1] ۔ علامہ ابن ابن رشد القرطبی، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، توصیف پبلی کیشنز ۲۰۱۱ء، ص ۲۱۶، ۲۱۵

افسوس ہی افسوس ہے اس کیلئے جو قرأت نہ پڑھے جبکہ امام بھی نیک نہ ہو بلکہ فاسق ہو تو اس کی نماز ضائع ہو گی اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

احکامات قصر

''اَمَّاصَلٰوۃُ الْمُسَافِرِیْنَ فَلَوْ کَانَ السَّفَرُ سِتَّۃَ عَشَرَ فَرْسَخًا کُلُّ فَرْسَخٍ ثَلَاثَۃُ اَمْیَالٍ وَکُلُّ مِیْلٍ اَرْبَعَۃُ اٰلَافِ خُطْوَۃٍ مُتَوَسِّطَۃٍ وَ لَوْکَانَ الْمُسَافِرُ یُرِیْدُ اَنْ یَّرْجِعَ بِلَامَکْثٍ طَوِیْلٍ فَارْتِحَالُہٗ وَ رُجُوْعُہٗ مَحْسُوْبٌ فِیْ مَسَافَۃِ الْقَصْرِ۔''[1]

''اگر مسافرین کا سفر سولہ فرسخ کا ہو، ہر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ایک میل چار ہزار درمیانی قدموں کا ہوتا ہے اگر مسافر اپنے سفر سے زیادہ رکے بغیر واپسی کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کی روانگی اور آمد دونوں کی مسافت قصر میں شمار ہو گی۔''

''وَمِنْ شَرَائِطِہٖ اَنْ یَّکُوْنَ السَّفَرُ اِمَّا وَاجِبًا کَالْحَجِّ اَوْ مُسْتَحَبًّا کَزِیَارَۃِ الْاَنْبِیَاءِوَالْاَوْلِیَاءِالْاَمْوَاتِ وَ الْاَحْیَاءِاَوْطَلَبِ الْعِلْمِ شَرِیْعَۃًاَوْ طَرِیْقَۃً اَوْ حَقِیْقَۃًاَوْ مُبَاحًا کَالتِّجَارَۃِوَ کَسْبِ الْمَعَاشِ وَ مِثْلِہٖ یَجُوْزُ الْقَصْرُ۔

وَمَا لَمْ یَکُنْ ھٰکَذَا بَلْ حَرَامًا کَقَطْعِ الطَّرِیْقِ اَوْ جُنْدِ الظَّلَمَۃِ اَوْ غَیْرِہٖ مِنَ الْمَعَاصِی الشَّرْعِیَّۃِ لَا یَجُوْزُ لَہُ الْقَصْرُ وَ لَا لِمَنْ سَفَرُہٗ اَکْثَرُ مِنْ حَضَرِہٖ وَ لَا لِمَنْ لَا یَتَعَیَّنُ مَقْصَدُہٗ فِی السَّفَ۔''[2]

''اس کی شرائط یہ ہیں کہ سفر واجبی ہو مثلاً حج، مستحب سفر ہو مثلاً انبیاء اور اولیاء کی زیارت چاہے فوت ہو گئے ہوں یا زندہ ہوں یا شریعت، طریقت یا حقیقت کے حصول علم کے لیے ہو۔ سفر مباح ہو مثلاً تجارت کسب معاش وغیرہ ان تمام صورتوں میں قصر جائز ہے۔

اگر ایسا نہ ہو بلکہ حرام ہو مثلاً راہزنی، ظالموں کی لشکر بندی کیلئے سفر کرنا یا دیگر شرعی گناہوں کے لیے سفر ہو قصر جائز نہیں ہے اور نہ اس کیلئے جس کا سفر حضر سے زیادہ ہو اور نہ اس کیلئے قصر جائز ہے جس کے سفر کا کوئی مقصد معین نہ ہو۔''

''فَالَّذِیْ یَجُوْزُ لَہُ الْقَصْرُ یَجُوْزُ لَہُ الْاِتْمَامُ فَالْمُسَافِرُ مُخَیَّرٌ بَیْنَ الْاِتْمَامِ وَ الْقَصْرِ وَ الْجَمْعِ بَیْنَ الظُّھْرَیْنِ وَ الْعِشَائَیْنِ اِمَّا تَقْدِیْمًا اَوْ تَاخِیْرًا وَلَاحَاجَۃَ لِلْمُسَافِرِ اِلٰی نِیَّۃِ الْقَصْرِ اِنْ شَاءَ قَصَّرَ فِی الْاَوْقَاتِ الَّتِیْ یَلِیْقُ

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۸۳

۲۔ ایضاً

الْقَصْرُ بِهَا لِضَيْقِهَا وَ اَتَمَّ فِى الْاَوْقَاتِ الْوَاسِعَةِ وَ اِنْ اَلْزَمَ الْقَصْرَ مُدَّةً وَ اَرَادَ الْاِتْمَامَ فَلَابُدَّ لَهُ مِنْ نِيَّةِ الْاَقَامَةِ فِىْ مَنْزِلٍ ثَلَا ثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَكْثَرَ وَ اِنْ لَّمْ يُلْزِمِ الْقَصْرَ فَلَا حَاجَةَ اِلٰى نِيَّةِ الْاِقَامَةِ۔''[1]

''پس جس کیلئے قصر جائز ہے اس کیلئے نماز پوری پڑھنا بھی جائز ہے لہٰذا مسافر کو پوری نماز پڑھنے اور قصر میں اختیار حاصل ہے۔ وہ ظہرین عشائین کو ایک ساتھ مقدم یا موخر کر کے پڑھ سکتا ہے۔ مسافر کیلئے قصر کی نیت ضروری نہیں اگر وہ چاہے تو وقت کی تنگی کے باعث جہاں مناسب ہو قصر کرے اور جب وقت ہو تو نماز پوری پڑھ لے اگر کوئی اپنے اوپر کسی مدت کیلئے قصر لازم قرار دے اور پھر پورا کرنا چاہے تو ایک منزل پر تین دن یا زائد رکنے کی نیت ضروری ہے اگر قصر کو اپنے لئے لازمی قرار نہیں دیا ہو تو رکنے کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''اسفر يتغير به ا لاحكام ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام وليا ليها بسير الا بل ومشى الا قدم لقوله يمسح المقيم كمال يوم و ليلة والمسافر ثلاثة ايام ولياليها''[2]

''وہ سفر جس سے احکام بدل جاتے ہیں یہ ہے کہ مسافر تین دن اور تین راتوں تک چلنے کا ارادہ کرے، خواہ یہ چلنا اونٹ کی چال سے ہو اور خواہ قدموں کی چال سے، اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مقیم پورے ایک دن رات موزوں پر مسح کرے اور مسافر تین دن اور تین راتوں تک مسح کرے۔''

''قال وفرض المسافرفى الربا عية ركعتان لا يزيد عليهماوقل الشا فعى فرضه الا ربع والقصر رخصة اعتبارًا با لصوم ولهذآية النا فله بخلاف الصوم لانه يقضىٰ۔''[3]

''فرماتے ہیں کہ رباعی نماز میں مسافر کی فرض نماز دو رکعتیں ہیں ان پر اضافہ نہ کرے امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر چار رکعات فرض ہیں اور روزے پر قیاس کرتے ہوئے (نماز) میں قصر کرنا رخصت ہے ہماری دلیل یہ ہے شفع ثانی کی قضاء کی جاتی ہے اور نہ ہی اس کے چھوڑنے پر مصلی گنہگار ہوتا ہے اور یہ چیزیں اس کے نفل ہونے کی علامت ہے بر خلاف روزے کے کیونکہ اس کی قضاء کی جاتی ہے۔''

''مسافر نماز ظہر، عصر اور عشاء کے قصر بجالاتے ہیں اگر اس کا سفر شرعی آٹھ فرسخ سے کم نہ ہو یعنی سوا ستائیس میل ہو۔''[4]

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۸۳

۲۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۲\۳۱۲

۳۔ ایضاً، ۲\۳۱۴

۴۔ امام خمینی، توضیح المسائل، سازمان تبلیغات اسلامی شعبہ روابط بین الملل، ۱۹۸

الفقہ الاحوط کی رو سے مسافرین کا سفر سولہ فرسخ پر مشتمل ہو اگر مسافر اپنے سفر سے زیادہ رکے بغیر واپس آنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کی روانگی اور آمد دونوں کی مسافت قصر میں شمار ہو گی اور اگر مخصوص مدت تک ٹھہرنے کی نیت کی ہے تو قصر لازم ہو جاتا ہے جبکہ الہدایہ کے مطابق میں تین دن اور تین رات سفر کرنے پر قصر واجب ہو جاتا ہے۔ نیز اہل تشیع کے ہاں آٹھ فرسخ یعنی سوا ستائیس میل کے فاصلے قصر واجب ہو جاتا ہے۔

الفقہ الاحوط میں قصر کرنے کے لیے کچھ شرائط بھی بیان ہوئے ہیں مثلاً سفر واجب ہو یا مستحب ہو یا شریعت طریقت یا حقیقت کے حصول علم کیلئے ہو۔ سفر مباح ہو مثلاً تجارت کسب معاش وغیرہ ان تمام صورتوں میں قصر جائز ہے۔

اگر سفر حرام ہو مثلاً راہزنی، ظالموں کے لشکر میں شامل ہونے یا دوسرے شرعی گناہوں کے لیے ہو، جس کا سفر حضر سے زیادہ ہو اور جس کے سفر کا کوئی مقصد معین نہ ہو۔ ان صورتوں میں قصر جائز نہیں ہے۔

پس جس کیلئے قصر جائز ہے اس کیلئے پوری نماز پڑھنا بھی جائز ہے لہٰذا مسافر کو پوری نماز پڑھنے اور قصر میں اختیار حاصل ہے۔ وہ ظہرین، عشائین کو ایک ساتھ مقدم یا موخر کر کے پڑھ سکتا ہے۔ جبکہ الہدایہ میں امام شافعی کے علاوہ دیگر آئمہ کے ہاں سفر میں قصر کرنا عزیمت اور ضروری ہے اسی لیے فرض کی رباعی نمازیں سفر میں دو رکعت ہی ادا کی جاتی ہے۔

جمع بین صلوٰتین

”وَاَمَّاالْجَمْعُ, بِلَاقَصْرٍفَیَجُوْزُ فِی مَوَاضِعَ کَثِیْرَةٍ کَالْمَرَض وَالْمَطَرِوَالْوَحْل وَالشَّوَاغِلِ الضَّرُوْرِیَّةِوَالسَّفَرِ الْبعِیْدِوَالْقَرِیْبِ وَغیْرِهِ وَالْمُقَصِّرُ اِنِ اقْتَدٰی بِمُتَمِّمٍ یَجُوْزُ لَهُ الْاِتْمَامُ وَ یَجُوْزُ لَهُ الْقَصْرُ وَ السَّلَامُ قَبْلَ الْاِمَامِ فِیْ اٰخِرِ رَکْعَتَیْهِ وَ فِی الْجَمْعِ لَا یَجُوْزُ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَهُمَا بِصَلٰوةٍاَوْ دُعَاءٍاَکَثِیْرًاَوْ تِلَاوَةٍ کَثِیْرَةٍوَ لَایَجُوْزُالتَّکَلُّمُ بَیْنَهُمَااِلَّااِذَا اضْطُرَّ فِیْمَا یَفُوْتُ اِنْ لَمْ یَتَکَلَّمْ فَبِقَلِیْلٍ ضَرُوْرِیٍّ مِنَ الْکَلَامِ بِکَلِمَةٍاَوْ کَلِمَتَیْنِ مِنَ الْاَدْعِیَةِ لَا بَأسَ بِهِ“[1]

”قصر کے بغیر نمازوں کو ملا کر پڑھنا کئی صورتوں میں جائز ہے مثلاً بیماری، بارش، کیچڑ اور ضروری مصروفیات، دور اور قریب کا سفر وغیرہ۔ قصر کرنے والا کسی مکمل نماز پڑھنے والے کی اقتداء کرے تو پوری نماز پڑھنا جائز ہے اور قصر کرنا بھی اور امام سے پہلے اپنی دو رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرنا دونوں جائز ہے۔ نماز کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں دونوں کے درمیان کسی نماز، زیادہ دعاؤں یا زیادہ تلاوت کے ذریعے وقفہ دینا جائز نہیں نہ ہی دونوں کے درمیان گفتگو جائز ہے تاہم اضطراری حالت میں اگر بات نہ کی جائے تو کسی نقصان کا سامنا ہو تو مختصر کلام کرنا یا دعاؤں میں ایک یا دو الفاظ کہنے میں حرج نہیں۔“

۱۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ۸۴

''وَلَوْ اَرَادَ مِنَ النَّوَافِلِ فَفِی الظُّهْرَیْنِ یَنْبَغِیْ اَنْ یُّقَدِّمَهَا وَ فِی الْعِشَائَیْنِ اَنْ یُّؤَخِّرَهَاوَ لَوْ اَرَادَ فِی السَّفَرِ الَّذِیْ یَجُوْزُ الْقَصْرُ فِیْهِ اَنْ یُّتِمَّ صَلٰوتَهُ فِیْ اَوْقَاتِهَا مَعَ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِلَا بَأسَ بِهِ اِنِ اقْتَضَی الْوَقْتُ۔''[1]

''اگر جمع بین الصلوتین کرنے والا سنتوں کی ادائیگی کا ارادہ کرے تو ظہرین سے پہلے اور عشائین کے بعد نوافل پڑھے۔ اگر کوئی قصر جائز ہونے والے سفر میں نمازوں کو ان کے اوقات میں سنن راتبہ سمیت پڑھنا چاہے۔ اگر وقت میں گنجائش ہو تو کوئی حرج نہیں۔''

''مالکیہ کہتے ہیں کہ دو نمازوں کو جمع کرنے کے اسباب حسب ذیل ہیں: سفر، مرض، بارش اور مہینے کے آخری ایام میں اندھیرے اور کیچڑ کا ہونا، نیز حاجیوں کا عرفہ اور مزدلفہ میں ہونا۔''[2]

''حنفیہ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا، کسی عذر سے بھی نہ حالت سفر میں جائز ہے نہ حالت اقامت میں کچھ موقعوں پر جمع تاخر جائز ہے جمع تقدیم نہیں مثلاً یوم عرفہ کے دن، مزدلفہ کے دن وغیرہ۔''[3]

الفقہ لاحوط کی رو سے قصر کے بغیر نمازوں کو ملا کر پڑھنا کئی صورتوں میں جائز ہے مثلاً بیماری، بارش، کیچڑ اور ضروری مصروفیات، دور اور قریب کا سفر وغیرہ۔ مالکیہ کا حکم بھی تقریباً اسی طرح ہے جبکہ حنفیہ میں دو نمازوں کا جمع کرنا کسی عذر سے بھی نہ حالت سفر میں جائز ہے نہ حالت اقامت کچھ موقعوں مثلاً یوم عرفہ کے دن، مزدلفہ کے دن وغیرہ پر جمع تاخر جائز ہے جمع تقدیم نہیں۔

جمعہ کی نماز

''اَمَّاالْجُمُعَةُ فَکَانَتْ مِن اَعَاظِمِ شَعَائِرِالْاِسْلَامِ وَهِیَ وَاجِبَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ذَکَرٍ بَالِغٍ عَاقِلٍ حُرٍّ مُقِیْمٍ وَهِیَ خُطْبَتَانِ وَرَکْعَتَانِ تَقُوْمُ مَقَامَ الظُّهْروَکَانَ وَقْتُهَا مِنْ اَوَّلِ الزَّوَالِ اِلٰی اَنْ یَّصِیْرَ ظِلُّ کُلِّ شَبَحٍ مِثْلَهُ وَ لَوْ صَارَ مِثْلَیْهِ لَمْ تَبْطُلِ الْجُمُعَةُ وَمَنْ اَدْرَکَ مَعَ الْاِمَامِ الرُّکُوْعَ فِی الرَّکْعَةِ الْاَخِیْرَةِ فَقَدْ اَدْرَکَهَا وَاِنْ لَّمْ یَسْمَعِ الْخُطْبَةَ فَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّتِمَّ رَکْعَتَیْهِ جُمُعَةً وَ مَنْ لَّمْ یُدْرِکْ هٰذَا الْقَدْرَ مَعَ الْاِمَامِ وَجَبَ عَلَیْهِ الظُّهْرُوَمَنْ لَّمْ یُدْرِکْ اِلَّاالتَّشَهُّدَوَاَتَمَّهَا جُمُعَةً وَجَبَ عَلَیْهِ الْاِعَادَةُ۔''[4]

''جمعہ اسلام کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔ یہ ہر مسلمان، مرد، بالغ، عقلمند، آزاد اور مقیم پر واجب ہے۔ دو خطبوں اور دو رکعتوں پر مشتمل یہ نماز ظہر کی جگہ لیتی ہے اس کا پہلا وقت زوال سے لیکر ہر چیز کا سایہ اس جیسا

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۸۴

[2] ۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب فقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۵۹۶

[3] ۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱\۶۰۱، ۶۰۰

[4] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط ص، ۸۶، ۸۵

ہونے تک ہے۔ اگر دگنا ہو جائے تو بھی جمعہ باطل نہیں ہوتا اگر کسی نے امام کو آخری رکعت کے رکوع میں پالیا تو اس نے جمعہ کو پالیا، اگرچہ اس نے خطبہ نہ سن چکا ہو۔ لہذا وہ شخص کو جمعہ کے طور پر دونوں رکعت مکمل کرے اگر امام کے ساتھ اس قدر بھی نہ پاسکے تو اس پر ظہر پڑھنا واجب ہے اگر کسی نے تشہد کو پالیا تو وہ جمعہ کے طور پر پورا کرے اور ظہر کا اعادہ کرنا اس پر واجب ہے۔''

جمعہ کے مسنونات

''وَمِنْ مُؤَكَّدَاتِ السُّنَنِ فِيْهَا الْغُسْلُ وَ وَقْتُهُ مِنَ الصُّبْحِ الْاَوَّلِ اِلٰى الزَّوَالِ وَاِنْ وَقَعَ فِيْ لَيْلَتِهَا كَفَاهُ وَ قَطْعُ الرَّوَائِحِ الْكَرِيْهَةِوَقَلْمُ الْاَظْفَارِوَاَخْذُ الشَّارِبِ وَحَلْقُ الرَّأْسِ وَالْمَشْئُ بِسَكِيْنَةٍ وَّ وَقَارٍوَالتَّنْظِيْفُ وَالتَّطْيِيْبُ وَ لُبْسُ اَنْظَفِ ثِيَابِهِ وَ الْمُبَادَرَةُ اِلَيْهَاوَاَنْ يَّمْشِىَ رَاجِلًا اِنْ لَّمْ يَمْنَعْ مَانِعٌ كَالْوَحْلِ وَلَوْثِ الدَّرْبِ وَ طُوْلِالْمَسَافَةِ اِنْ كَانَ شَاقًّا عَلَيْهِ وَغَيْرِهَا وَالْمُبَادَرَةُ اِلَى الصَّفِ الْاَوَّلِ مَعَ خُلُوِّ سَبِيْلِهِ عَنِ الْاِزْدِحَامِ وَ فِى الْاِزْدِحَامِ تَكْرُهُ وَيَجُوْزُ الْجُمُعَةُ فِيْ غَيْرِالْمَسَاجِدِ فِيْ فِضَاءٍ فِيْ وَسْطِ الْمَعْمُوْرَةِ يُعَدُّ لِلْاَعْيَادِ۔''[۱]

''۱۔ تاکیدی سنتوں میں سے غسل کرنا۔ اس کا وقت صبح اول سے لے کر زوال تک ہے۔ اگر رات کو غسل واقع ہو جائے تو کافی ہے۔ ۲۔ ناپسندیدہ بو کو ختم کرنا ۳۔ ناخن تراشنا ۴۔ مونچھیں کم کرنا ۵۔ سر مونڈنا ۶۔ سکون اور وقار کے ساتھ چلنا ۷۔ صفائی کرنا ۸۔ خوشبو لگانا ۹۔ صاف ستھرے کپڑے پہننا ۱۰۔ جمعہ کی طرف سبقت کرنا۔ ۱۱۔ پیدل چلنا بشرطیکہ رکاوٹ نہ ہو مثلاً زیادہ کیچڑ، راستے کی گندگی اور لمبا سفر اگر وہ سفر وغیرہ اس پر گراں ہو ۱۲۔ پہلی صف میں جانے کے لیے جلدی کرنا اگر راستہ ہجوم سے خالی ہو۔ ہجوم کی صورت میں مکروہ ہے۔ جمعہ مساجد کے علاوہ کھلے میدان میں عید کیلئے بنائی گئی عید گاہوں میں بھی پڑھنا جائز ہے۔''

صفات امامت کا متصف امام

''وَلَهَا شَرَائِطُ مِنْهَا الْاِمَامُ الْمُتَّصِفُ بِصِفَاتِ الْاِمَامَةِوَهِىَ الذُّكُوْرَةُ وَالْحُرِّيَّةُ وَ الْبُلُوْغُ وَ الْعَقْلُ وَ الْاِسْلَامُ وَالْعَدْلُ وَالْعِلْمُ وَالْوَرَعُ وَالشُّجَاعَةُوَالسَّخَاوَةُوَاَشْرَفُ الْاَنْسَابِ فِى الْمِلَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِوَهٰذِهِ الْخَصَائِلُ كَالشَّرَائِطِ وَ الْاَرْكَانِ لِلْاِمَامَ

وَلَوْكَانَ مَعَ هٰذِهِ وَلِيًّا مُّرْشِدًا كَامِلًا مُكَمِّلًا مُتَبَحِّرًا فِيْ عُلُوْمِ الشَّرِيْعَهِ وَ الطَّرِيْقَهِ وَ الْحَقِيْقَهِ جَامِعًا لِّشُعَبِ الْوِلَايَهِ كَالْاَطْوَارِ الْقَلْبِيَّةِ وَ الْاَنْوَارِ الْغَيْبِيَّةِ وَالْمُكَاشَفَاتِ الْمَلَكُوْتِيَّةِ وَالْمُشَاهَدَاتِ الْجَبَرُوْتِيَّةِ وَالتَّجَلِّيَاتِ اللَّاهُوْتِيَّهِ فَانِيًا فِى اللهِ بَاقِيًا بِاللهِ مَظْهَرًا لِّجَمِيْعِ صِفَاتِهِ وَاَسْمَائِهِ كَاٰدَمِ اَوْلِيَائِهِ كَانَ نُوْرًا عَلٰى نُوْرٍ۔''[۲]

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص ۸۶،۸۷

۲۔ ایضاً، ص ۸۸

''جمعہ کی کئی شرائط ہیں ان میں سے جملہ صفات کا حامل امام کا ہونا ہے: مرد ہو، آزاد ہو، بالغ ہو، عقلمند ہو، مسلمان ہو، عادل ہو، علم والا ہو، پرہیز گار ہو، بہادر ہو، سخی ہو، ملت محمدیہ میں اعلیٰ حسب نسب والا ہو یہ صفات امامت کے لئے شرائط وارکان کی مانند ہیں۔''

''اگر وہ ان اوصاف کے ساتھ ولی ہو، مرشد ہو، کامل ہو، مکمل کرنے والا ہو، شریعت طریقت اور حقیقت کے علوم میں مہارت رکھتا ہو۔ ولایت کے تمام درجات کا جامع ہو مثلاً دل کے سات اطوار اور غیبی انوار، عالم ملکوت کے مکاشفات، عالم جبروت کے مشاہدات، عالم لاہوت کی تجلیاں کا حامل ہو۔ فنا فی اللہ اور اللہ کیلئے باقی رہنے والا ہو۔ آدم الاولیاء جناب علیؑ کی طرح اللہ کے جملہ اسماء وصفات کا مظہر ہو تو نور پہ نور کا اضافہ ہو گا۔''

''وَاِنْ لَّمْ يُوْجَدْفَلَابُدَّ مِنَ الْخَصَائِلِ كَالشَّرَائِطِ وَالْاَرْكَانِ وَاِنْ لَّمْ يُوْجَدْ فَلَابُدَّ اَنْ يَّكُوْنَ مُسْلِمًا لَا يَمْنَعُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الصَّلٰوةِ فَكَانَ كَالتَّيَمُّمِ وَ وَجَبَتِ الْجُمُعَةُ فِىْ كُلِّ بَلْدَةٍ اَوْ قَرْيَةٍ يُّمْكِنُ فِيْهَا الصَّلٰوةُ بِالْجَمَاعَةِفَتَنْعَقِدُ الْجُمُعَةُ فِيْهَا بِاَىِّ عَدَدٍ كَانُوْا اِمَّا ثَلَا ثًا اَوْ اَكْثَرَ مَعَ الْاِمَامِ اَوْ مَعَ مَنْ نَصَبَهُ الْاِمَامُ لِجَمَاعَةٍلِاَنَّ مَنْ لَّا يَنْصِبُهُ الْاِمَامُ يُمْكِنُ اَنْ يَّكُوْنَ فَاسِقًا غَيْرَ طَاهِرٍفَصَلٰوتُهُ بَاطِلَةٌ وَ هِىَ الْمَبْنٰى اِنْ كَانَ بَاطِلًا فَالْمُبْتَنٰى عَلَيْهِ كَانَ بَاطِلًاوَكَانَ ذَالِكَ حَقًّا وَاِنْ لَّمْ تَطِبْ خَوَاطِرُ الْفَسَقَةِ بِهَا۔''[1]

''اگر ایسا امام نہ مل سکے تو کم از کم ان صفات کا حامل ہونا چاہیئے جو شرائط وارکان کی مانند ہیں۔ اگر ایسا بھی نہ مل سکے تو کم از کم ایسا مسلمان ہو اجو مسلمانوں کو نماز سے نہ روکتا ہو۔ یہ تیمم کی طرح ہے۔ جمعہ کی نماز ہر اس شہر اور گاؤں میں واجب ہے جہاں باجماعت نماز ممکن ہو۔ پس وہاں جمعہ منعقد ہو سکتی ہے جتنی تعداد میں لوگ ہوں چاہے امام یا جماعت کیلئے متعین نائب امام سمیت تین یا زائد ہوں، کیونکہ امام جسے مقرر نہ کرے وہ فاسق اور ناپاک ہو سکتا ہے، اس کی نماز باطل ہو جائے گی اگر بنیاد باطل ہے تو بنیاد پر رکھی جانے والی چیز بھی باطل ہے۔ یہ حق ہے اگرچہ فاسقوں کے دلوں کو ان باتوں سے خوشی نہ بھی ملے۔''

جمعہ کے دو خطبے

''وَاَمَّاالْخُطْبَتَانِ فَفِيْهِمَا خَمْسَةُ اَرْكَانٍ حَمْدُ اللهِ وَ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِىِّ وَ اٰلِهٖ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْهُدَاةِ اِلٰى طَرِيْقِ النَّجَاةِوَالْوَصِيَّةُ بِتَقْوٰى اللهِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْمَوَاعِظِ اللَّايِقَةِوَقِرَائَةُ سُوْرَةٍ خَفِيْفَةٍ اَوْ اٰيَاتٍ اَوْاٰيَةٍ وَالسُّوْرَةُ اَوْلٰى اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِى الْاٰيَةِ فَائِدَةٌ اُخْرٰى وَالدُّعَاءُ بِالْمَغْفِرَةِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ فَلَا بُدَّاَنْ يَّقَعَ لَفْظُ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوةِ فِيْهِمَاوَالْوَصِيَّةُ فِى الْاُوْلٰى وَالْقِرَائَةُ وَدُعَاءُالْمُؤْمِنِيْنَ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَا فِيْهِمَااَوْ فِىْ اِحْدٰهُمَاوَاِنْ وَقَعَ جَمِيْعُهَا فِىْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا لَاخِفَاءَ فِىْ فَضِيْلَتِهٖ وَ يَجِبُ تَقْدِيْمُهُمَا عَلَى الصَّلٰوةِ وَاَنْ يَّكُوْنَ الْخَطِيْبُ قَائِمًا مَعَ الْقُدْرَةِ وَاِنْ عَجَزَ يَجُوْزُ الْقُعُوْدُ كَمَا فِى الصَّلٰوةِ وَاَنْ يَّجْلِسَ بَيْنَهُمَا مُطْمَئِنًّاوَاِنْ وَقَعَتَا قَبْلَ

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۸۹،۸۸

الزَّوَالِ وَ الصَّلٰوةُ بَعْدَالزَّوَالِ لَا تَبْطُلُ الْجُمُعَةُ وَلَا يَشْتَرِطُ الطَّهَارَةُ فِيْهِمَا لِاَنَّ الْخَطِيْب يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ غَيْرَالْاِمَامِ وَلَا يَجُوْزُ الْفَصْلُ بَيْنَ الْخُطْبَةِ وَالصَّلٰوةِ اِلَّابِالْاِقَامَةِ۔"[1]

"جمعہ کے خطبوں میں پانچ ارکان ہیں ا۔ اللہ کی حمد ۲۔ نبی رحمت ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیجنا جو نجات کا راستہ دکھانے والے آئمہ ہیں۔ ۳۔ اللہ سے ڈرانا اور مناسب وعظ کرنا ۴۔ مختصر سی سورہ یا کئی آیتیں پڑھنا تاہم اگر آیات پڑھنے میں کوئی فائدہ نہ ہو تو سورہ پڑھنا بہتر ہے ۵۔ مومن اور مومنات کیلئے مغفرت کی دعا کرنا۔ پس حمد و صلوٰۃ کا لفظ دونوں خطبوں میں وقوع پزیر ہوں وعظ پہلے خطبے میں اور سورہ یا آیات کی قرأت اور مومنین کے لئے دعا دونوں میں یا کسی ایک میں ہوں تو رواہیں۔ اگر مذکورہ تمام ارکان دونوں خطبوں میں شامل کر لئے جائیں تو ان کی فضیلت مخفی نہیں، خطبوں کو نماز پر مقدم کرنا واجب ہے۔ خطیب کو قدرت سے کھڑا ہونا چاہیے۔ اگر وہ قاصر ہو تو اسے نماز کی طرح بیٹھ کر خطبہ دینا جائز ہے۔ دونوں خطبوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا اگر دونوں خطبے زوال سے قبل اور نماز زوال کے بعد واقع ہو جائے تو جمعہ باطل نہیں ہوتی۔ خطبوں کی پڑھنے کے لیے طہارت شرط نہیں۔ کیونکہ روا ہے کہ خطیب امام کے علاوہ کوئی دوسرا ہو خطبہ اور نماز کے درمیان اقامت کے علاوہ کوئی اور وقفہ دینا جائز نہیں ہے۔"

خطبہ جمعہ کی سنتیں

"وَيَسْتَحِبُّ اَنْ تَكُوْنَ الْخُطْبَةُ بَلِيْغَةً قَرِيْبَةً اِلَى الْاَفْهَامِ خَالِيَةً عَنِ الْاَلْفَاظِ الْغَرِيْبَةِمَائِلَةً اِلَى الْقَصْرِوَاَنْ يَّكُوْنَ الْخَطِيْبُ مُسْتَقْبِلًا عَلَى النَّاسِ وَ لَوْ كَانَ مُسْتَدْبِرًا وَّ بَعْضُ الْجَمَاعَةِ يَسْمَعُ صَوْتَهٗ مَفْهُوْمًا كَفَاهُ وَاَنْ لَّا يَلْتَفِتَ يَمِيْنًا وَّيَسَارًاوَاَنْ يَّاْخُذَ بِيَدِهٖ سَيْفًا اَوْ عَنْزَةً اَوْ قَوْسًاوَ يَعْتَمِدَعَلَيْهِ وَاَنْ يَّكُوْنَ مُتَعَمِّمًامُرْتَدِيًاوَالْعِمَامَةُوَالرِّدَاءُ كِلْتَاهُمَا اَوْ اِحْدَاهُمَا سَوْدَاءَاَوْ بَرْدَاءَ"[2]

"سنت ہے کہ خطبہ بلیغ ہو اور سمجھنے کیلئے آسان ہو، اجنبی الفاظ سے خالی ہو، اختصار کا حامل ہو، خطیب لوگوں کی طرف رخ کیے ہوئے ہو تاہم اگر پیٹھ کئے ہوئے ہو اور مقتدیوں میں سے بعض ان کے خطبے کو سن کر سمجھ سکتے ہوں تو کافی ہے، دوران خطبہ دائیں بائیں نہ دیکھے، اپنے ہاتھ میں کوئی تلوار، عصا، نیزہ یا کمان لے اور اس پر سہارا کئے رکھے، عمامہ باندھے، چادر اوڑھے، عمامہ یا عبا یا دونوں میں سے ایک سیاہ رنگ کی ہو یا بھڑ کیلے رنگ کی ہو۔"

"وَلَوْسَلَّمَ يَنْبَغِیْ اَنْ يُّسَلِّمَ مَهْمُوْسًاوَاَنْ يَّجْلِسَ بَعْدَ الْاِرْتِقَاءِقَبْلَ الْخُطْبَةِثُمَّ يَقُوْمَ فَيَخْطُبَ مَجْهُوْرَةًوَاَنْ يَّدْعُوَ عَلَى الظَّالِمِ اِنْ قَدَرَوَاِلَّافَلَهٗ لِدَفْعِ الضَّرَرِوَيَجِبُ الْاِنْصَاتُ اِذَا صَعَدَ الْخَطِيْبُ الْمِنْبَرَ اِنْ سَمِعَ الْخُطْبَةَ

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۹۱

[2] ۔ ایضاً

اَوْ لَمْ يَسْمَعْ وَ تَكْرَهُ الصَّلٰوةُ فِيْ حَالِ الْخُطْبَةِوَلَوْ خَطَبَ بِغَيْرِ الْعَرْبِيَّةِ مِنَ الْاَلْسِنَةِ الْعَجَمِيَّةِ جَازَ'' [1]

''اگر کوئی سلام کرے تو وہ آہستہ سے جواب دے۔ منبر پر چڑھنے کے بعد خطبہ سے پہلے تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو کر بلند آواز میں خطبہ پڑھے۔ اگر قدرت ہو تو ظالموں کے خلاف بد دعا کرے ورنہ اس کے شر سے بچنے کی دعا کرے۔ جب خطیب منبر پر چڑھ جائے تو خطبہ سنے یا نہ سنے خاموش رہنا واجب ہے۔ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر عربی کے علاوہ عجمی زبانوں میں خطبہ دیا جائے تو جائز ہے۔

''*جمعہ کے شرائط*: لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلیٰ المصر ولا تجوز فی القریٰ لقوله علیه السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطرولااضحیٰ الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر فاض ینفذ الاحکام ویقیم الاحدود و هذا عن ابی یوسف رحمته الله علیه'' [2]

''جمعہ صرف شہر جامع میں یا فنائے شہر میں ہی صحیح ہے اور گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے اس لیے کی آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جمعہ تشریق اور عیدین کی نماز میں صرف شہر جامع ہی میں صحیح اور مشروط ہیں۔ اور شہر جامع ہر وہ شہر ہے جس کا امیر و قاضی ہو جو احکام کو نافذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو۔ اور یہ امام ابو یوسف سے منقول ہے۔''

''ولا یجوزاقامتها الاللسلطان او لمن امره السلطان لا نها تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعة فی التقدم والتقدیم وقد تقع فی غیره فلا بد منه تتمیماً لامرها'' [3]

''اور صرف بادشاہ کے لیے یا جسے بادشاہ حکم دے اسی شخص کے لیے جمعہ قائم کرنا جائز ہے کیونکہ جمعہ جمع غفیر کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی آگے بڑھنے اور آگے بڑھانے میں جھگڑا ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کے علاوہ دوسری چیز میں جھگڑا ہو جاتا ہے لہذا امر جمع کی تکمیل کے لیے سلطان وغیرہ کا ہونا ضروری ہے''

''ومنها الخطبة لان النبی ﷺ ما صلا ها بدون الخطبة فی عمره وهی قبل الصلاة بعد الزوال به وردت السنة و یخطب خطبتین یفصل بینهما بمقعدة به جری التوارث'' [4]

''اور جمعہ کی شرائط میں سے خطبہ بھی ہے اس لیے کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں خطبے کے بغیر جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ہے۔ اور خطبہ نماز سے پہلے زوال کے بعد ہو گا اسی کے ساتھ سنت وارد ہوئی ہے اور خطیب دو خطبے دے اسی پر توارث جاری ہے۔''

1۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط ص،۹۱

۲۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۲\۳۳۸

۳۔ ایضاً،۲\۳۳۸

۴۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ،۲\۳۳۹

"فان اقتصر على ذكر الله جاز عند ابی حنیفه وقالا : لا بد من ذکر طویل یسمٰی خطبة لان الخطبة ھھی الواجبة والتسبیحة والتحمیدة لا تسمٰی خطبة"[1]

"اور اگر خطیب نے صرف اللہ کے ذکر پر اکتفاء کیا تو امام ابو حنیفہ کے ہاں جائز ہے حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ ایسا ذکر طویل ضروری ہے جسے خطبہ کا نام دیا جاسکے اس لیے کہ خطبہ ہی واجب ہے اور تسبیح و تحمید خطبہ نہیں ہے۔"

الفقہ الاحوط کی روسے جمعہ کے خطبوں میں پانچ ارکان ہیں اللہ کی حمد، نبی رحمت ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیجنا جو نجات کا راستہ دکھانے والے ائمہ ہیں، اللہ سے ڈرانے وغیرہ جیسے مناسب وعظ کرنا، مختصر سی سورہ یا کئی آیتیں پڑھنا تاہم اگر آیات پڑھنے میں کوئی فائدہ نہ ہو تو سورہ پڑھنا بہتر ہے، مومن اور مومنات کیلئے مغفرت کی دعا کرنا۔ جبکہ الہدایہ کی روسے خطبہ اللہ کی حمد و ثناء نبی پاک ﷺ پر درود و سلام اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک خطیب نے صرف اللہ کے ذکر پر اکتفا کیا تو بھی خطبہ جائز ہے۔

الفقہ الاحوط کی روسے جمعہ کی تاکیدی سنتوں میں غسل کرنا ہے۔ ناپسندیدہ بو کو ختم کرنا، ناخن تراشنا، مونچھیں ٹھیک کرنا، سر مونڈنا سکون اور وقار کے ساتھ چلنا، صفائی کرنا، خوشبو لگانا صاف، ستھرے کپڑے پہننا، جمعہ کیلئے جلدی کرنا، پیدل چلنا اگر رکاوٹ نہ ہو مثلاً زیادہ کیچڑ راستے کی گندگی اور لمبا سفر اگر وہ سفر وغیرہ اس پر گراں ہو پہلی صف میں جانے کے لیے جلدی کرنا اگر راستہ ہجوم سے خالی ہو۔

جمعہ کی کئی شرائط ہیں ان میں سے جملہ صفات کا حامل امام کا ہونا ہے: مرد ہو، آزاد ہو، بالغ ہو، عقلمند ہو، مسلمان ہو، عادل ہو، علم والا ہو، پرہیز گار ہو، بہادر ہو، سخی ہو، ملت محمدیہ میں اعلیٰ حسب نسب والا ہو۔ یہ صفات امامت کے لئے شرائط وارکان کی مانند ہیں۔

اگر ایسا امام نہ ملے تو کم از کم مسلمان ہو اور مسلمانوں کو نماز سے نہ روکتا ہو۔ یہ تیمم کی طرح ہے۔ جمعہ کی نماز ہر اس شہر اور گاؤں میں واجب ہے جہاں باجماعت نماز ممکن ہو۔ وہاں جمعہ قائم ہو گا، چاہے امام یا جماعت کیلئے متعین نائب امام سمیت تین یا زائد ہوں کیونکہ امام جسے مقرر نہ کرے وہ فاسق اور ناپاک ہو سکتا ہے اس کی نماز باطل ہے۔ اگر یہ باطل ہو تو جو چیز بنیاد پر رکھی جائے وہ بھی باطل ہے۔

عیدین کی نماز

"وَاَمَّا الصَّلٰوةُ الْعِیْدَیْنِ فَھِیَ وَاجِبَةٌ بِشَرَائِطِ الْجُمُعَةِ اِلَّا دَارَ الْاِقَامَةِ وَوَقْتُھَا مِنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ قَدْرَ رُمْحٍ اِلَی الزَّوَالِ وَ ھِیَ رَکْعَتَانِ وَ یَسْتَحِبُّ فِیْھَا تَکْبِیْرَاتٌ اَقَلُّھَا سِتَّةٌ وَ اَکْثَرُھَا اِثْنَتَاعَشْرَةَ وَھِیَ تَجُوْزُ قَبْلَ

[1] ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص ۳۴۱\۲

الْقِرَاءةِوَتَجُوْزُ بَعْدَهَا وَ فِی الْاُوْلٰی قَبْلَهَا وَ فِی الثَّانِیَةِ بَعْدَهَا لٰکِنَّ الْاَصْوَبَ اَکْثَرُهَا وَهُوَ فِی الْاُوْلٰی بَعْدَ تَکْبِیْرَةِ الْاِحْرَامِ سَبْعُ تَکْبِیْرَاتٍ وَ بَعْدَ تَکْبِیْرَةِ الْقِیَامِ فِی الثَّانِیَةِ خَمْسُ تَکْبِیْرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَائَةِ فِیْهِمَا۔''[۱]

''عیدین میں اقامت گاہ کی شرط نہیں اور جمعہ کی شرائط کے ساتھ واجب ہے۔اس کا وقت نیزے کی مقدار کے برابر سورج نکلنے سے لیکر زوال تک ہے۔یہ نماز دو رکعت پر مشتمل ہے۔اس میں کم از کم چھ تکبیریں اور زیادہ سے زیادہ بارہ تکبیرات مستحب ہیں۔یہ تکبیریں قرأت سے پہلے اور قرأت کے بعد اور پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں بعد میں تکبیریں پڑھنا روا ہیں۔زیادہ سے زیادہ تکبیریں پڑھنا بہتر ہے۔پہلی رکعت میں تکبیر احرام کے بعد سات اور دوسری رکعت میں قیام کی تکبیر کے بعد پانچ مرتبہ تکبیر دونوں میں قرأت سے پہلے پڑھی جائیں۔''

''وَرَفْعُ الْیَدَیْنِ مَعَ کُلِّ تَکْبِیْرَةٍ وَ اَنْ یَّقُوْلَ بَیْنَ کُلِّ تَکْبِیْرَتَیْنِ سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ لَوْ زَادَ عَلَیْهَا دُعَاءًلَا بَأسَ بِهِ وَ اَنْ یَّقْرَأَ فِی الْاُوْلٰی بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُوْرَةَ قٓ اَوْ سُوْرَةَ الْاَعْلٰی اَوْ سُوْرَةَ الْغَاشِیَةِوَ فِی الثَّانِیَةِ سُوْرَةَ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ اَوْ سُوْرَةَ الشَّمْسِ وَ لَوْ قَرَأَ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ غَیْرَ تِلْکَ السُّوَرِ لَا بَأسَ بِهِ وَ لَوْ لَمْ یُدْرِکِ الْجَمَاعَةَ یَجُوْزُ اَنْ یُّصَلِّیَ هَاتَیْنِ الصَّلٰوتَیْنِ مُنْفَرِدًا کَمَا فِی الْجَمَاعَةِ بِعَیْنِهَاوَاِنْ فَاتَ الْوَقْتُ وَلَمْ یَقْضِ لَمْ یَعْصِ وَ لَوْ اَرَادَ اَنْ یَّقْضِیَ جَازَوَ لَوْ تَرَکَ التَّکْبِیْرَاتِ لَمْ تَبْطُلِ الصَّلٰوةُ۔''[۲]

''اور ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھانا اور ہر تکبیروں کے درمیان'' سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ''تسبیح پڑھی جائے اگر اس پر مزید دعا کا اضافہ کیا جائے تو حرج نہیں۔پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ قٓ یا سورہ اعلیٰ یا سورۂ غاشیہ اور دوسری رکعت میں سورۂ اقتربت الساعۃ یا سورۃ الشمس پڑھنی چاہیے۔اگر فاتحہ کے بعد ان سورتوں کے علاوہ کوئی اور سورہ پڑھی جائے تو حرج نہیں۔اگر کوئی جماعت کو نہ پاسکے تو ہو بہو جماعت کی طرح دونوں نمازوں کو انفرادی طور پر پڑھنا جائز ہے۔اگر وقت نکل جائے اور قضا بھی نہ پڑھے تو گنہگار نہیں۔اگر کوئی اس کی قضاء بجا لانا چاہے تو بھی جائز ہے۔اگر تکبیرات کو چھوڑ دیا جائے تو بھی نماز باطل نہیں ہوگی۔''

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش،الفقہ الاحوط،ص،۹۳،۹۲

۲۔ ایضاً،ص،۹۴،۹۳

تکبیر

''وَفِی الْفِطْرِعَقِیْبَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِوَالصُّبْحِ وَ الْعِیْدِوَ فِی الْاَضْحٰی عَقِیْبَ صُبْحِ یَوْمِ عَرَفَۃَ اِلٰی عَصْرِ الثَّالِثِ مِنْ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ وَ ھِیَ فِیْ خَمْسَ عَشْرَۃَ اَشَدُّ تَاکِیْدًالِّمُوَافِقَۃِ الْحُجَّاجِ یَعْنِیْ مِنْ عَقِیْبِ ظُھْرِ یَوْمِ النَّحْرِ اِلٰی عَقِیْبِ صُبْحِ الثَّالِثِ مِنْ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ وَ صِیْغَۃُ التَّکْبِیْرِ ھٰذِہٖ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فِی الْفِطْرِ ثَلَاثَ مَرَّات وَ یَجُوْزُ فِی الْاَضْحٰی مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَ لَوْ زَادَکَبِیْرًا وَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلً جَاز لَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ۔''[1]

''عید الفطر کے دوران مغرب، عشاء، صبح اور عید کی نماز کے بعد تکبیر کا پڑھنا اور عید الضحٰی پر یوم عرفہ کی نماز صبح کے بعد سے لیکر ایام تشریق کے تیسرے روز کی عصر تک پڑھنی چاہیے اور حجاج کرام سے مشابہت کی وجہ سے یہ تکبیریں پندرہ نمازوں کے بعد زیادہ تاکیدی پہلو رکھتا ہے یعنی یوم نحر کی ظہر کے بعد سے ایام تشریق کے تیسرے روز کی صبح تک یوں تکبیر پڑھے۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ عید الفطر پر تین مرتبہ پڑھنی چاہیے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر دو یا تین مرتبہ جائز ہے اگر اس پر یہ اضافہ کیا جائے۔ اللہ بڑا ہے ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں صبح و شام ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں تو بھی جائز ہے۔ اور لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد پڑھے۔''

خطبہ عیدین

''وَاَمَّا الْخُطْبَۃُ فَھِیَ خُطْبَتَانِ کَالْجُمُعَۃِ فِی الشَّرَائِطِ وَ الْاَرْکَانِ لٰکِنْ یَّسْتَحِبُّ فِیْ ھَاتَیْنِ الْخُطْبَتَیْنِ اَنْ یُّکَبِّرَ قَبْلَ الْاُوْلٰی تِسْعًاوَ قَبْلَ الثَّانِیَۃِ سَبْعًاوَاَنْ یُّعَلِّمَ النَّاسَ فِی الْفِطْرِصَدَقَۃَ الْفِطْرِوَ فِی الْاَضْحٰی الْاُضْحِیَّۃَوَ تَکْبِیْرَاتِ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ وَ اَنْ یَّخْطُبَ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ وَ لَایَجِبُ اسْتِمَاعُھُمَا۔''[2]

''شرائط وارکان کے ساتھ عیدین کے خطبہ میں جمعہ کی طرح دو خطبے ہیں۔ پہلے خطبے سے قبل نو اور دوسرے خطبے سے قبل سات تکبیریں پڑھنا عید الفطر کے خطبے میں لوگوں کو فطرہ اور عید قربان کے خطبے میں قربانی اور ایام تشریق تک تکبیر پڑھنے کی تعلیم دینا اور نماز کے بعد خطبہ دینا یہ مسنون افعال ہیں۔ ان دونوں خطبوں کو سننا واجب نہیں۔''

عیدین کے روز سفر کی ممانعت

''وَلَا یَجُوْزُالسَّفَرُبَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فِی الْعِیْدَیْنِ اِلَّااِضَرُوْرَۃٍ وَیَکْرَہُ بَعْدَ طُلُوْعِ الصُّبْحِ وَ ذَالِکَ اِنْ لَّمْ یُمْکِنْ اَنْ یَّصِلَ اِلٰی صَلٰوۃِ الْعِیْدِ فِیْ بُقْعَۃٍ اُخْرٰی وَلَوْ سَافَرَ وَ وَصَلَ اِلٰی صَلٰوۃِ الْعِیْدِ لَا بَأسَ بِہٖ وَ

---

[1]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط ص، ۹۳

۲۔ ایضاً، ص، ۹۴

لَوْ تَاخَّرَتِ الصَّلٰوۃُ لِمَانِعٍ یَجُوْزُ اَنْ یُّصَلِّیَ غَدًا فِی الْفِطْرِوَ فِی الْاَضْحٰی غَدًا اَوْ بَعْدَ الْغَدِ اِلٰی ثَلَا ثَۃِ اَیَّامٍ مَّعَ یَوْمِ الْعِیْدِوَ یَکْرَہُ اَنْ یَّتَنَفَّلَ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْعِیْدِوَ بَعْدَھَاالَّابِمَسْجِدِ النَّبِیِّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَبْلَ خُرُوْجِہٖ۔''[1]

''عیدین کے دن طلوع آفتاب کے بعد بلاضرورت سفر حرام ہے اور طلوع صبح صادق کے بعد مکروہ ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب دوسرے علاقے میں عید کی نماز تک پہنچنا ممکن ہو۔ اگر کوئی سفر کرے اور عید کی نماز تک پہنچے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر عیدین کی نماز میں کسی مجبوری سے تاخیر ہو جائے تو عید فطر کے دوسرے دن نماز کا پڑھنا اور عید الاضحیٰ سمیت قربانی کے دن کے دوسرے اور تیسرے تین دن تک پڑھنا جائز ہے۔ عید کی نماز سے قبل اور بعد میں نفل پڑھنا مکروہ ہے البتہ مسجد نبوی ﷺ سے نکلنے سے پہلے مکروہ نہیں ہے۔''

''وتجب صلٰو ۃ العید علی من تجب علیه صلاۃ الجمعة وفی الجامع الصغیر عیدان اجتمع فی یوم واحد فا لاول سنة والثانی فریضةولا یترك واحد منهم قال وھذا تنصیص علی السنة والاول علی الوجوب وھو روایة عن ابی حنیفة وجه الاول موا ظبة النبی علیها ووجه الثانی قوله ﷺ فحدیث اعرابی عقیب سواله ھل علی غیرھن قال لا الا ان تطوع والاواصح وتسمیته سنة بالسنة''[2]

''اور ہر اس شخص پر جمعہ واجب اس پر عید کی نماز واجب ہے اور جامع صغیر میں ہے کہ جب دو عیدین ایک دن میں جمع ہو جائیں تو پہلی سنت ہے اور دوسری فرض ہے اور ان میں سے ایک کو ترک نہیں کیا جائے گا فرماتے ہیں کہ یہ سنت کی صراحت ہے اور پہلے قول میں وجوب کی صراحت ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے قول اول کی دلیل نماز عید پر آپ ﷺ کا ہمیشگی فرمانا ہے اور قول ثانی کی دلیل آپ ﷺ کا وہ ارشاد گرامی ہے جو حدیث اعرابی میں اس کے سوال ھل علی غیرھن کے جواب میں واقع ہے لا الا ان تطوع (یعنی ان کے علاوہ تم پر اور کچھ فرض نہیں ہے الا یہ کہ تم نفلاً کچھ کر لو) اور پہلا قول اصح ہے اور اسے سنت سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے۔''

''ویصلی الامام با لناس رکعتین یکبر فی الاولٰی للافتتاح وثلاثاً بعدھاثم یقرا الفاتحةوسورة ویکبر تکبیرۃ یرکع بها ثم یبتدی فی الرکعة الثانیة با لقراۃثم یکبر ثلاثاً بعدھا وھذا قول ابن مسعود[3]

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۹۴

۲۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۲\۳۵۸

۳۔ ایضاً، ۲\۳۶۴

''اور امام دو رکعت لوگوں کو نماز پڑھائے پہلی رکعت میں افتتاح کے لیے ایک تکبیر کہے اور اس کے بعد تین تکبیریں کہے پھر فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے اور ایک تکبیر کہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں قرائت سے شروع کرے اس کے بعد تین تکبیریں کہے اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔ اور یہ ابن مسعودؓ کا قول ہے۔

''قال ويخطب بعد الصلاة خطبتين بذالك ورد النقل المستفيض يعلم الناس فيها صدقة الفطرواحكامها لانها شرعت لاجله''[1]

''فرماتے ہیں کہ امام نماز عید کے بعد دو خطبہ دے اسی عمل پر نقل مشہور وارد ہے امام خطبے میں لوگوں کو صدقہ فطر اور اس کے احکام کی تعلیم دے اس لیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے لیے مشروع ہے۔''

فقہ الاحوط کی رو سے عیدین کی نماز واجب ہے۔ عیدین کی نمازوں میں کم از کم چھ تکبیریں اور زیادہ سے زیادہ بارہ تکبیریں پڑھنا مستحب ہیں اور ہر تکبیر کے درمیان کلمہ تمجید اور درود پڑھی جاتی ہے اور دوسری رکعت میں قرائت کے بعد قنوت پڑھتے ہیں۔

امام حنیفہ نماز عیدین کو واجب اور آئمہ ثلاثہ اسے سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں اور امام شافعی کے علاوہ باقی آئمہ کے ہاں تین سے پانچ دفعہ تکبیر پڑھنے کا حکم ہے۔ الہدایہ کے مطابق اگر جمعہ اور عید کی نماز اکٹھی ہو جائے تو ایک واجب اور دوسری سنت ہے جبکہ الفقہ الاحوط کے مطابق دونوں واجب ہیں۔

نفلی نمازیں

مسلک نوربخشیہ میں الفقہ لاحوط اور دعوات صوفیہ میں سنن راتبہ کے علاوہ بہت سی نفلی نمازیں پڑھنے کا حکم ہیں جن میں سے چند ایک درجہ ذیل ہیں:

نماز ہدیہ رسول اللہ

نماز مغرب اور عشاء کے درمیان یا چاشت کے وقت نماز ہدیہ رسولؐ دو رکعت پڑھتے ہیں۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں۔ نیت یہ ہے:

''اُصَلِّیْ صَلٰوۃَ هَدِیَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَکْعَتَیْنِ قُرْبَۃً اِلٰی اللّٰهِ،،[2]

نماز ہدیہ آئمہ ہداۃ

مغرب اور عشاء کے درمیان یا چاشت کے وقت دو رکعت نماز ہدیہ آئمہ ھدیٰ بھی پڑھتے ہیں۔ نیت یہ ہے۔

۱۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص ۲\۳۶۸

۲۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ، ۱۰۴

''اُصَلِّیْ صَلٰوۃَ ھَدِیَّۃِ الْاَئِمَّۃِ الْھُدَاۃِ رَکْعَتَیْنِ قُرْبَۃً اِلَی اللّٰہِ،،

مذکورہ دونوں نماز ہدیہ کے پڑھ چکنے کے بعد مندرجۂ ذیل دعا کو دس مرتبہ اور درود شریف کی ورد کرتے ہیں۔

''اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ وَلَکَ النِّعْمَۃُ وَلَکَ الْقُدْرَۃُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالِمِیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ مُسْلِمًا لَّاکَافِرًا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نَعْمَآئِہٖ کَمَا جَعَلَنِیْ تَقِیًّا لَّافَاسِقًا۔،،

مندرجۂ ذیل دعا کو نماز ہدیتین کے سجدۂ شکر میں پڑھتے ہیں۔

''اِلٰھِیْ قَلْبِیْ مَحْجُوْبٌ وَّ عَقْلِیْ مَغْلُوْبٌ وَّھَوَایَ غَالِبٌ وَنَفْسِیْ مَعْیُوْبٌ وَطَاعَتِیْ قَلِیْلٌ وَمَعْصِیَتِیْ کَثِیْرٌ وَّلِسَانِیْ مُقِرٌّ بِالذُّنُوْبِ فَکَیْفَ حِیْلَتِیْ یَا سَتَّارَ الْعُیُوْبِ یَا غَفَّارَ الذُّنُوْبِ یَآ اَللّٰہُ یَآ اَللّٰہُ یَآ اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا رَحِیْمُ یَا رَحِیْمُ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ شُکْرًا شُکْرًا شُکْرًا،،[1]

ایک پر تاثیر نماز

دینی اور دنیوی حاجت برآری کے لیے مغرب اور عشاء کے درمیان دو رکعت نماز غفلہ کی بجاآوری نہایت پر تاثیر ہے۔

''اُصَلِّیْ صَلٰوۃَ الْغُفْلَۃِ رَکْعَتَیْنِ قُرْبَۃً اِلَی اللّٰہِ،،

پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھی جاتی ہے۔

''وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ،،[2]

دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھی جاتی ہے۔

''وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ،،

پھر بطور قنوت یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِمَفَاتِحِ الْغَیْبِ الَّتِیْ لَایَعْلَمُھَآ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَنْ تَفْعَلَ لِیْ کَذَا(**یہاں اپنی حاجت بیان کریں**) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَلِیُّ نِعْمَتِیْ وَالْقَادِرُ عَلٰی طَلْبَتِیْ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ السَّلَامُ لَمَا قَضَیْتَھَا یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ،،

سلام پھیرنے کے بعد درود شریف دس مرتبہ پڑھے اور مندرجہ ذیل دعا کو بھی پڑھتے ہیں۔

''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِحَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ،،

---

[1] ۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ، ۱۰۴

[2] امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ، ۱۰۴

نماز اوابین

مغرب اور عشاء کے درمیان چھ رکعت نماز اوابین تین سلام پر پڑھی جاتی ہے۔ نیت یوں ہے۔

''اُصَلِّیْ صَلٰوۃَ الْاَوَّابِیْنَ رَکْعَتَیْنِ قُرْبَۃً اِلَی اللّٰہِ،،

''میں قرب الٰہی کی خاطر دو رکعت نماز اوابین پڑھتا / پڑھتی ہوں۔،،

نماز اوابین میں ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔

سلام پھیرنے کے بعد دس مرتبہ درود شریف اور درج ذیل آیت پڑھی جاتی ہے۔

''فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا،،

نماز تسبیح

''اَمَّا صَلٰوۃُ التَّسْبِیْحِ فَھِیَ اَرْبَعُ رَکْعَاتٍ بِتَسْلِیْمَۃٍ اَوْ تَسْلِیْمَتَیْنِ سُنَّۃٌ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَۃٍ مَرَّۃً اَوْ فِیْ کُلِّ اُسْبُوْعٍ وَ فِی الْاُسْبُوْعِ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ وَ لَیْلَتُھَا اَوْلٰی مِنْ سَائِرِ الْاَیَّامِ وَ لَیَالِھَا اَوْ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ اَوْ فِیْ کُلِّ سَنَۃٍ اَوْ فِیْ مُدَّۃِ الْحَیَاۃِ وَ فِیْھَا ثَلَاثُ مِائَۃِ تَسْبِیْحٍ بِھٰذِہِ الصِّیْغَۃِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔''[1]

''نماز تسبیح ایک سلام یا دو سلام کے ساتھ چار رکعات پر مشتمل یہ روزانہ دن اور رات میں ایک دفعہ سنت ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو ہفتے میں ایک بار پڑھنا سنت ہے۔ ہفتے میں جمعہ کے دن اور اس کی رات دیگر دنوں اور راتوں کے مقابلے میں بہتر ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے ہر ماہ یا ہر سال یا پوری زندگی میں ایک دفعہ پڑھے۔ اس پوری نماز میں یہ تسبیح تین سو بار پڑھنی ہے۔ اللہ پاک ہے تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ سب سے بڑا ہے۔''

تین بابرکت راتیں

ماہ رجب کی پہلی شب جو جمعہ جو لیلۃ الرغائب کہلاتی ہے۔

ماہ شعبان کی پندرویں شب جو جمعہ جو لیلۃ البرات کہلاتی ہے۔

ماہ رمضان کی ستائیسویں جو شب جمعہ جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے۔[2]

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۰۳

[2] ۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ، ۲۰۲

نماز رغائب

’’اَمَّا الصَّلٰوۃُ الرَّغَائِبِ فَھِیَ سُنَّۃٌ مَرْجُوَّۃٌفِیْھَا اِجَابَۃُ الدُّعَاءِوَکَانَتْ اِثْنَتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃًوَفِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ بَعْدَ الْفَاتِحَۃِ سُوْرَۃَ الْقَدْرِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَ سُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ اِثْنَتَیْ عَشْرَۃَ مَرَّۃًوَ اِذَا سَلَّمَ وَ فَرَغَ مِنْ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃِ کُلِّھَایَنْبَغِیْ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلَی النَّبِیِّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً بِھٰذِہِ الصِّیْغَۃِ'اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِہٖ وَسَلِّم ثُمَّ یَسْجُدَوَیَقُوْلَ فِیْہِ‘‘[1]

’’جس نماز میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہے وہ رغائب کی سنت نماز ہے یہ نماز بارہ رکعات پر مشتمل ہے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر تین مرتبہ اور سورۂ اخلاص بارہ مرتبہ پڑھے اور جب سلام پھیریں اور پوری نماز سے فارغ ہو جائے تو نماز کے بعد ان الفاظ میں نبی ﷺ پر ستر بار درود بھیجے۔’’اے ہمارے رب! نبی امی محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما۔‘‘

پھر سجدہ کرے اور سجدے میں ستر بار یہ دعا پڑھے۔

’’سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَ الرُّوْحِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃًفَیَرْفَعَ رَاسَہٗ وَ یَقُوْلَ "رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ سَبْعِیْنَ مَرَّۃًثُمَّ یَسْجُدَ ثَانِیًا وَ یَقُوْلَ کَمَا فِی السَّجْدَۃِ الْاُوْلٰی وَکَانَ وَقْتُ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃِ لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ الَّتِیْ کَانَتْ اَوَّلَ الْجُمُعِ مِنْ شَھْرِ رَجَب بَیْنَ الْعِشَائَیْنِ وَ الْاَوْلٰی اَنْ یَّصُوْمَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُصَلِّیَ ھٰذِہِ مَقْرُوْنَۃً بِالصَّوْمِ فَیُفْطِرَ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَۃِ وَ یَنَالَ فَضْلَھَا۔‘‘[2]

’’ہمارے رب اور فرشتوں وروح الامین کا پروردگار پاک وپاکیزہ ہے‘‘پھر سجدے سے سر اٹھا کر ستر مرتبہ یہ دعا پڑھے۔ پروردگار مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما مجھے ہر گناہ سے درگزر فرما جن کا تجھے علم ہے۔ بیشک تو غالب اور کرم والا ہے‘ پھر دوسری مرتبہ سجدہ کرے اور پہلے سجدے کی طرح تسبیح پڑھے۔ اس نماز کا وقت ماہ رجب کی سب سے پہلی شب جمعہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جمعرات کو روزہ رکھے اور روزہ ہی کی حالت میں نماز پڑھے پھر عشاء کے بعد افطار کرے اور اس کی فضیلت کو حاصل کرے۔‘‘

نماز شب برات

’’اَمَّاصَلٰوۃُ لَیْلَۃِ الْبَرَاتِ یَعْنِیْ لَیْلَۃَ الْخَامِسِ عَشَرَمِنْ شَعْبَانَ فَھِیَ کَانَتْ سُنَّۃٌ وَھِیَ مِائَۃُ رَکْعَۃٍفِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ بَعْدَ الْفَاتِحَۃِ سُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ عَشَرَ مَرَّاتٍ لِیَصِیْرَ فِیْ تَمَامِھَا اَلْفَ مَرَّۃٍوَوَقْتُھَابَعْدَ الْعِشَاءِالْاٰخِرَۃِ اِلٰی قُبَیْلِ الصُّبْحِ وَ لَھَا فَضْلٌ کَثِیْرٌ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَلْیُصَلِّ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ فِیْ کُلِّ

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط ص، ۱۰۴

۲۔ ایضاً، ص، ۱۰۵، ۱۰۴

رَکْعَةٍ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ خَمْسًا وَّ عِشْرِیْنَ مَرَّةً لِیَصِیْرَ تَمَامُهَا مِائَةَ مَرَّةٍ لِئَلَّا یُحْرَمَ مِنْ بَرَکَةِ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ۔[1]"

"شب برات یعنی پندرہویں شعبان کی رات کی یہ نماز سنت ہے یہ نماز سو رکعتوں پر مشتمل ہے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دس مرتبہ پڑھے تاکہ پوری نماز میں یہ ایک ہزار ہو جائے۔

اس کا وقت عشاء کے بعد سے لے کر نماز صبح سے کچھ پہلے تک ہے۔ اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت ہے اگر کسی کو طاقت نہ ہو تو صرف چار رکعات پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچیس مرتبہ پڑھے تاکہ نماز میں پوری تعداد سو ہو جائے تاکہ کوئی اس رات کی برکت سے محروم نہ رہے۔"

نماز شب قدر

رمضان المبارک کی چھبیسویں اور ستائیسویں تاریخ کی درمیانی رات نماز شب برات کی طرح سو رکعت پچاس سلام کے ساتھ نماز شب قدر پڑھی جائے۔ ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر تین مرتبہ اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھی جائے۔ اگر چار رکعات دو سلام کے ساتھ پڑھی جائے تو ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر تین مرتبہ، سورۂ اخلاص پچیس مرتبہ پڑھیں۔ نیت یہ ہے۔

"اُصَلِّیْ صَلٰوةَ لَیْلَةِ الْقَدْرِ رَکْعَتَیْنِ قُرْبَةً اِلَی اللّٰهِ،،

نماز استخارہ

"وَاَمَّا صَلٰوةُ الْاِسْتِخَارَةِ فَهِ، سُنَّةٌ وَفِیْهَا بَرَکَةٌ عَظِیْمَة، وَوَقْتُهَا مَتٰی، اتَّفَق، اَمْرٌ مُّهِمٌّ، مِّنَ، الْاُمُوْرِ الدِّیْنِیَّةِ اَوِ الدُّنْیَوِةِ وَ یُرِیْدُ اَنْ یَّعْلَمَ خَیْرَهٗ وَشَرَّهٗ فَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ وَیَنْوِیَ هٰکَذَا اُصَلِّیْ صَلٰوةَ الْاِسْتِخَارَةِ رَکْعَتَیْنِ قُرْبَةً اِلَی اللّٰهِ وَیُوْصِلُهَا اِلٰی تَکْبِیْرَةِ الْاِحْرَام وَیَقْرَأُ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ فِی الْاُوْلٰی سُوْرَةَ الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّانِیَةِ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ"

"نماز استخارہ سنت ہے اور اس کی بجا آوری میں بڑی برکت ہے یہ نماز اس وقت پڑھی جاتی ہے جب کوئی دینی و دنیوی کاموں میں سے معاملہ درپیش ہو اور نمازی اس کی اچھائی یا برائی معلوم کرنا چاہے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے اور یوں نیت کرے "میں اللہ کی قربت حاصل کرنے کی خاطر دو رکعت نماز استخارہ پڑھتا ہوں" نیت کو کی تکبیر احرام سے ملا دے اور پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھے۔"

"وَبَعْدَ السَّلَامِ یَدْعُوْ بِهٰذِهِ الصِّیْغَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۰۵

هٰذَا الْاَمْرَوَ يُسَمِّيْهِ خَيْرٌلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَوَیُسَمِّیْهِ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَ اَقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔''[1]

''سلام کے بعد یوں دعا پڑھے۔ اے اللہ میں تیرے علم سے بھلائی چاہتا ہوں، تیری قدرت سے طاقت چاہتا ہوں، تیرے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں اس لیے تو قدرت والا ہے میری طاقت نہیں تو جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو غیوب کو بھی بہتر جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تیرے علم میں میرے لئے یہ کام "کام کا نام لے" میرے دین دنیا معیشت اور اختتام کار کیلئے اچھا ہو تو اسے مقدر بنا مجھے اس میں برکت عطا کر اور اگر تو یہ کام "کام کا نام لے" میرے لئے دین دنیا اور انجام کار کے اعتبار سے برا ہو تو اسے مجھ سے دور فرما مجھے اس سے بچائے رکھ اور جہاں بھی اچھائی ہو میرا مقدر فرما اور مجھے اسی پر خوش رکھ۔''

''وَبَعْدَ ذَالِکَاِنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْکَشْفِ وَ تَصْفِیَةِ الْقُلُوْبِ فَیَتَوَجَّهْ اِلَی اللّٰهِ ذَاکِرً لِّیَرٰی عَاقِبَةَ اَمْرِهِ الْمَنْوِیِّ حَالَةَ الصَّحْوِ اَوِ الْغَیْبَةِ اَوِ النَّوْمِ وَ اِنْ لَّمْ یَکُنْ مِّنَ الْمُکَاشِفِیْنَ فَیَتَفَائَلْ بِالْاُمُوْرِ الْمَحْسُوْسَةِ الَّتِیْ سَنِحَتْ لَهُ ظَاهِرَةً دَالَّةً عَلَی الْخَیْرِ وَ غَیْرِهٖ۔''[2]

''اس نماز کے بعد اگر نمازی اہل کشف اور پاک دل والوں میں سے ہو تو ذکر الٰہی بجالاتے ہوئے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے تاکہ وہ اپنے نیت کردہ امر کا انجام بیداری غیب اور نیند کی حالت میں دیکھ سکے اور اگر وہ اہل کشف میں سے نہ ہو تو محسوس ہونے والے امور سے اندازہ لگائے جو اسے اچھائی یا برائی کی ظاہری طور پر دلالت کرے۔''

نماز چاشت

''وَصَلٰوةٌ تَقَعُ وَقْتَ الضَّحْوَةِاِنْ کَانَتْ رَکْعَتَیْنِ فَهٰذِهٖ وَاِنْ کَانَتْ ثَمَانِیَ رَکْعَاتٍ فَقَضَاءُ التَّهَجُّدِ الَّتِیْ فَاتَتْ فِی اللَّیْلَةِفَمَنْ رَّاٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ وَقْتَ الضَّحْوَةِوَ لَمْ یَعْرِفْ حَقِیْقَتَهَا سَمَّاهَا صَلٰوةَ الضَّحْوَةِوَ مَنْ عَرَفَهَا لَمْ یُسَمِّهَا صَلٰوةَ الضَّحْوَةِلِاَنَّهَا لَا تَتَقَیَّدُ بِهٰذَا الْوَقْتِ اَوْ وَقْتٍ اٰخَرَ وَالنَّوَافِلُ الْمُوَقَّتَةُ بِالْاَوْقَاتِ الشَّرِیْفَةِ وَالْمُقَامَاتِ الْمُتَبَرَّکَةِ کَثِیْرَةٌ کَلَیَالِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَ لَیْلَةِ الْفِطْرِ۔''[3]

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۰۶

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً،۱۰۸،۱۰۷

''چاشت کے وقت پڑھی جانے والی نمازاگر دورکعت پر مشتمل ہے توچاشت کی نماز ہے اور اگر آٹھ رکعات پر مشتمل ہے تورات کو فوت ہونے والی تہجد کی قضا ہے پس جس نے نبی ﷺ کو چاشت کے وقت نماز پڑھتے دیکھا اور اس نماز کی حقیقت کو نہ جان سکا تو اس نماز کا نام چاشت کی نماز رکھا تاہم جو اس کی حقیقت سے آشنا تھا اس نے اس کا نام نماز چاشت نہیں رکھا کیونکہ اس نماز کو وقت چاشت یا کسی اور وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا۔ شرافت اور بابرکت وقتوں اور مقامات کے لئے مخصوص نوافل کی تعداد بہت زیادہ ہے مثلاًرمضان اور عید الفطر کی راتوں کو پڑھی جانے والی نوافل نمازیں۔''

''تین اماموں کے نزدیک نماز چاشت سنت ہے،مالکیہ کو اختلاف ہے۔ اس کا وقت سورج کا ایک نیزہ بلند ہونے سے اس کے زوال سے پہلے تک ہے۔ نماز چاشت کی کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں۔''[1]

لہٰذا الفقہ الاحوط کی رو سے نماز چاشت دو رکعت اور جو آٹھ رکعت حضور ﷺ نے چاشت کے وقت پڑھی وہ نماز تہجد کی قضاء تھی۔ جبکہ آیمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز چاشت کی کم از کم مقدار دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں۔مالکیہ کہتے ہیں چاشت کی نماز مستحب تاکیدی ہے سنت نہیں ہے۔حنفیہ کہتے ہیں چاشت کی زیادہ سے زیادہ سولہ رکعتیں ہیں۔

نماز رضوان

''وَاَمَّا صَلٰوةُ الرِّضْوَانِ فَهِىَ رَكْعَتَانِ فِى الْاُوْلٰى بَعْدَ الْفَاتِحَةِ اٰيَةَ الْكُرْسِىِّ اِحْدٰى عَشْرَةَ مَرَّةًوَفِى الثَّانِيَةِ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ اِحْدٰى عَشْرَةَ مَرَّةًوَبَعْدَ السَّلَامِ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِىِّ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ عَشَرَ مَرَّاتٍ وَ غَيْرُهَا مِنَ النَّوَافِلِ وَلَاحَاجَةَ اِلٰى تَعْدَادِهَالِاَنَّ سَاحَةَ النَّوَافِلِ مُوَسَّعَةٌ۔''[2]

''نماز رضوان دو رکعتوں پر مشتمل ہے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی گیارہ دفعہ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ دفعہ پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد حضور ﷺ پر دس مرتبہ درود پڑھا جائے۔ ان کے علاوہ دیگر نوافل بھی ہیں جن کو شمار کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ نوافل کا میدان انتہائی وسیع ہے۔''

۱۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۴۰۷

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۰۸

فصل سوم

اوراد و وظائف میں تفردات

اوراد خمسہ

فرض نمازوں کے بعد بلا فاصلہ اوراد ذیل کا ورد کرتے ہیں۔

(اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ) تین مرتبہ اَلَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّاھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ وَاَسْئَلُہُ التَّوْبَۃَاَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔[۱]

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہ ط لَہ الْمُلْکُ وَلَہ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّایَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ [۲]ط وَاِلَیْہِ الْمَصِیْر ھُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیم[۳] لَیْسَ کَمِثْلِہ شَیْئٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ ۔

وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی مَلَائِکَتِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی اَھْلِ طَاعَتِکَ اَجْمَعِیْنَ وَارْحَمْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ○[4]

نمازوں کے لیے مخصوص دعائیں

دعوات صوفیہ میں اوراد پڑھ چکنے کے بعد دعائے تشفع سے پہلے ہر نماز کے لئے مخصوص دعا پڑھنے کا حکم ہے جو درج ذیل ہے۔

دعائے جمعہ

''اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا ارْزُقْنَا کَمَالَ الْحُسْنٰی وَسَعَادَۃَ الْعُقْبٰی وَخَیْرَ الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی وَثَبِّتْنَا عَلَی الْاِیْمَانِ وَالتَّقْوٰی بِرَحْمَتِکَ یَاآرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ''

۱۔ صحیح مسلم، حدیث:۱۳۳۵باب نماز کے بعد ذکر

۲۔ مسند احمد:۱۸۴۸

۳۔ الحدید۳:۵۷

4۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ ،۹۲

دعائے ظہر

''اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَاحَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَاعَذَابَ النَّارِ[1] وَاحْشُرْنَامَعَ الْمُتَّقِیْنَ وَالْاَبْرَارِ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ''

دعائے عصر

''اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَکَمَاھِیَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن[2]

دعائے مغرب

''اَللّٰمَّ اَحْیِنَا مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنَا مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ''

دعائے عشاء

''اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا وَتَمِّمْ تَقْصِیْرَنَا وَیَسِّرْ اُمُوْرَنَا بِالْخَیْرِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن[3]

دعائے صبح

''اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَاخْتِمْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَاجْعَلْ عَوَاقِبَ اُمُوْرِنَا اِلَی الْخَیْرِ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ''

دعائے تشفع

اوراد خمسہ کے بعد اس دعائے تشفع کو بڑی یکسوئی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِنُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَرِسَالَتِهٖ

وَبِشُجَاعَةِ عَلِیٍّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَسَخَاوَتِهٖ

وَبِصَدَاقَةِ الْخَدِیْجَةِ وَجُوْدِھَا

وَبِشَرَافَةِ فَاطِمَةَالزَّھْرَاءِ وَنِسْبَتِھَا

وَبِاِمَامَةِ الْحَسَنِ وَ وِلَایَتِهٖ

وَبِشَھَادَةِ الْحُسَیْنِ وَمَشَقَّتِهٖ

وَ بِعَلِیٍّ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ وَعِتْرَتِهٖ

وَبِمُحَمَّدِ نِ الْبَاقِرِ وَ کَرَامَتِهٖ

---

[1] ۔ حسن المسلم:۲۳۵ جامع ترمذی، کتاب صلواۃ

[2] ۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ ،ص۹۵

[3] ۔ ایضاً،۹۶

وَبِجَعْفَرِ نِ الْصَّادِقِ وَ رِيَاضَتِهٖ

وَ بِمُوْسیٰ الْكَاظِمِ وَصَلَابَتِهٖ

وَبِعَلِيِّ نِ الرِّضَآءِ وَغُرْبَتِهٖ

وَبِمُحَمَّدِ نِ التَّقِيِّ وَنَقَابَتِهٖ

وَبِعَلِيِّ نِ النَّقِيِّ وَزَهَادَتِهٖ

وَبِحَسَنِ نِ الْعَسْكَرِيِّ وَمُبَارَزَتِهٖ

وَ بِقَائِمِ آلِ مُحَمَّدِ نِ الْمَهْدِيِّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ اِجَازَتِهٖ

اَنْ تَقْضِیَ حَاجَاتِنَا یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ یَا كَاشِفَ الْمُهِمَّاتِ یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔[1]

تسبیحات فاطمہ الزہرا

مذکورہ اوراد سے فراغت پانے کے بعد درج ذیل تسبیحات کو بالترتیب پڑھتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللهِ **تینتیس بار**

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ **تینتیس بار**

اَللّٰهُ اَكْبَرُ **تینتیس بار**[2]

دعائے صبحیہ

نماز فجر سے پہلے تعوذ اور بسم اللہ کے بعد یوں درود پڑھ کر دعائے صبحیہ پڑھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِکَ تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ وَتَجْمَعُ بِهَا شَمْلِیْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعْثِیْ وَتَرُدُّ بِهَا الْفَتِیْ وَتُصْلِحُ بِهَا دِیْنِیْ وَتَحْفَظُ بِهَا غَائِبِیْ وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِیْ وَتُزَكِّیْ بِهَا عَمَلِیْ وَتُبَيِّضُ بِهَا وَجْهِیْ وَتُلْهِمُنِیْ بِهَا رُشْدِیْ وَتَعْصِمُنِیْ بِهَا مِنْ كُلِّ سُوْٓءٍ ط

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَاَسْئَلُکَ یَقِیْنًا صَادِقًا لَّیْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ وَّلَا شِرْکٌ وَّلَاشَکٌّ ط وَاَسْئَلُکَ رَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ الْكَرَامَةِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ الْفَوْزَ عِنْدَ الْقَضَآءِ وَمَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَعَیْشَ السُّعَدَاءِوَمُرَافَقَةَ الْاَنْبِیَاءِ وَالنَّصْرَ عَلَی الْاَعْدَآءِط

---

[1] ۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ، ۷۶،۷۵

[2] ۔ ایضاً، ۷۸

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡٓ اُنْزِلُ بِکَ حَاجَتِیْ وَاِنْ قَصُرَ عَنْهُ رَأْیِیْ وَضَعُفَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَافْتَقَرْتُ اِلٰی رَحْمَتِکَ وَاَسْئَلُکَ یَا قَاضِیَ الْاُمُوْرِ یَا شَافِیَ الصُّدُوْرِ کَمَا تُجِیْرُنِیْ مِنَ الْبُحُوْرِ اَنْ تُجِیْرَنِیْ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ الثُّبُوْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقُبُوْرِ ط

اَللّٰهُمَّ مَا قَصُرَ عَنْهُ رَأْیِیْ وَضَعُفَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَنْ تَبْلُغَهُ نِیَّتِیْ اَوْ اُمْنِیَّتِیْ مِنْ خَیْرٍ وَّعَدتَّهُ اَحَدًا مِّنْ عِبَادِکَ اَوْ خَیْرٍ اَنْتَ مُعْطِیْهِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ فَاِنِّیْ اَرْغَبُ اِلَیْکَ فِیْهِ وَاَسْئَلُکَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ط

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِیْنَ وَمَهْدِیِّیْنَ غَیْرَ ضَآلِّیْنَ وَلَا مُضِلِّیْنَ حَرْبًا لِّاَعْدَآئِکَ وَسِلْمًا لِّاَوْلِیَآئِکَ نُحِبُّ بِحُبِّکَ النَّاسَ وَنُعَادِیْ بِعَدَاوَتِکَ مَنْ خَالَفَکَ مِنْ خَلْقِکَ

اَللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَاءُ مِنِّیْ وَمِنْکَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَیْکَ التُّکْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

اَللّٰهُمَّ یَا ذَا الْحَبْلِ الشَّدِیْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِیْدِ اَسْئَلُکَ الْاَمْنَ یَوْمَ الْوَعِیْدِ وَالْجَنَّةَ یَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِیْنَ الشُّهُوْدِ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ وَالْمُوْفِیْنَ بِالْعُهُوْدِ اِنَّکَ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ اِنَّکَ تَفْعَلُ مَا تُرِیْدُ سُبْحَانَ مَنْ تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَقَالَ بِهٖ سُبْحَانَ مَنْ لَّبِسَ الْمَجْدَ وَتَکَرَّمَ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَایَنْبَغِی التَّسْبِیْحُ اِلَّا لَه سُبْحَانَ ذِی الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ سُبْحَانَ ذِی الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ سُبْحَانَ ذِی الْهَیْبَةِ وَالْبَهَآءِ سُبْحَانَ ذِی الْعَظَمَةِ وَالْکِبْرِیَآءِسُبْحَانَ الَّذِیْ اَحْصیٰ کُلَّ شَیْئٍ م بِعِلْمِهٖ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ مُخِّیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ وَنُوْرًا مِّنْ بَیْنَ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَّمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا وَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَّزِدْ نُوْرًا عَلٰی نُوْرِیْ یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ یَانُوْرُ یَا مُدَبِّرَ الْاُمُوْرِ وَیَا مُقَدِّرَ الْاَعْوَامِ وَالشُّهُوْرِ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ تَعْجِیْلَ عَافِیَتِکَ وَصَبْرًا عَلٰی بَلِیَّتِکَ وَخُرُوْجًا عَنِ الدُّنْیَا اِلٰی رَحْمَتِکَ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَوَاتِیْمَ اَعْمَالِنَا رِضْوَانَکَ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ اَیَّامِنَا یَوْمَ لِقَآئِکَ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّآئِمَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ الْاَرْضِ وَیَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ نَسْئَلُکَ بِنُوْرِ وَجْهِکَ الْکَرِیْمِ اَنْ تُحْیِیَ قُلُوْبَنَا وَاَجسَامَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَآ اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن[۱]

۱۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ، ۱۲۵-۱۲۸

اوراد عصریہ

نماز عصر کے بعد تعوذ اور بسم اللہ کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھ کر یوں اوراد عصریہ پڑھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُقَدِّمُ اِلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ کُلَّ نَفَسٍ وَّلَحْظَۃٍ وَّلَمْحَۃٍ وَّ طَرْفَۃٍ یَّطْرِفُ بِھَا اَھْلُ السَّمٰوٰتِ وَاَھْلُ الْاَرْضِ وَکُلُّ شَیْئٍ ھُوَ فِیْ عِلْمِکَ کَآئِنٌ اَوْ قَدْکَانَ اُقَدِّمُ اِلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ ذَالِکَ کُلِّہٖ ط

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّابِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَاخَلْفَھُمْ وَلَایُحِیْطُوْنَ بِشَیْئٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَاشَآءَط وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَایَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ط لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ط قَد تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ط

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُوْلٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْن ط[1]

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ط فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ط اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ ط لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِنْ رُّسُلِہٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ

لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا ط لَھَا مَاکَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَااکْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا ط رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْراً کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ط رَبَّنَا وَلَاتُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا قف وَاغْفِرْ لَنَاقف وَارْحَمْنَاقف اَنْتَ مَوْلٰینَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ ط[۲]

رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ [۳]

شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُوْلُوالْعِلْمِ قَآئِماً م بِالْقِسْطِ ط لَا اِلٰہَ اِلَّاھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ط وَاَنَا اَشْھَدُ بِمَا شَھِدَ اللّٰہُ بِہٖ وَاَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ ھٰذِہِ الشَّھَادَۃَ لِیَوْمِ حَاجَتِیْ وَھٰذِہِ الشَّھَادَۃُ لِیْ عِنْدَاللّٰہِ وَدِیْعَۃٌ حَتّٰی یُؤْتِیَھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ط اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ [۴]

اَللّٰھُمَّ احْطُطْ بِھَآ اَوْزَارَنَا وَاغْفِرْ بِھَا ذُنُوْبَنَا وَثَقِّلْ بِھَا مَوَازِیْنَنَا وَاَوْجِبْ لَنَا بِھَآ اٰمَالَنَا وَتَجَاوَزْعَنَّا ط بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

---

[1] ۔ البقرہ۲۵۷،۲۵۶،۲:۲۵۵

[۲] ۔ ایضاً۲۸۶،۲:۲۸۵

[۳] ۔ آل عمران۳:۸

[۴] ۔ آل عمران۳:۱۹

قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ ط تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُوَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُط وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُوَتُذِلُّ
مَنْ تَشَآءُ ط بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌط تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی
الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُبِغَیْرِ حِسَابٍ ط [1]
اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ط یَا فَارِجَ الْھَمِّ یَا کَاشِفَ الْغَمِّ یَا مُجِیْبَ دَعْوَاتِ الْمُضْطَرِّیْنَ یَا رَحْمٰنَ
الدُّنْیَایَا رَحِیْمَ الْاٰخِرَۃِ وَیَا رَحِیْمَھُمَا تُعْطِیْ مِنْھُمَا مَنْ تَشَاءُ اَنْتَ رَحْمٰنُنَا فَارْحَمْنَا رَحْمَۃً تُغْنِیْنَا بِھَا عَنْ
رَّحْمَۃٍ مِّمَّنْ سِوَاکَ ط یَا مَنْ اَظْھَرَ الْجَمِیْلَ وَ سَتَرَ الْقَبِیْحَ یَا مَنْ لَّایُؤاخِذُ بِالْجَرِیْرَۃِ وَلَمْ یَھْتِکِ السَّتْرَ ط
یَا عَظِیْمَ الْعَفْوِ یَا حَسَنَ التَّجَاوُزِ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ یَا بَاسِطَ الْیَدَیْنِ بِالرَّحْمَۃِ یَا مُنْتَھٰی کُلِّ شَکْوٰی یَا
صَاحِبَ کُلِّ نَجْوٰی یَا کَرِیْمَ الصَّفْحِ یَا عَظِیْمَ الْمَنِّ یَا مُبْتَدِئًا بِالنِّعَمِ قَبْلَ اِسْتِحْقَاقِھَا یَا رَبُّ یَا رَبَّاہْ
یَا سَیِّدَاہْ یَا سَنَدَاہْ یَا مَوْلَاہُ یَا غَایَۃَ رَغْبَتَاہْ نَسْئَلُکَ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ اَنْ لَّاتُشَوِّیَ خَلْقَنَا بِالنَّارِ وَ
اَنْ تَغْفِرْلَنَا وَلِوَالِدَیْنَا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا رِضْوَانَکَ وَالْجَنَّۃَ وَسَھِّلْ لَنَا حُزُوْنَۃَ اَمْرِنَا وَیَسِّرْ عَلَیْنَا صُعُوْبَتَھَا
فَاِنَّکَ تَمْحُوْمَا تَشَآءُوَتُثْبِتُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱﴾عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ﴿۲﴾ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ مُخْتَلِفُوْنَ ؕ﴿۳﴾ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ثُمَّ
کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِھٰدًا ﴿۶﴾ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾وَّ خَلَقْنٰکُمْ
اَزْوَاجًا ﴿۸﴾وَّ جَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾وَّ جَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾وَّ جَعَلْنَا النَّھَارَ مَعَاشًا
﴿۱۱﴾وَّ بَنَیْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّھَّاجًا ﴿۱۳﴾وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ
مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾لِّنُخْرِجَ بِہٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴿۱۵﴾وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ؕ﴿۱۶﴾اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ
مِیْقَاتًا ﴿۱۷﴾یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ اَبْوَابًا
﴿۱۹﴾وَّ سُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَکَانَتْ سَرَابًا ؕ﴿۲۰﴾اِنَّ جَھَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾لِّلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا
﴿۲۲﴾لّٰبِثِیْنَ فِیْھَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْھَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا
﴿۲۵﴾جَزَآءً وِّفَاقًا ؕ﴿۲۶﴾اِنَّھُمْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾وَّ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کِذَّابًا ؕ﴿۲۸﴾وَ
کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ کِتٰبًا ﴿۲۹﴾فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَکُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا
﴿۳۱﴾حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ﴿۳۲﴾وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾وَّ کَاْسًا دِھَاقًا ؕ﴿۳۴﴾لَایَسْمَعُوْنَ فِیْھَا
لَغْوًا وَّ لَا کِذّٰبًا ﴿۳۵﴾جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَیْنَھُمَا
الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْہُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا ؕ لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ

۱۔ آل عمران ۳:۲۶،۲۷

لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ذٰلِکَ الْیَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾اِنَّآ اَنْذَرْنٰکُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۔ ۚ یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰہُ وَ یَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾[1]

سورۂ نباء پڑھ چکنے کے بعد بسم اللہ اور درود شریف پڑھ کر مندرجۂ ذیل دعا کو پڑھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ۔

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ [2] بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

اوراد فتحیہ

فرض صبح سے فارغ ہو کر نمازی حضرات گول دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں اور بلند آواز سے یوں اوراد فتحیہ پڑھتے ہیں۔

اَسْتَغْفِرُ اللہَ الْعَظِیْمَ (تین مرتبہ) اَلَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ وَاَسْئَلُہُ التَّوْبَۃَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ[3]

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا یُّوَافِیْ نِعَمَکَ وَیُکَافِیْ مَزِیْدَ کَرَمِکَ اَحْمَدُکَ بِجَمِیْعِ مَحَامِدِکَ مَاعَلِمْتُ مِنْھَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ ط وَعَلٰی جَمِیْعِ نِعَمِکَ مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَعَلٰی کُلِّ حَالٍ ط اَللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَاخَلْفَھُمْ وَلَایُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَاشَآءَ ط وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَایَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ط[4]

سُبْحَانَ اللہِ (**تینتیس بار**) اَلْحَمْدُلِلّٰہِ (**تینتیس بار**) اَللہُ اَکْبَرُ (**تینتیس بار**)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (**دس مرتبہ پڑھ لیں**)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ الْمَلِکُ الْجَبَّارُ

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ

---

[1] ۔ سورہ نبا:۷۸

[2] ۔ آل عمران ۳:۱۴۷

[3] ۔ صحیح مسلم، حدیث:۱۳۳۵ باب نماز کے بعد ذکر

[4] ۔ البقرہ ۲:۲۵۵

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْكَرِيْمُ السَّتَّارُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ خَالِقُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْمَعْبُوْدُ بِكُلِّ مَكَانٍ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْمَذْكُوْرُ بِكُلِّ لِسَانٍ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْمَعْرُوْفُ بِكُلِّ اِحْسَانٍ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اِيْمَانًا م بِااللهِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اَمَانًا مِّنَ اللهِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اَمَانَة مِّنْ عِنْدِاللهِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِااللهِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَلَانَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ حَقًّا حَقًّا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اِيْمَانًا وَّصِدْقًا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تَعَبُّدًا وَّرِقًّا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تَلَطُّفًا وَّرِفْقًا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ قَبْلَ كُلِّ شَيْئٍ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ بَعْدَ كُلِّ شَيْئٍ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ يَبْقىٰ رَبُّنَا وَيَفْنىٰ وَيَمُوْتُ كُلُّ شَيْئٍ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْيَقِيْنُ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللهُ اَكْرَمُ الْاَكْرَمِيْنَ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ حَبِيْبُ التَّوَّابِيْنَ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رَاحِمُ الْمَسَاكِيْنَ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ هَادِ الْمُضَلِّيْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَلِیْلُ الْحَآئِرِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَمَانُ الْخَآئِفِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ غِیَاثُ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَیْرُ النَّاصِرِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَیْرُ الْحَافِظِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَصَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہ[1] وَلَاشَیْئَ بَعْدَہٗ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَھْلُ النِّعْمَۃِ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَرِضیٰ نَفْسِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ[۲]

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صَاحِبُ الْوَحْدَانِیَّۃِ الْفَرْدَانِیَّۃِ الْقَدِیْمِیَّۃِ الْاَزَلِیَّۃِ الْاَبَدِیَّۃِ لَیْسَ لَہٗ ضِدٌّ وَلَا نِدٌّ وَّلَا شِبْہٌ وَّلَاشَرِیْکٌ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ط لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّایَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ط وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ھُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَا طِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ **تین مرتبہ پڑھے**

غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ [۳]

اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَآدَّ لِمَا قَضَیْتَ ط وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ [٤]

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی الْوَھَّابِ **تین مرتبہ**

سُبْحَانَکَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ

---

[1] ۔ مشکواۃ المصابیح، کتاب دعوات، ح ۲۴۲۵

[۲] ۔ ریاض الصالحین: ۱۴۳۳، جامع ترمذی: ۳۵۵۵

[۳] ۔ البقرہ، ۲۸۵

[۴] ۔ مسلم ۱/۳۴۶

سُبْحَانَکَ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ

سُبْحَانَکَ مَا ذَکَرْنَاکَ حَقَّ ذِکْرِکَ

سُبْحَانَکَ مَا شَکَرْنَاکَ حَقَّ شُکْرِکَ

سُبْحَانَ اللهِ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ

سُبْحَانَ اللهِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ

سُبْحَانَ اللهِ الْفَرْدِ الصَّمَدِ

سُبْحَانَ اللهِ رَافِعِ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ

سُبْحَانَ اللهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَاوَلَدًا

سُبْحَانَ اللهِ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُن لَّه کُفُوًا اَحَدٌ

سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ ط سُبْحَانَ ذِیْ الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ ط سُبْحَانَ ذِیْ الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْهَیْبَةِ وَالْجَلَالِ وَالْجَمَالِ وَالْکَمَالِ وَالْبَقَآءِ وَالثَّنَآءِ وَالضِّیَآءِ وَالْاٰلَآءِ وَالنَّعْمَآءِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ ط سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَنَامُ وَلَایَمُوْتُ ط سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَآئِکَةِ وَالرُّوْحِ ط سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ وَلَآ اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ الْحَقُّ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّااَنْتَ

یَا اَللّٰهُ	یَا رَحْمٰنُ	یَا رَحِیْمُ
یَا مَلِکُ	یَا قُدُّوْسُ	یَا سَلَامُ
یَا مُؤْمِنُ	یَا مُهَیْمِنُ	یَا عَزِیْزُ
یَا جَبَّارُ	یَا مُتَکَبِّرُ	یَا خَالِقُ
یَا بَارِئُ	یَا مُصَوِّرُ	یَاغَفَّارُ
یَا قَهَّارُ	یَا وَهَّابُ	یَا رَزَّاقُ
یَا فَتَّاحُ	یَا عَلِیْمُ	یَا قَابِضُ
یَا بَاسِطُ	یَا خَافِضُ	یَا رَافِعُ
یَا مُعِزُّ	یَا مُذِلُّ	یَا سَمِیْعُ
یَا بَصِیْرُ	یَا حَکَمُ	یَا عَدْلُ
یَا لَطِیْفُ	یَا خَبِیْرُ	یَا حَلِیْمُ
یَا عَظِیْمُ	یَا غَفُوْرُ	یَا شَکُوْرُ
یَا عَلِیُّ	یَا کَبِیْرُ	یَا حَفِیْظُ
یَا مُقِیْتُ	یَا حَسِیْبُ	یَا جَلِیْلُ
یَا کَرِیْمُ	یَا رَقِیْبُ	یَا مُجِیْبُ

يَا وَاسِعُ	يَا حَكِيْمُ	يَا وَدُوْدُ
يَا مَجِيْدُ	يَا بَاعِثُ	يَا شَهِيْدُ
يَا حَقُّ	يَا وَكِيْلُ	يَا قَوِیُّ
يَا مَتِيْنُ	يَا وَلِیُّ	يَا حَمِيْدُ
يَامُحْصِیْ	يَا مُبْدِئُ	يَا مُعِيْدُ
يَا مُحْيِ	يَا مُمِيْت	يَا حَیُّ
يَا قَيُّوْمُ	يَا وَاجِدُ	يَا مَاجِدُ
يَا وَاحِدُ	يَا اَحَدُ	يَا صَمَدُ
يَا قَادِرُ	يَا مُقْتَدِرُ	يَا مُقَدِّمُ
يَا مُؤَخِّرُ	يَا اَوَّلُ	يَا آخِرُ
يَا ظَاهِرُ	يَا بَا طِنُ	يَا وَالِیْ
يَا مُتَعَالِیْ	يَا بَرُّ	يَا تَوَّابُ
يَا مُنْعِمُ	يَا مُنْتَقِمُ	يَا عَفُوُّ
يَا رَؤُوْفُ	يَا مَالِکَ الْمُلْکِ	يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ
يَا رَبُّ	يَا مُقْسِطُ	يَا جَامِعُ
يَا غَنِیُّ	يَا مُغْنِیْ	يَا مُعْطِیْ
يَا مَانِعُ	يَا ضَارُّ	يَا نَافِعُ
يَا نُوْرُ	يَا هَادِیُ	يَا بَدِيْعُ
يَا بَاقِیْ	يَا وَارِثُ	يَا رَشِيْدُ
يَا صَبُوْرُ	يَا صَبُوْرُ	يَا صَبُوْرُ
يَا صَادِقُ	يَا سَتَّارُ	

يَا مَنْ تَقَدَّسَتْ عَنِ الْاَشْبَاهِ ذَاتُه ط وَتَنَزَّهَتْ عَنْ مُشَابَةِ الْاَمْثَالِ صِفَاتُه يَا مَنْ دَلَّتْ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِهٖ اٰيَاتُه وَشهِدَتْ بِرَبُوْبِيَّتِه مَصْنُوْعَاتُهُ ط وَاحِدٌ لَّا مِنْ قِلَّةٍ وَّمَوْجُوْدٌ لَّا مِنْ عِلَّةٍ يَا مَنْ هُوَ بِالْبِرِّ مَعْرُوْفٌ وَبِالْاِحْسَانِ مَوْصُوْفٌ مَعْرُوْفٌ بِلَاغَايَةٍ وَّمَوْصُوْفٌ بِلَا نِهَايَةٍ ط اَوَّلٌ قَدِيْمٌ م بِلَا اِبْتِدَآءٍوَّآخِرٌ كَرِيْمٌ بِلَا اِنْتِهَآءٍغَفَرَ ذُنُوْبَ الْمُذْنِبِيْنَ كَرَمًا وَّحِلْمًا ط يَا مَنْ لَّيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ط حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ [1] وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ط يَا دَائِمًام بِلَا فَنَآءٍ يَا قَائِمًام بِلَا زَوَالٍ وَيَا مُدَ بِّرَام بِلَا وَزِيْرٍ

[1] ـ البخاری۵\۱۷۲

سَہِّلْ عَلَیْنَا وَعَلٰی وَالِدَیْنَا کُلَّ عَسِیْرٍ (تین مرتبہ)
لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ کَمَا اَنْتَ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُ کَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَآءُکَ وَعَظُمَ شَأْنُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَایَشَآءُ بِقُدْرَتِہٖ وَیَحْکُمُ مَایُرِیْدُ
بِعِزَّتِہٖ اَلَآ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَه لَهُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ [1] ط فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط
حَسْبُنَا اللّٰہُ وَکَفٰی ط سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ دَعَا لَیْسَ وَرَآءَ اللّٰہِ الْمُنْتَہٰی مَنِ اعْتَصَمَ بِا اللّٰہِ نَجَا
سُبْحَانَ مَنْ لَّمْ یَزَلْ رَبًّا رَّحِیْمًا وَّلَا یَزَالُ کَرِیْمًا
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَتَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَه اِلٰھًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا وِّتْرًا حَیًّا قَیُّوْمًا دَآئِمًا اَبَدًا ط لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ط وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ حَسْبُنَا اللّٰہُ لِدِیْنِنَا ط حَسْبُنَا اللّٰہُ لِدُنْیَانَا ط حَسْبُنَا اللّٰہ لِمَنْ اَھَمَّنَا ط حَسْبُنَا اللّٰہُ لِمَنْ بَغٰی عَلَیْنَا ط حَسْبُنَا اللّٰہُ لِمَنْ حَسَدَنَا ط حَسْبُنَا اللّٰہُ لِمَنْ کَادَنَا بِسُوْءٍط حَسْبُنَا اللّٰہُ عِنْدَ الْمَوْتِ ط حَسْبُنَا اللّٰہُ عِنْدَ الْقَبْرِ ط حَسْبُنَا اللّٰہُ عِنْدَ الْمَسَائِلِ ط حَسْبُنَا اللّٰہُ عِنْدَ الصِّرَا طِ ط حَسْبُنَا اللّٰہُ عِنْدَ الْحِسَابِ ط حَسْبُنَا اللّٰہُ عِنْدَ الْمِیْزَانِ حَسْبُنَا اللّٰہُ عِنْدَ الْجَنَّةِ وَالنَّارحَسْبُنَا اللّٰہُ عِنْدَ اللِّقَاءِ
حَسْبِیَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَعْظَمَ اللّٰہَ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَحْلَمَ اللّٰہَ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَکْرَمَ اللّٰہَ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ ط
وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ ط
رَضِیْنَا بِاللّٰہِ تَعَالیٰ رَبًّا ط
وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا ط
وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّرَسُوْلًا ط
وَبِعَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِمَامًا ط
وَبِالْقُرْآنِ کِتَابًا ط

---
[1] القصص،۸۸

وَبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً ط

وَبِالصَّلٰوةِ فَرِيْضَةً ط

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا ط

مَرْحَبًا بِالصَّبَاحِ الْجَدِيْدِ وَبِالْيَوْمِ السَّعِيْدِ وَبِالْمَلَكَيْنِ الْكَاتِبَيْنِ الشَّاهِدَيْنِ الْعَادِلَيْنِ حَيَّا كُمَا اللهُ تَعَالٰى فِىْ غُرَّةِ يَوْمِنَا هٰذَا اكْتُبَا فِىْ اَوَّلِ صَحِيْفَتِنَا ط

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَشْهَدَا بِاَنَّا نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرُسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ط

وَعَلٰى هٰذِهِ الشَّهَادَةِ نَحْيٰى وَعَلَيْهَا نَمُوْتُ وَعَلَيْهَا نُبْعَثُ اِنْ شَاءَاللهُ تَعَالٰى ط

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّمَاخَلَقَ بِسْمِ اللهِ خَيْرِ الْاَسْمَآءِبِسْمِ اللهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَرَبِّ السَّمَآءِ بِسْمِ اللهِ الَّذِىْ لَايَضُرُّ مَعَ اسْمِه شَيْئٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ الْبَعْثُ وَالنُّشُوْر[1] ط

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰهِ وَالْعَظَمَةُ وَالْقُدْرَةُ وَالْكِبْرِيَآءُوَالْجَبَرُوْتُ وَالسُّلْطَانُ وَالْبُرْهَانُ لِلّٰهِ وَالْاٰلَاءُ وَالنَّعْمَاءُ لِلّٰهِ وَاللَّيْلُ وَالنَّهَارُ لِلّٰهِ وَمَاسَكَنَ فِيْهِمَا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ط

اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلّٰى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِه وَسَلَّمَ وَعَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَاكَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ[2] ط

صَلَوَاتُ اللهِ تَعَالٰى وَمَلَائِكَتِهٖ وَاَنْبِيَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَحَمَلَةِ عَرْشِه وَجَمِيْعِ خَلْقِهٖ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِه وَاَصْحَابِهٖ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (صَلّٰى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِه وَسَلَّمَ)

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْکَ يَاحَبِيْبَ اللهِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْکَ يَاخَلِيْلَ اللهِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْکَ يَانَبِيَّ اللهِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْکَ يَاصَفِيَّ اللهِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْکَ يَاخَيْرَ خَلْقِ اللهِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنِ اخْتَارَهُ اللهُ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنْ اَرْسَلَهُ اللهُ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، حدیث ۷۳۹۴

۲۔ مشکواۃ المصابیح ۲۴۱۵، ج۹ حدیث ۱۸۵

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ زَیَّنَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ شَرَّفَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ کَرَّمَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ عَظَّمَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرسَلِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

صَلَواتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَلَائِکَتِہٖ وَاَنْبِیَائِہٖ وَرُسُلِہٖ وَحَمَلَۃِ عَرْشِہٖ وَجَمِیْعِ خَلْقِہٖ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ ط

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ ط

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ط

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ وَّحِیْنٍ ط

وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِوَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی مَلَائِکَتِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ وَعَلٰی اَھْلِ طَاعَتِکَ اَجْمَعِیْنَ وَارْحَمْنَا مَعَھُمْ ط بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِمْ

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَاخْتِمْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَاجْعَلْ عَوَاقِبَ اُمُوْرِنَا اِلَی الْخَیْرِ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط [1]

---

[1] ۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ، ۱۳۴ تا ۱۵۰

باب سوم

روزے اور اعتکاف کے احکام میں تفردات

فصل اول: روزے کے احکام میں تفردات

فصل دوم: اعتکاف کے احکام میں تفردات

فصل اول

روزے کے احکام میں تفردات

قَالَ اللہُ تَعَالٰی

'' یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ وَ عَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَه فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَ مَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَ لِتُکَبِّرُوااللہَ عَلٰی مَا هَدٰىکُمْ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ ''[۱]

'' ارشاد خداوندی ہے اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ سو تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو، تو اس کے لیے دوسرے دنوں کی گنتی معتبر ہے اور جو لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دے۔ جس نے نیکی کا کام کیا تو یہ اس کیلئے بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان سکو ہو۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل کیا گیا جو لوگوں کیلئے ہدایات کی واضح نشانی اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔ پس تم میں سے جو اس ماہ میں حاضر ہو وہ روزہ رکھے اور جو مریض ہو یا سفر کی حالت میں ہو تو بعد میں روزہ رکھے۔ اللہ تمہاری آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا تاکہ اس مدت کو پورا کرو اور تم ہدایت پانے پر اللہ کی بڑائی بیان کرو اور امید ہے کہ تم لوگ شکر گزار بجالاؤ''

روزے کی اقسام

''اَمَّا الصَّوْمُ الْمَرْضِیُّ فَعَلٰی نَوْعَیْنِ وَاجِبٌ وَّ مُسْتَحَبٌّ وَ غَیْرُ الْمَرْضِیِّ اَیْضًا عَلٰی نَوْعَیْنِ حَرَامٌ وَّ مَکْرُوْہٌ''[۲]

''مرضی روزے کی دو قسمیں ہیں۔ واجب اور سنت۔ اور بغیر مرضی کے روزے کی بھی دو قسمیں ہیں۔ حرام اور مکروہ۔''

۱۔ سورۃ البقرہ: ۱۸۳ تا ۱۸۵

۲۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ۱۴۷

واجب روزے

"فَالْوَاجِبُ سِتَّةُاَدَاءِرَمَضَانَ وَ قَضَائُهُ وَ النَّذْرُ وَمَا فِیْ مَعْنَاهُ وَالْكَفَّارَاتُ وَالْاِعْتِكَافُ وَدَمُ الْمُتَمَتِّعِ-"[1]

"واجب روزے چھے ہیں: ماہ رمضان کے روزے، رمضان کے روزوں کی قضاء، نذر اور نذ جیسی صورتوں کے روزے، کفارات کے روزے، اعتکاف کے روزے، قربانی کے عوض کا روزہ۔"

مستحب روزے

الفقہ الاحوط کی رو سے مسنون روزے یہ ہیں:

"وَالْمُسْتَحَبُّ جَمِیْعُ الْاَیَّامِ اِلَّا مَا یَحْرُمُ اَوْ یَكْرُهُ-"

"تمام دنوں کے روزے مسنون ہیں سوائے حرام اور مکروہ کے۔"

حرام روزے

الفقہ الاحوط کی رو سے حرام روزے یہ ہیں:

"وَالْحَرَامُ صَوْمُ الْعِیْدَیْنِ وَ صَوْمُ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ وَ صَوْمُ یَوْمِ الشَّكِّ بِنِیَّةِ شَهْرِ رَمْضَانَ وَ صَوْمُ النَّذْرِ لِمَعْصِیَةٍ-"

"حرام روزے: عیدین کے روزے، ایام تشریق کے روزے، ماہ رمضان کی نیت سے یوم شک کا روزہ، کسی گناہ کی خاطر مانی گئی نذر کا روزہ"

مکروہ روزے

وَالْمَكْرُوْهُ صَوْمُ الْمُتَنَفِّلِ فِی السَّفَرِ كُلْفَةًوَ صَوْمُ مَنْ دُعِیَ اِلٰی طَعَامٍ وَّ هُوَ مُتَنَفِّلٌ وَصَوْمُ الضَّیْفِ تَطَوُّعًا بِغَیْرِ اِذْنِ الْمُضِیْفِ وَ الْمَرْاَةِ بِغَیْرِ اِذْنِ الزَّوْجِ وَ الرَّقِیْقِ بِغَیْرِ اِذْنِ مَوْلَاهُ"[2]

"سفر میں مشقت باوجود کے نفلی روزہ، کھانے پر دعوت کی گئی شخص کا نفلی روزہ، میزبان کی اجازت کے بغیر مہمان کا نفلی روزہ، شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا نفلی روزہ، آقا کی اجازت کے بغیر غلام کا روزہ رکھنا۔"

"قال الصوم ضربان واجب ونفل والواجب ضربان منه ما يتعلق بزمان بعينه كصوم رمضان والنذر المعين فيجوز بنيته من اليل وان لم ينوى حتى اصبح اجزاته النية ما بينه وبين الزوال"[3]

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۴۷

۲ ۔ ایضاً، ص، ۱۴۸

۳ ۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱۱۶\۳

''فرماتے ہیں کہ روزے کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل اور پھر واجب کی دو قسمیں ان میں سے ایک تو وہ ہے جو متعین زمانے سے متعلق ہو جیسے رمضان اور نذر معین کا روزہ چنانچہ یہ روزہ رات کی نیت کے ساتھ جائز ہے اور اگر کسی نے نیت نہیں کی یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو اس کے لیے صبح اور زوال کے درمیان نیت کرنا کافی ہے''

''والضرب الثانی ما ثبت فی الذمة كقضاء شهر رمضان وصوم الكفارة فلا يجوز الا بنية من الليل لانه غير متعين من الابتداء وانفل كله يجوز بنية قبل الزوال''[1]

''اور صوم کی دوسری قسم وہ ہے جو انسان کے ذمے میں ثابت ہوتی ہے جیسے ماہ رمضان کی قضاء اور کفارے کا روزہ لہذا یہ قسم رات ہی میں نیت کے ساتھ جائز ہو گی کیونکہ یہ غیر متعین ہوتا ہے اور ابتداء ہی سے اس کو متعین کرنا ضروری ہوتا ہے''

فقہ حنفی کی رو سے جن دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے وہ یہ ہیں:

''عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق کو روزہ رکھنا حرام ہے۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عیدین کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور ایام تشریق میں منادی بھیجا جس نے ندا لگائی کہ

''انه لا يد خل الجنه الا مومن وايام منیٰ ايام اكل وشرب "جنت میں صرف مومن داخل ہو گا اور منیٰ (تشریق) کے دن کھانے پینے کے دن ہیں۔''

''جمعۃ المبارک کے دن اکیلا روزہ رکھنا مکروہ ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'لا يصم احدكم يوم الجمعة الا ان يصوم قبله او يصوم بعده''[2]

''تم میں سے کوئی (صرف) جمعہ کا روزہ نہ رکھے بلکہ اس کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ بھی رکھے اسی طرح رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے مگر اس کے لیے یہ مکروہ نہیں جو ہمیشہ روزے رکھتا ہو''

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ اس امر میں متفق ہیں کہ روزے کی چار قسمیں ہیں: ایک فرض روزہ، یہ تو رمضان کے مہینے کا روزہ ہے، خواہ ادا ہو یا قضا۔ اس طرح کفارہ اور نذر کے روزے بھی فرض ہیں۔ دوسرے مسنون روزہ، تیسرے حرام روزہ، چوتھے مکروہ روزہ۔[3]

۱۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱۱۹\۳

۲۔ مولانا محمود خالد، فقہ حنفی، ص، ۳۷۸\۱

۳۔ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب فقہ علی المذاہب الاربعہ ۴۱۳\۱

الہدایہ کی رو سے واجب روزے چار ہیں رمضان کے روزے، نذر کے روزے، رمضان کی قضاء اور کفارے کے روزے جبکہ الفقہ الاحوط کے مطابق واجب روزے چھ ہیں اور وہ یہ ہیں رمضان کے روزے اس کی قضاء نذر کا روزہ کفارات کا روزہ اعتکاف کا روزہ اور قربانی کے بدلے کا روزہ۔

فقہ حنفی کی رو سے حرام روزے عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق کے روزے ہیں جبکہ الفقہ الاحوط کے مطابق عیدین کا روزہ ایام تشریق کا روزہ ماہ رمضان کی نیت سے شک کے دن کا روزہ اور کسی گناہ کے لیے نذر کا روزہ حرام روزے میں شامل ہیں۔

فقہ حنفی کی رو سے صرف اکیلے جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اسی طرح الہدایہ کی رو سے یوم شک کے دن رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ جبکہ الفقہ لاحوط کی رو سے مکروہ روزے میں سفر میں تکلیف کے باجود روزہ، کھانے مدعو شخص کا نفلی روزہ، میزبان کی اجازت کے بغیر مہمان کا نفلی روزہ، شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا روزہ اور مالک کی اجازت کے بغیر غلام کا روزہ شامل ہیں۔

روزہ توڑنے والی چیزیں

روزہ توڑنے والی چیزیں مندرجہ ذیل ہیں

''وَالصَّومُ هُوَالْكَفُّ عَنِ الْفُطِرَاتِ وَهِىَ الْاَكْلُ وَ الشُّرْبُ وَمَا فِىْ حُكْمِهَايَعْنِىْ كُلَّ شَيْئٍ يُوْصَلُ اِلٰى الْحَلْقِ مُتَعَمّدًا اِنْ اَمْكَنَ تَعْدِيَتُهُ مِنَ الْحَلْقِ وَ كُلُّ شَيْئٍ يُوْصَلُ اِلٰى الْجَوْفِ اِنْ اَمْكَنَ تَعْدِيَتُهُ مِنَ الْبَطْنِ كَالْحُقْنَةِ مِنَ الْمَايِعَاتِ وَالْجِمَاعُ وَ مَا فِىْ حُكْمِهِ يَعْنِىْ كُلَّ فِعْلٍ يُسْتَمْنٰى بِهِ وَالْقَيْئُ مُتَعَمّدًا فَاِنْ لَمْ يَكُنْ مُتَعَمّدًاوَلَمْ يَرْجِعْ مِنَ الْحَلْقِ اِلٰى الْمِعْدَةِلَا بَاْسَ بِهِ۔''[1]

''روزہ مفطرات سے بچنے کو کہتے ہیں کھانا پینا اور اس حکم میں شامل ہر فعل یعنی عمداً کسی چیز کو حلق تک پہنچانا بشرطیکہ اس کا حلق سے گزار دینا ممکن ہو اور ہر وہ چیز جسے پیٹ تک پہنچایا جائے بشرطیکہ اس کو پیٹ سے گزارنا ممکن ہو۔ مثلاً بہنے والی چیزوں سے حقنہ، ہمبستری اور اس حکم میں شامل ہر کام۔ ہر وہ حرکت جس سے منی نکل آئے، جان بوجھ کرتے کرنا، تاہم اگر عمداً نہ کیا ہو اور وہ حلق سے پیٹ میں واپس نہ جائے تو حرج نہیں۔"

توضیح المسائل ''نو چیزیں روزہ کو باطل کر دیتی ہیں۔

کھانا پینا، جماع کرنا، استمنا یعنی انسان کوئی ایسا کام کرے کہ جس سے اس کی منی نکل آئے، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے حقیقی جانشینوں پر جھوٹ باندھنا، غبار غلیظ کو حلق تک پہنچانا، پورے سر کو پانی میں ڈبونا، جنابت، حیض یا نفاس پر اذان صبح تک باقی رہنا، کسی بہنے والی چیز سے حقنہ کرنا، قے کرنا۔،،[2]

۱۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۴۸

۲۔ امام خمینی، توضیح المسائل، ۲۳۶

عمداً روزہ توڑنا

''وَكُلُّ مُفْطِرٍ اِنِ ارْتَكَبَهُ مُتَعَمِّدًاوَ هُوَ صَائِمٌ فِيْ رَمَضَانَ يَجِبُ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَ يَسْتَحِبُّ الْكَفَّارَةُكُلًا كَانَ اَوْ شُرْبًااَوْ جِمَاعًااَوْمَا فِيْ مَعْنَاهَاوَ لَايَسْتَحِبُّ الْكَفَّارَةُ فِيْ غَيْرِهٖ وَ لٰكِنْ يَجِبُ الْقَضَاءُ فِيْ سَائِرِ الْوَاجِبَاتِ۔''[1]

''عمداً کھا کر، پی کر یا جماع یا اس جیسی کسی بھی شکل میں ہر روزہ توڑنے والی چیز کا ارتکاب کرے جبکہ وہ رمضان میں روزے سے ہو تو اس پر قضا واجب ہے اور کفارہ مستحب ہے۔ رمضان کے علاوہ دیگر روزوں میں کفارہ مستحب نہیں تاہم تمام واجبات میں قضاء واجب ہے۔''

روزے کے واجبات

نیت میں وجوب، قربت اور تعین کو واضح کیا گیا ہو بشرطیکہ نیت حاضر روزے کیلئے ہو۔

''اَمَّاوَاجِبَاتُهُ فَالنِّيَّةُوَالْاِمْسَاكُ عَنِ الْمُفْطِرَاتِ مِنْ طُلُوْعِ الصُّبْحِ الصَّادِقِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَالنِّيَّةُ يَنْبَغِيْ اَنْ تَكُوْنَ بِهٰذِهِ الصِّيْغَةِ"اَصُوْمُ غَدًا مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَدَاءً لِّوُجُوْبِهٖ قُرْبَةً اِلَى اللّٰهِ''[2]

''اور اسکے واجبات میں سے نیت اور پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک تمام مفطرات سے باز رہنا ہے۔ نیت یوں الفاظ میں کی جائے۔ ''میں اللہ کیا قرب حاصل کرنے کی خاطر واجب ہونے کی بناء پر رمضان کے کل مہینے کا روزہ رکھونگا / گی۔

نیت کا وقت

وَوَقْتُهَاالْمُخْتَارُمِنْ غُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلٰى طُلُوْعِ الصُّبْحِ الصَّادِقِ وَ لَوْنَسِيَ يَجُوْزُ اِلَى الزَّوَالِ وَ يَجُوْزُاَنْ يَّنْوِيَ فِي اللَّيْلَةِ الْاُوْلٰى نِيَّةً وَّاحِدَةً لِّتَمَامِ الشَّهْرِوَ مَعَ هٰذَا لَوْجَدَّدَهَا فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍكَانَ اَفْضَلَ وَلَا يَجُوْزُ يَوْمَ الشَّكِّ بِنِيَّةِ الصَّوْمِ الْوَاجِبِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَ لَوْ نَوٰى نَفْلًا وَّ بَانَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ كَفَاهُ وَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اِنْ لَّمْ يَنْوِ لَا فِيْ لَيْلِهٖ وَ لَا فِي اللَّيْلَةِ الْاُوْلٰى نِيَّةً وَّاحِدَةًوَهُوَ عَلٰى صِفَاتِ الصَّائِمِيْنَ وَ زَالَتِ الشَّمْسُ يَجُوْزُ لَهُ النِّيَّةُ اِلٰى قُبَيْلِ الْغُرُوْبِ عَلَى الْكَرَاهَةِ۔''[3]

''نیت کا منتخب وقت غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک ہے۔ اگر کوئی شخص نیت کرنا بھول جائے تو زوال تک جائز ہے۔ رمضان کے پورے مہینے کیلئے پہلی رات کو نیت کرنا بھی جائز ہے اس کے ساتھ ہر رات کو نیت دوبارہ کرنا بھی بہتر ہے۔ رمضان کے واجب ہونے کے حوالے سے یوم شک کو

۱۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۴۹

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا بھی جائز نہیں۔ اگر یوم شک کو نفلی روزے کی نیت کرے اور بعد میں عیاں ہوا کہ رمضان کا پہلا دن ہے تو یہی اس کے لئے کافی ہے اور اگر کسی شخص نے اسی رات یا رمضان کی پہلی رات کو پورے مہینے کیلئے ایک نیت نہ کی ہو جبکہ وہ روزہ داروں کی خصلتوں کا حامل ہو اور سورج ڈھل جائے تو مکروہ طور پر غروب آفتاب تک نیت کرنا جائز ہے۔''

''وَيَنْبَغِيْ اَنْ يَّحْفَظَ لِسَانَهُ مِنَ الْغَيْبَةِوَالْكِذْبِ وَ الْبُهْتَانِ وَالْاِفْتِرَاءِ وَ عَيْنَيْهِ مِنْ غَيْرِالْمَحْرَمِ وَ سَائِرِ الْجَوَارِحِ مِنَ الْقَبَائِحِ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَفْعَالَ تُحْبِطُ الْاَعْمَالَ وَ اِنْ لَّمْ تُفْسِدْهَا ظَاهِرًا۔''[1]

''زبان کو غیبت کرنے، جھوٹ بولنے، تہمت باندھنے، افتراء سے اور آنکھوں کو نامحرم سے اور اپنے تمام اعضاء کو بُرے کاموں سے محفوظ رکھنا چاہیے، کیونکہ یہ افعال اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں اگرچہ ظاہری طور پر فاسد نہ بھی کرے۔''

الہدایہ کی روشنی میں روزے کی نیت کا وقت رات ہے اگر نیت کے بغیر صبح ہو جائے تو زوال تک روزے کی نیت کرنا جائز ہے جبکہ الفقہ الاحوط کے تحت روزے کی نیت کا وقت غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق تک ہے اگر بھول جائے تو زوال تک جائز ہے۔ اگر کوئی روزہ داروں کی صفات کا حامل ہو اور سورج زوال سے بڑھ جائے تو مکروہ طور پر غروب آفتاب سے کچھ پہلے تک نیت جائز ہے۔

الفقہ لاحوط میں ہر قسم کے روزے کے لیے نیت کی جاتی ہے کیونکہ حاضر روزے میں نیت میں وجوب، قربت اور تعین کو واضح کرنا ضروری ہے۔ مثلاً رمضان کے روزے کے لیے یوں نیت کی جاتی ہے۔ مثلاً

''اَصُوْمُ غَدًا مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَدَاءً لِّوُجُوْبِهٖ قُرْبَةً اِلَى اللهِ''

رمضان کے روزوں کی قضاء کے لیے یوں نیت کی جاتی ہے

اَصُوْمُ غَدًا قَضَاءَ شَهْرِ رَمَضَانَ لِوُجُوْبِهٖ قُرْبَةً اِلَى اللهِ

اور نذر کے لیے یوں نیت کی جاتی ہے: اَصُوْمُ غَدًا نَذْرًا لِوُجُوْبِهٖ قُرْبَةً اِلَى اللهِ۔

حالت روزہ میں مکروہ چیزیں

''وَيَكْرَهُ اَنْ يَّطْلُعَ الصُّبْحُ وَهُوَ جُنُبٌ وَاَنْ يَّحْتَقِنَ بِالْجَامِدِوَاَنْ يُّدْخِلَ الدُّهْنَ اَوْشَيْئًا مِّنَ الْاَدْوِيَةِ فِيْ الْاُذُنِ وَالْاَنْفِ مَعَ اَنَّهَا لَمْ تَتَعَدَّ مِنَ الْحَلْقِ وَاَنْ يَّمْضَغَ طَعَامًا لِلطِّفْلِ وَ اَنْ يُّبَاشِرَ النِّسْوَانَ تَقْبِيْلًااَوْ لَمْسًااَوْ مُلَاعَبَةًوَاَنْ يَّكْتَحِلَ بِمَافِيْهِ مِسْكٌ اَوْ شَيْئٌ نَافِذٌوَاَنْ يُّخْرِجَ مِنْ جَسَدِهٖ دَمًا بِالْفَصْدِ وَغَيْرِهٖ لَوْ

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۴۹

كَانَ مُضْعِفًاوَدُخُوْلُ الْحَمَّامِ كَذَالِكَ وَلَابَأْسَ بِشَمِّ النَّرْجِسِ وَ الرَّيَاحِيْنِ وَ الْوَرْدِ وَسَائِرِالْعِطْرِيَاتِ وَلَا بِالْجُلُوْسِ فِى الْمَاءِذَكَرًا كَانَ اَوْ اُنْثٰى وَ لَا بِبَلِّ الثَّوْبِ عَلَى الْجَسَدِ۔''[۱]

''پو پھٹ جائے اور وہ جنابت کی حالت میں ہو، جامد چیز سے حقنہ کرانا، کان اور ناک میں تیل یا دواؤں میں سے کوئی چیز ڈالنا اگرچہ یہ حلق سے گزر نہ بھی جائے، بچے کی خاطر کھانا چبانا، بیوی کو بوسہ دے کر چھو کر یا کھیل کود کر لطف اندوز ہونا۔ کستوری یا دوسری اثر کن چیزوں سے سرمہ لگانا۔ فصد وغیرہ کے ذریعے جسم سے خون نکالنا بشرطیکہ یہ کمزور کر دیتی ہو حمام میں داخل ہونا بھی اسی طرح ہے۔''

''گوند چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگر وہ گوند تھوک کے ساتھ معدے تک نہ پہنچتی ہو۔ تاہم یہ بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ بظاہر یہ چیز کا کھانا ہے۔ اس گوند سے مراد وہ گوند ہے جو درختوں سے حاصل ہوتا ہے۔''[۲]

''ومن احتقن او استعط او اقطر فی اذنه لقوله الفطر مما دخل' ولو جود معنی الفطر وهو وصول ما فيه صلاح البدن الی الجوف ولا كفارة عليه لا نعدامه صورة''[۳]

''اور جس نے حقنہ لیا یا ناک میں کوئی چیز چڑھائی یا اپنے کان میں دوا ٹپکائی تو اس نے افطار کر دی۔ اس لیے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے داخل ہونے والی چیزوں سے فطر متحقق ہو جاتا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ فطر کے معنی پائے گئے اور وہ اس چیز کا جوف معدہ تک پہنچنا ہے جس میں بدن کی اصلاح ہو۔ اور اس شخص پر کفارہ نہیں ہے اس لیے کہ صورتاً فطر معدوم ہے۔''

فقہ احوط کی رو سے یہ چیزیں روزے میں مکروہ ہیں حالت جنابت میں صبح طلوع ہونا۔ ٹھوس چیز سے حقنہ کرانا، کان اور ناک میں تیل یا دوائی ڈالنا اگرچہ یہ حلق سے گزر نہ بھی جائے، بچے کے لئے کھانا چبانا، بیوی کو بوسہ دے کر چھو کر یا کھیل کود کر لطف اندوز ہونا، کستوری یا دوسری نفوذ والی چیزوں سے سرمہ لگانا، فصد کے ذریعے خون نکالنا بشرطیکہ یہ کمزور کر دے۔

''الہدایہ کے مطابق اگر کسی نے حقنہ لگوایا یا ناک یا کان میں دوائی ڈالی تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا اس پر اس کی قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔''

مسنون افعال

''وَاَمَّا الْمَسْنُوْنَاتُ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَمِنْهَا التَّسَحُّرُوَ تَعْجِيْلُ الْفِطْرِبَعْدَ التَّيَقُّنِ بِالْغُرُوْبِ وَ فِى الْغَيْمِ وَ الْاٰفَاقِ الْمُحْتَجَبَةِ التَّاخِيْرُوَاَنْ يُّفْطِرَ بِالتَّمْرِ اَوِ الْمَاءِ وَاَنْ تَقُوْلَ عِنْدَ الْفِطْرِ "اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ بِكَ

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۵۱

۲۔ مولانا محمود خالد، فقہ حنفی ۱\۳۹۰

۳۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۳\۱۶۲

اٰمَنْتُ وَ بِرِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ'' وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ اَکْثَرُ مِنْ سَائِرِ الشُّھُوْرِ وَکَثْرَةُ الذِّکْرِوَالْاَدْعِیَةِ وَالْاِعْتِکَافُ اِنْ کَانَ فِی الْاَیَّامِ الْبَارِدَةِ فِیْ تَمَامِ ھوَ فِیْ الْعَشْرِ الْاَخِیْرِ اٰکَدُ وَالسِّوَاکُ وَ لَوْکَانَ بِالرُّطَبِ''[1]

''رمضان میں سنتیں یہ ہیں سحری کرنا، آفتاب غروب ہونے کے یقین کے بعد افطار میں جلدی کرنا، بادل اور پہاڑوں سے ڈھکے افقی علاقوں میں دیر سے کرنا، کھجور یا پانی سے افطار کرنا، افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا ''اے رب میں نے تیرے لئے روزہ رکھا تجھ پر ایمان لایا تیرے رزق سے افطار کیا اور تجھ پر توکل کیا' دیگر مہینوں کی نسبت کثرت سے تلاوتِ قرآن، کثرت سے ذکر الٰہی، کثرت سے دعا پڑھنا پورا مہینہ اعتکاف کرنا اگر ایام ٹھنڈے ہوں۔ آخری عشرے میں زیادہ تاکید ہے۔ مسواک کرنا اگرچہ تر لکڑی سے ہی ہو۔''

بوڑھے کے لیے حکم

''اَمَّاالْھِمُّ الَّذِیْ لَا یُطِیْقُهُ فَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّفْطِرَو یَتَصَدَّقَ لِکُلِّ یَوْمٍ بِمُدٍّ مِّنَ الطَّعَامِ اِنْ کَانَ غَنِیًّا وَ اِنْ کَانَ فَقِیْرًالَا مُدَّ عَلَیْهِ فِیْ مُدَّةِ فَقْرِہٖ۔''[2]

''روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھنے والے بوڑھے کو چاہیے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور اگر تونگر ہو تو ہر دن کے عوض ایک مد کھانا صدقہ کرے۔ اگر تنگدست ہو تو اس کی تنگدستی میں اس پر کوئی مد نہیں۔''

''والشیخ الفانی الذی لا یقدر علی الصیام یفطر ویطعم لکل یوم مسکیناً کما یطعم فی الکفارةولاصل فیه قوله تعالی''وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین''قیل معناه لا یطیقو نه ولو قدر علی الصوم یبطل حکم الفداء لان شرط الخلیفةاستمرار العجز''[3]

''اور وہ کھوسٹ بوڑھا جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو وہ افطار کرے اور ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائے جیسے کفارات میں کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی لا یطیقونه اور اگر شیخ فانی روزہ پر قادر ہو گیا تو فدیہ کا حکم باطل ہو جائے گا کیونکہ خلیفہ ہونے کے لیے دائمی عجز شرط ہے۔''

الفقہ الاحوط کی رو سے روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھنے والے بوڑھے کو چاہیے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور اگر تونگر ہے تو ہر دن کے بدلے ایک مد کھانا صدقہ کرے۔ اگر تنگدست ہو تو اس کی تنگدستی میں اس پر کوئی مد نہیں۔

الہدایہ کی رو سے اگر بوڑھا روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور اگر شیخ فانی روزے پر قادر ہو گیا تو اس پر فدیہ نہیں ہو گا۔

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۶۳

۲۔ ایضاً، ص، ۱۵۳

۳۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۱۷۸\۳

مریض کا حکم

''اَمَّاالْمَرِیْضُ فَاِنْ کَانَ مَرَضُہُ مُزْمِنًااَوْ مِنَ الرُّطُوْبَۃِ وَ الْبُرُوْدَۃِ وَلَمْ یَکُنْ مِنَ الشُّبَّانِ وَ فِی الزَّمَانِ الْبَارِدِاَوِالْمَکَانِ الْبَارِدِوَاَطَاقَہُ یَجُوْزُ لَہُ الصَّوْمُ وَاِنْ کَانَ مِنَ الْحَرَارَۃِ اَوِالْیَبُوْسَۃِ اَوْ فِی الصَّیْفِ اَوْ فِی الْبِلَادِ الْحَارَّۃِوَ ھُوَ شَابٌّ لَّایَجُوْزُ لَہُ الصَّوْمُ اَلْبَتَّۃَوَلَوْصَامَ عَصٰی۔''[۱]

''بیمار کی بیماری اگر پرانی ہو یا رطوبت یا سردی کی وجہ سے ہو اور وہ جوانوں میں سے نہ ہو اور زمانہ بھی سرد ہو اور جگہ بھی ٹھنڈی ہو اور وہ روزہ کی طاقت رکھتا ہو تو اُس کیلئے روزہ جائز ہے۔ اگر بیماری گرمی یا خشکی کی وجہ سے ہو اور موسم اور جگہ بھی گرم ہو, جبکہ وہ نوجوان ہو تو اس کو روزہ رکھنا جائز نہیں۔ اگر وہ روزہ رکھے گا تو گنہگار ہو گا۔''

''ومن کان مریضاًفی رمضان فخاف ان صام ازداد مرضھافطر وقضٰی وقال الشافعی لا یفطرھو یعتبر خوف الھلاك او فوات العضو کما یعتبر فی التیمم ونحن نقول ان زیادۃ المرض وامتدادہ قد تفیضی الی الھلاك فیجب الحتراز عنہ''[۲]

''جو شخص رمضان میں بیمار ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ اگر وہ روزہ رکھے گا تو اس کا مرض بڑھ جائے تو وہ روزہ افطار کرلے اور اس کی قضاء کرے امام شافعی فرماتے ہیں کہ روزہ افطار نہ کرے وہ ہلاکت کے خوف کا یا عضو کے فوت ہونے کے خوف کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ تیمم میں یہی اعتبار کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مرض کی زیادتی اور اس کی طوالت بھی کبھی کبھی ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے لہذا اس بھی احتراز ضروری ہے۔''

الفقہ لاحوط کی رو سے مریض کی بیماری اگر پرانی یا سردی کی وجہ سے ہو اور وہ جوانوں میں سے نہ ہو اور زمانہ اور جگہ سرد ہو اور وہ روزہ کی طاقت رکھتا ہو تو اُس کیلئے روزہ جائز ہے۔ اگر بیماری گرمی یا خشکی سے لگی ہو اور موسم اور جگہ بھی گرم جبکہ وہ نوجوان ہو، تو اس کو روزہ رکھنا جائز نہیں۔ اگر وہ روزہ رکھے تو گنہگار ہو گا۔

جبکہ الہدایہ کی رو سے اگر کوئی شخص رمضان میں بیمار ہو اور روزہ رکھنے سے اس کی بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو تو وہ روزہ نہ رکھے اور صحت مند ہونے کے بعد اس کی قضاء بجالائے تاہم امام شافعی کے نزدیک ہلاکت ہونے کا خوف اور عضو کے فوت ہونے کے خوف کے علاوہ افطار نہ کرنے کا حکم ہے۔

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۵۳

۲۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱۷۱\۳

بچوں کے لیے روزے کا حکم

''وَلَا يَجُوْزُاَنْ يُّؤْمَرَ الصَّبِيُّ الْبَعِيْدُ مِنَ الْبُلُوْغِ بِالصَّوْمِ وَ لَوْ قَرُبَ بُلُوْغُ هُوَ قَوِيٌّ فِيْ بَدَنِهِ وَالْاَيَّامُ قَصِيْرَةٌ بَارِدَةٌيَجُوْزُ اَنْ يُّؤْمَرُ بِالصَّوْمِ مَرَّةً مَّرَّةً۔''[1]

''جو بچہ بلوغت کی عمر سے دور ہو اسے روزہ رکھنے کا حکم دینا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ بلوغت کے قریب ہو اور بدن کے لحاظ سے طاقتور ہو اور روزے کے دن چھوٹے اور سرد ہوں تو باری باری روزہ رکھنے کا حکم کرنا جائز ہے۔''

خواتین کے لیے حکم

''وَالْحَامِلُ وَ الْمُرْضِعُ لَوْ خَافَتَا عَلَى الْجَنِيْنِ وَ الطِّفْلِ يَجُوْزُ لَهُمَا الْاِفْطَارُ وَ تَاخِيْرُ الصَّوْمِ اِلٰى اِنْقِضَآءِ مُدَّةِ الْخَوْفِ وَ لَوْ تَكَاسَلَتَا مَعَ دَفْعِ مَا يُخَافُ مِنْهُ مِنَ الضَّرَرِفَيَنْبَغِيْ اَنْ تُطْعِمَا لِكُلِّ يَوْمٍ تَقْضِيَانِهِ بِمُدٍّ مِّنَ الطَّعَامِ مِسْكِيْنًااِنْ كَانَتَا مُوْسِرَتَيْنِ اَوْ تَحْتَ مُوْسِرَيْنِ وَ مَعَ الْعُسْرِ''[2]

''اگر حاملہ عورت کو پیٹ کے بچے کا اور دودھ پلاتی خواتین کو شیر خوار بچے کا خوف ہو تو دونوں کیلئے خطرے کا وقت گزرنے تک روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ تاہم خوف کا وقت ختم ہونے کے بعد دونوں روزہ رکھنے میں سستی کریں تو چاہیئے کہ دونوں قضاء کے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو ایک مد کھانا کھلائے بشرطیکہ دونوں مالدار ہوں یا مالدار کے ماتحت ہوں اور تنگدستی کی صورت میں کوئی مد نہیں۔''

''والحامل والمرضع اذا خافتا على نفسهمااو ولديهما افطرتاوقضتا دفعاً للحرج ولا كفارة عليهما لانه افطار بعذر ولا فدية عليهما خلافاً للشافعى فيما اذاخافت على الولد هو يعتبره با لشيخ الفانى ولنا ان الفدية بخلاف القياس فى الشيخ الفانى والفطر بسبب الولد ليس فى معناه لانه عاجز بعد الوجوب والولد لا وجوب عليه اصلا''[3]

''اور حاملہ اور مرضعہ کو اگر اپنی جان کا یا اپنے بچوں کا خطرہ ہو تو دفع حرج کے لیے روزہ افطار کریں اور بعد میں قضاء کریں۔ اور ان پر کفارہ واجب نہیں ہو گا، کیونکہ یہ افطار عذر کی وجہ سے ہے اور ان پر فدیہ بھی واجب نہیں ہے۔ امام شافعی کا اس صورت میں اختلاف ہے جب بچہ پر خوف ہو وہ اسے شیخ فانی پر قیاس کرتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ شیخ فانی میں خلاف قیاس فدیہ واجب ہے اور بچے کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا اس کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ شیخ فانی تو وجوب کے بعد عاجز ہوا اور بچے پر سرے سے وجوب ہی نہیں ہے۔''

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۵۳

۲۔ ایضاً، ص ۱۵۴

۳۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۳\۱۷۸

الفقہ الاحوط کی رو سے حاملہ اور دودھ پلاتی خواتین کو پیٹ کے یا شیر خوار بچے کا خوف ہو تو دونوں کیلئے خوف کا وقت گزرنے تک روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ تاہم خوف ختم ہونے کے بعد بھی دونوں روزہ رکھنے میں سستی کا مظاہرہ کریں تو دونوں قضاء کے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو ایک مد کھانا کھلائے بشرطیکہ دونوں مالدار ہوں یا مالدار کے ماتحت ہوں تنگدستی کی صورت میں کوئی مد نہیں۔

جبکہ الہدایہ میں حاملہ اور مرضعہ کو اپنی اور بچوں کے لیے نقصان کا اندیشہ ہو تو خوف کا وقت گزر جانے کے بعد دونوں کے لیے فوت شدہ روزوں کی قضاء بجالانے کا حکم ہے جبکہ امام شافعیؒ اس مسئلے کو شیخ فانی کے مسئلے پر قیاس کرتے ہیں جس طرح شیخ فانی کو قضاء کے ساتھ فدیہ واجب ہوتا ہے اسی طرح حاملہ اور مرضعہ پر بھی فدیہ واجب ہو گا۔

حیض اور نفاس والی عورتوں کا حکم

الفقہ الاحوط کی رو سے حائض اور نفساء کے لیے پاک ہونے تک روزہ رکھنا جائز نہیں۔

''وَالْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُلَا یَجُوْزُ لَهُمَا الصَّوْمُ فَاِذَا طَهُرَتَا وَجَبَ الْقَضَاءُ ۔''

''حیض اور نفاس میں مبتلا خواتین کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، جب دونوں پاک ہو جائیں تو قضاء واجب ہے۔''

مسافر کا روزہ

''وَاَمَّا الْمُسَافِرُالْمُتَّصِفُ بِصِفَاتِ الْقَصْرِلِلصَّلٰوةِ فَمُخَيَّرٌ بَيْنَ الصَّوْمِ وَ الْاِفطَارِوَ الصَّوْمُ اَوْلٰى لِمَنْ لَّمْ یَكُنْ سَفَرُهُ بِالْمَشَقَّةِ كَمَنْ كَانَ رَاكِبًاصَحِيْحًاقَوِيًّا فِىْ بَدَنِهٖ مُوْسِرًا غَيْرَ مُتَضَرِّرٍ مِّنَ الْحَرِّ وَالْعَطْشِ اَوْ بُعْدِ الْمَنَازِلِ وَالْاِفْطَارُ اَوْلٰى لِلْمُنْعَكِسِ فِى الْجَمِيْعِ اَوِ الْبَعْضِ۔''[1]

''نماز کیلئے قصر کی صفات سے متصف مسافر کو روزہ رکھنے اور قصر کرنے میں اختیار حاصل ہے تاہم اگر سفر دشوار نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے مثلاً وہ شخص سوار ہو، تندرست ہو، جسم کے لحاظ سے طاقتور ہو، مالدار ہو ، گرمی، پیاس اور منزل کی دوری سے ضرر کا خدشہ نہ ہو۔ اگر مذکورہ تمام یا بعض صورتوں میں صورتحال برعکس ہو تو قصر بہتر ہے۔''

''وان كان مسافراًلا يستضربا الصوم فصومه افضل ،وان افطرجاز،لان السفر لا يعرٰى عن المشقة فجعل نفسه عذراً ،بخلاف المرض فانه قد يخفف با الصوم فشرط كونه مفضياً الى الحرج وقال الشافعى الفطر افضل لقوله ﷺ ليس من البر الصيام فى السفر،ولنا ان رمضان افضل الوقتين فكان الاداء فيه اولىٰ وما رواه محمول علىٰ ضالة الجهد''[2]

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۵۴

۲۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱۷۲/۳

''اور اگر مسافر روزے سے تکلیف محسوس نہ کرتا ہو تو اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر وہ روزہ نہ رکھے تو بھی جائز ہے کیونکہ سفر مشقت سے خالی نہیں ہوتا، اس لیے نفس سفر ہی کو عذر قرار دیا گیا ہے، برخلاف مرض کے اس لیے کبھی کبھی روزے سے مرض ہلکا ہو جاتا ہے لہذا مرض کے مفضی الی الحرج ہونے کی شرط لگائی ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ افطار کرنا افضل ہے اس کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے" ہماری دلیل یہ ہے کہ رمضان دو وقتوں میں سے افضل ہے اس لیے رمضان میں ادا کرنا اولیٰ ہے اور امام شافعی کی روایت کردہ حدیث مشقت کی حالت پر محمول ہے۔''

الفقہ الاحوط کی رو سے مسافر کو روزہ رکھنے اور قصر کرنے میں اختیار حاصل ہے تاہم سفر میں مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے مثلاً وہ شخص سوار، تندرست، جسم کے لحاظ سے طاقتور، مالدار ہو، گرمی پیاس اور منزل کی دوری سے ضرر کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر صورت حال اس کے برعکس ہو تو روزہ قصر کرنا ہی بہتر ہے۔

الہدایہ کے تحت بھی اگر مسافر کو سفر میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے تو روزہ رکھنا افضل ہے تاہم امام شافعیؒ کے ہاں روزہ قصر کرنا افضل ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے''

مسنون روزے

''وَاَمَّا الصَّوْمُ الَّذِیْ فِی الْاِسْتِحْبَابِ،فَفِی الْاُسْبُوْعِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ،وَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ،وَ فِی الشَّھْرِ الْاَیَّامَ الْبِیْضَ،وَ ھِیَ یَوْمُ الثَّالِثِ عَشَرَ وَ الرَّابِعِ عَشَرَ وَ الْخَامِسِ عَشَرَ مِنْ کُلِّ شَھْرٍوَ فِی السَّنَۃِ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَ یَوْمَ تَاسُوْعَاوَ یَوْمَ عَرَفَۃَوَ سِتَّۃَ اَیَّامٍ مِّنْ شَوَالٍ مِّنْ غَیْرِ تَعْیِیْنٍ وَّ تَوَالٍ وَ التَّوَالِیْ اَفْضَلُ۔''[1]

''وہ روزے جو سنت ہیں۔ ہفتے میں پیر اور جمعرات کے روزے مہینے میں ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے سال میں عاشورہ اور تاسوعا کے روزے یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) ماہ شوال کے چھ روزے۔ یہ چھ کسی معین دنوں میں مسنون نہیں ہیں نہ ہی پے در پے رکھنا ضروری ہے تاہم مسلسل رکھنا افضل ہے۔''

''وَلَا یَجِبُ الصَّوْمُ الْمُسْتَحَبُّ،بِالشُّرُوْعِ وَیَکْرُہُ الْاِفْطَارُ فِیْہِ بَعْدَ الزَّوَالِ بِغَیْرِ سَبَبٍ،وَ لَوْ دُعِیَ اِلٰی طَعَامٍ فَالْاِفْطَارُ اَفْضَلُ،فَالْمُسَافِرُوَالْمَرِیْضُ الْمُطِیْقَانِ لِلصَّوْمِ،اِذَا اَفْطَرَا فِی السَّفَرِ وَ الْمَرَضِ فَعَلَیْھِمَا الْقَضَاءُ وَاجِبٌ،وَلِکُلِّ یَوْمٍ یَّقْضِیَانِہٖ،یَسْتَحِبُّ لِکُلِّ مِنْھُمَافِدْیَۃٌبِمُدٍّمِّنَ الطَّعَامِ لِمِسْکِیْنٍ وَیَکْرُہُ لِلصَّائِمِ الْوِصَالُ بَیْنَ یَوْمَیْنِ،وَ لَایَجُوْزُ التَّسَحُّرُوَھُوَ شَاکٌّ فِیْ طُلُوْعِ الصُّبْحِ۔''[2]

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۵۴

۲ ۔ ایضاً

''مسنون روزہ شروع کرنے پر واجب نہیں ہوتا، تاہم زوال کے بعد کسی عذر کے بغیر توڑنا مکروہ ہے۔ کھانے کی دعوت دی جائے تو نفلی روزہ توڑنا بہتر ہے۔ مسافر اور مریض جو روزہ کی طاقت رکھتے ہوں، انہوں نے سفر میں یا مرض میں اگر روزہ افطار کیا ہو، تو اس کی قضاء واجب ہے اور قضاء کے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو ایک مد کی مقدار کھانا کھلانا مسنون ہے۔ روزہ دار کیلئے لگاتار دو دن (کچھ کھائے بغیر) روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ صبح صادق کے طلوع ہونے میں شک ہو جائے تو سحری کھانا جائز نہیں۔''

قضاء روزوں کی ادائیگی

''وَاَمَّا قَضَاءُصَوْمِ شَهْرِ رَمَضَانَ،فَيَجُوْزُ مُتَوَالِيًاوَّ مُتَفَرِّقًاوَالتَّوَالِيْ اَفْضَلُ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مُّضْعِفًا وَمَعَ الضُّعْفِ اَلتَّفَرُّقُ اَوْلٰى وَ كُلُّ مَا فَاتَ مِنَ الصَّوْمِ اِنْ كَانَ وَاجِبًا كَانَ قَضَائُهُ وَاجِبًاوَ اِنْ كَانَ تَطَوُّعًا كَانَ قَضَائُهُ تَطَوُّعًاوَ اِنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ لَا بَأْسَ بِهِ'' ۔[1]

"رمضان کے روزوں کی قضاء پے در پے رکھنا اور متفرق رکھنا دونوں جائز ہیں۔ بلاناغہ بجا لانا افضل ہے بشرطیکہ یہ صورت کمزور کرنے والا نہ ہو اور کمزوری کی صورت میں متفرق طور پر روزہ رکھنا بہتر ہے۔ فوت شدہ روزے اگر واجب ہوں تو قضاء واجب اور اگر مسنون ہوں تو قضاء بھی مسنون ہے سنت روزے کی قضا بجا نہ لائے تو کوئی حرج نہیں۔''

فقہ حنفی کے مطابق نفلی روزہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں جس شخص نے نفلی روزہ یا نماز شروع کی اور پھر فاسد ہو گئی تو ان دونوں کو وجوباً قضاء کرے گا اس لیے مؤدی نے ثواب کے لیے یہ عمل کیا۔ لہٰذا اس عمل کی باطل ہونے سے حفاظت کرنا ضروری ہے اور جب حفاظت واجب ہے تو قضاء بھی واجب ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے (ولا تبطلوا اعمالکم) پھر احناف کے نزدیک بلا عذر افطار کرنا مباح نہیں ہے ان دونوں روایتوں کی وجہ سے عذر کے سبب افطار کرنا مباح ہے۔ ضیافت بھی عذر ہے اس لیے حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی نے آپ ﷺ کو اور صحابہؓ کو کھانے کی دعوت دی۔ جب یہ تمام حضرات کھانے کے لیے آئے تو ایک صحابی ایک طرف ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا میرا روزہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا تیرے بھائی نے تیرے لیے تکلف کیا اور کھانا بنایا تم کہہ رہے ہو کہ میرا روزہ ہے۔ اب کھاؤ پھر ایک روزہ رکھ لینا۔[2]

۱۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ۱۵۴۔۱۵۵

۲۔ مولانا خالد محمود، فقہ حنفی، ۱\۳۹۳

فقہ حنفی کی رو سے نفلی روزے کی قضاء واجب ہے جبکہ الفقہ لاحوط کے مطابق فوت شدہ روزے اگر واجب ہوں تو قضاء بھی واجب ہے اور اگر مسنون ہوں تو قضاء بھی مسنون ہے سنت روزے کی قضا بجانہ لائے تو کوئی حرج نہیں۔

روزے کے دوران معاف امور

''وَاَمَّا الْمَعْفُوَّاتُ فَمِنْهَا وُصُوْلُ مَاءٍاِلٰی جَوْفِهٖ فِی الْمَضْمَضَةِ وَ الْاِسْتِنْشَاقِ وَ هُوَ غَیْرُ مُبَالِغٍ وَّ لَمْ یَقْدِرْ عَلٰی رَجْعِهٖ وَ مِنْهَا مَا بَقِیَ مِنَ الطَّعَامِ بَیْنَ الْاَسْنَانِ یَبْتَلِعُ مَعَ الرِّیْقِ وَ هُوَ ذَاهِلٌ عَنْهُ وَلَمْ یَقْدِرْ عَلٰی مَنْعِهٖ وَ مِنْهَا اَنْ یُّدْخِلَ عَدُوٌّ اَوْ ذُوْ شَوْکَةٍ بِالْعُنْفِ طَعَامًا فِیْ فِیْهِ فَیَدْخُلَ فِیْ جَوْفِهٖ وَ هُوَ مُکْرَهٌ وَ مِنْهَا الْاَکْلُ وَ الشُّرْبُ اَوْ مُفْطِرٌ اٰخَرُ بِالنِّسْیَانِ وَ مِنْهَا لَوْ طَلَعَ الصُّبْحُ وَ فِیْ فِیْهِ طَعَامٌ فَلَفَظَهٗ عَلَی الْفَوْرِ وَ مِنْهَا اَنْ یَّطِیْرَ ذُبَابٌ اَوْ بَقٌّ اِلٰی حَلْقِهٖ وَ هُوَ لَمْ یَقْدِرْ عَلٰی مَنْعِهٖ وَ مِنْهَا الْاَکْلُ وَ الشُّرْبُ سَحَرًا اَوْ عِشَاءٍبِغَلَبَةِ الظَّنِّ عَلٰی اَنَّ الصُّبْحَ لَمْ یَطْلُعْ اَوِ الشَّمْسَ غَرَبَتْ وَ لَیْسَ کَذَالِکَ وَ مِنْهَا ذَوْقُ الطَّعَامِ لِتَحَرِّیْ مِلْحِهٖ اَوْ حُمُوْضَتِهٖ اَوْ حَلَاوَتِهٖ مَا لَمْ یَتَعَدَّ مِنَ الْحَلْقِ وَ مِنْهَا الْاِحْتِلَامُ فِی النَّهَارِ وَ هُوَ نَائِمٌ وَ مِنْهَا الْاِحْتِلَامُ بِنَظْرَةٍ اَوْخَطْرَةٍ وَ هُوَ لَمْ یُبَالِغْ فِیْهِمَا وَ مِنْهَا وُصُوْلُ الْغُبَارِ اِلَی الْحَلْقِ وَ هُوَ لَمْ یَقْدِرْ عَلٰی دَفْعِهٖ وَ مِنْهَا بَلْعُ الرِّیْقِ مُتَعَمِّدًا وَ مِنْهَا تَعَدِّیْ الْبَلْغَمِ الْغَلِیْظِ مِنْ حَلْقِهٖ وَ هُوَ لَمْ یَقْدِرْ عَلٰی لَفْظِهٖ اَوْ غَفَلَ عَنْ لَفْظِهٖ وَ مِنْهَا النَّوْمُ فِی النَّهَارِ قَلِیْلًا کَانَ اَوْ کَثِیْرًا وَ مِنْهَا اِمْرَاَئَةٌ لَّوْجُوْمِعَتْ وَ هِیَ نَائِمَةٌوَ لَمْ تَتَیَقَّظْ لَمْ یَجِبْ عَلَیْهَا اِلَّا الْغُسْلُ مَتٰی تَعْلَمُ وَ وَجَبَ عَلٰی هٰذَا الْمُجَامِعِ الْغُسْلُ وَ التَّوْبَةُ وَالتَّعْزِیْرُ وَ الْقَضَاءُوَ لَوْ کَانَ مُسْتَحِلًّا اَلْقَتْلُ لِاَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ السَّیِّئَةِ لَمْ یَقَعْ مِنَ الْمُسْلِمِ اِلَّا عَلَی النُّدْرَةِ ۔''[1]

''معاف امور یہ ہیں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے دوران پانی پیٹ میں چلا جائے جبکہ وہ مبالغہ نہ کرے اور اس کی واپسی پر قادر نہ ہو، کھانے کے ریزے دانتوں میں رہ جائے اور لعاب کے ساتھ نگل جائے جبکہ وہ اس سے غافل ہو اور اس کو روکنے پر قادر نہ ہو، دشمن یا طاقتور شخص اس کے منہ میں زبردستی کھانا ڈال دے اور کھانا اس کے پیٹ میں پہنچے اور وہ مجبور ہو، بھول کر کھائے پیئے یا روزہ توڑنے والی کوئی اور حرکت کرے یا پو پھٹ جائے اور اس کے منہ میں کھانا ہو اور وہ اس کو فوراً نکال پھینکے، کوئی مکھی یا مچھر اڑ کر اس کے گلے تک پہنچے جبکہ وہ اسے روکنے پر قادر نہ ہو، صبح صادق طلوع نہ ہونے اور غروب آفتاب کے گمان پر صبح یا شام کو کچھ کھالے جبکہ ایسا نہ ہوا ہو کھانے میں نمک کھٹاس یا مٹھاس دیکھنے کیلئے تھوڑا سا چکھ لے جبکہ وہ حلق سے نہ گزر جائے، دن کو سوتے میں احتلام کا شکار ہو جائے نگاہ یا سوچ کی وجہ سے احتلام ہو جائے جبکہ اس نے ان دونوں میں کسی مبالغے سے کام نہ لیا ہو، حلق تک گرد و غبار پہنچے جبکہ وہ اسے روکنے پر قادر نہ ہو، جان بوجھ

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۵۶

کر لعاب دہن نگل جائے۔ گاڑھا بلغم حلق سے گزرے جبکہ وہ اسے نکالنے پر قادر نہ ہو یا اسے نکالنے میں غافل رہے، دن کو کم یا زیادہ مقدار میں سو جائے، کسی سوتی خاتون کے ساتھ ہمبستری کی جائے اور وہ بیدار نہ ہو تو معلوم ہونے پر اس پر غسل کے علاوہ کوئی واجب نہیں لیکن مجامعت کرنے والے پر غسل، توبہ، تعزیر اور قضاء واجب ہے اور وہ اسے حلال سمجھنے والا ہو تو اس کا قتل واجب ہے، کیونکہ اس طرح کے گناہ مسلمان سے شاذ و نادر ہی سرزد ہوتا ہے۔''

فصل دوم

اعتکاف کے احکام میں تفردات

''قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی وَ عَھِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَ الْعٰکِفِیْنَ وَ الرُّکَّعِ السُّجُوْدِ[1]

''ارشاد خداوندی ہے! اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے کعبہ شریف کو لوگوں کا ٹھکانہ اور جائے پناہ بنایا تو تم مقام ابراہیمؑ کو مصلیٰ بناؤ اور ہم نے اسماعیلؑ اور ابراہیمؑ سے وعدہ لیا کہ دونوں میرے گھر کو طواف اعتکاف اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھے۔''

اعتکاف کی اقسام

''اَلْاِعْتِکَاف عَلٰی نَوْعَیْنِ وَاجِبٌ وَّمُسْتَحَبٌّ فَالْوَاجِب ھُوالْمَنْذُوْر بِہٖ وَالْمُسْتَحَبُّ غَیْرُہٗ وَالْاِعْتِکَافُ الَّذِیْ کَانَ لِلْاَنْبِیَاءِالْمُتَقَدِّمِیْنَ وَالْاَوْلِیَاءِ الْمُتَأَخِّرِیْنَ لَہٗ شَرَائِطُ وَاَرْکَانٌ۔''[2]

''اعتکاف کی دو قسمیں ہیں ۱۔واجب ۲۔ سنت واجب

واجب اعتکاف وہ ہے جس کی نذر مانی گئی ہو۔ دیگر تمام اعتکاف مستحب ہیں اور وہ اعتکاف جو انبیاءؑ سابقین اور اولیاءؒ متاخرین کیلئے ہے۔ اس کے لیے کئی شرائط اور ارکان ہیں۔''

''قال الا عتکاف مستحب والصحیح انہ سنۃ مو کدۃ لان النبیﷺ واظب علیہ فی العشر الاواخر من رمضان والمواظبۃ دلیل السنۃ"[3]

''فرماتے ہیں کہ اعتکاف مستحب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اس لیے کہ آپ ﷺ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف پر مداومت فرمائی ہے اور مداومت کرنا اس کے مسنون ہونے کی دلیل ہے۔''

الفقہ لا حوط کی رو سے اعتکاف کی دو قسمیں ہیں واجب اور مستحب۔ نذر مانی گئی اعتکاف واجب اور دیگر اعتکاف مستحب ہیں۔ رمضان کے مہینے میں اعتکاف کرنا مستحسن ہے تاہم اس کے علاوہ دیگر مہینوں میں بھی واجب اور مستحب اعتکاف کرسکتے ہیں جبکہ الہدایہ کی رو سے اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور اعتکاف کو رمضان کی عبادت کا حصہ سمجھتے ہیں۔

۱۔ سورۃ البقرہ:۱۲۵

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط،۱۵۹

۳۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۳\۲۱۵

شرائط اعتکاف

الفقہ الاحوط کے مطابق اعتکاف کے شرائط درج ذیل ہیں:

فَمِنْ شَرَائِطِهِ التَّوْبَةُ

''لِمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ''[1]

''اے ایمان والو تم توبہ کرنے کی صورت میں اللہ کی طرف رجوع کرو۔''

وَهِيَ الْعِلْمُ بِاَنَّ مُخَالَفَةَ اَحْكَامِ اللهِ اَمْرًا كَانَ اَوْ نَهْيًا سِمٌّ مُهْلِكٌ لِقَلْبِهِ وَالنَّدَمُ عَلٰى مَاصَدَرَ مِنْهُ مِنَ الْمَنَاهِي وَالْمَلَاهِي جَهْلًا اَوْ غَفْلَةً وَالْعَزْمُ عَلٰى اَنْ لَّا يَرْتَكِبَهَا مَا دَامَتْ حَيٰوتُهُ وَعَلٰى هٰذِهِ التَّوْبَةِ يَدْخُلُ فِي الْقَبْرِ۔''[2]

''توبہ یہ ہے کہ بیشک اللہ کے حکم کی مخالفت امر ہو یا نہی اس کے دل کیلئے زہر ہلاہل سمجھنا جو کچھ اس سے نادانی یا غفلت کی بناء پر انسان جو ممنوع کام اور لہو ولعب سرزد ہوئے ہیں۔ اس پر پشیمان ہونا تا حیات ان کا ارتکاب نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا اور اسی حال میں قبر میں داخل ہونا ہے۔''

''وَمِنْهَا تَطْهِيْرُ اَثْوَابِهِ وَبَدَنِهِ بِالْغُسْلِ وَمِنْهَا التَّجْرِيْدُ عَنْ حُطَامِ الدُّنْيَا''[3]

''اپنے کپڑوں اور جسم کو دھو کر پاک کرنا اپنے آپ کو دنیا کی ہر معمولی چیز سے جدا رکھنا۔''

ارکان اعتکاف

الفقہ الاحوط کے مطابق اعتکاف کے ارکان درج ذیل ہیں:

''وَمِنْ اَرْكَانِهِ الثَّوَاءُ فِيْ مَسْجِدٍ وَالْاَوْلٰى الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ ثُمَّ مَسْجِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ ثُمَّ مَسْجِدُ الْكُوْفَةِ ثُمَّ مَسْجِدُ الْبَصْرَةِ فَاِنْ لَّمْ يَتَيَسَّرْ فَمَسْجِدٌ يُّصَلّٰى فِيْهِ الْجُمْعَةُ وَاِنْ لَّمْ يَتَيَسَّرْ يَجُوْزُ عَلَى الْكَرَاهَةِ فِيْ اَيِّ مَسْجِدٍ نِ اتَّفَقَ غَيْرَ تِلْكَ الْمَسَاجِدِ''[4]

''ارکان: کسی مسجد میں ٹھہرنا، مسجدوں میں سب سے بہتر مسجد حرام ہے اس کے بعد مدینے کی مسجد نبوی اس کے بعد مسجد کوفہ ہے پھر مسجد بصرہ ہے، اگر ان مساجد میں اعتکاف میسر نہ آئے تو ہر وہ مسجد ہے جس میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہو۔ اگر جامع مسجد بھی میسر نہ آئے تو مذکورہ مساجد کے سوا کسی بھی مسجد میں مکروہ طور پر اعتکاف جائز ہے۔''

---

[1] سورۃ التحریم:۸\۱۵۹

[2] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۵۹

[3] ۔ ایضاً، ص۱۵۹

[4] ۔ ایضاً

''وَمِنْهَا النِّيَّةُ وَ يَنْبَغِيْ اَنْ تَكُوْنَ بِهٰذِهِ الصِّيْغَةِ اَعْتَكِفُ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ ثَلَا ثَةَ اَيَّامٍ اَوْ عَشْرَةَ اَيَّامٍ اَوْ ثَلَا ثِيْنَ يَوْمًااَوْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اِنْ كَانَ نَذْرًا لِوُجُوْبِهِ قُرْبَةً اِلَى اللّٰهِ وَهٰذَا اَتَمُّ فَضِيْلَةً وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ نَذْرًا قُرْبَةً اِلَى اللّٰهِ بِغَيْرِ قَيْدِ الْوُجُوْبِ وَيَجُوْزُ اَقَلَّ اَوْ اَكْثَرَ وَلَايَجُوْزُ اَقَلَّ مِنْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ۔''[1]

نیت ان الفاظ میں ہونا چاہیے اگر نذر کا ہو تو ''میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے واجب ہونے پر نذر کے طور پر اس مسجد میں تین، دس، تیس یا چالیس دن کا اعتکاف کرتا ہوں۔ اگر نذر کا نہ ہو تو صرف قُربۃً اِلَی اللہِ یعنی وجوب کی قید کے بغیر نیت کرے۔ اعتکاف کے دنوں میں کمی و بیشی جائز ہے تاہم ایک دن ایک رات سے کم اعتکاف جائز نہیں۔''

''وَمِنْهَا الصَّوْمُ مَعَ شَرَائِطِ صِحَّتِهِ وَيَنْبَغِيْ اَنْ لَّايَشْتَغِلَ بَيْنَ الْعِشَائَيْنِ اِلَّا بِالذِّكْرِ اَوِ الصَّلٰوةِ اَوِ التِّلَاوَةِ وَيَشْتَغِلَ بِالطَّعَامِ بَعْدَ الْعِشَاءِالْاٰخِرِوَاِذَا اَفْطَرَ اِجْتَنَبَ عَنْ كَثْرَةِ الطَّعَامِ وَاجْتَهَدَ فِى الْاِعْتِيَادِ بِقِلَّةِ الطَّعَامِ لِيُنْتِجَ قِلَّةَ الْمَنَامِ لِمَا قَالَ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

''مَنْ كَثُرَ اَكْلُهُ كَثُرَ شُرْبُهُ وَمَنْ كَثُرَ شُرْبُهُ كَثُرَ نَوْمُهُ وَمَنْ كَثُرَ نَوْمُهُ كُتِبَ مِنَ الْغَافِلِيْنَ''۔وَمَنْ قَلَّ اَكْلُهُ قَلَّ شُرْبُهُ وَمَنْ قَلَّ شُرْبُهُ قَلَّ نَوْمُهُ وَمَنْ قَلَّ نَوْمُهُ كُتِبَ مِنَ التَّائِبِيْنَ۔''[2]

''صحت صوم کی شرائط کے ساتھ روزہ رکھنا: مغرب وعشاء کے درمیان معتکف ذکر الہٰی، نماز اور تلاوت قرآن میں لگے رہے اور کھانا عشاء کے بعد ہی کھائے، روزہ کھولنے کے بعد زیادہ کھانے سے پرہیز کرے اور کم کھانے کی عادت کی پیدا کرے تاکہ نیند کم آئے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ ''جس کا کھانا زیادہ ہو وہ زیادہ پیئے گا۔ جو زیادہ پیئے اس کی نیند زیادہ ہوگی اور جو زیادہ سویا اسے غفلت گزاروں میں لکھا جاتا ہے۔ جس نے کم کھانا کھایا، وہ پانی کم پیئے گا اور جو کم پیئے گا اسے نیند کم ہوگی اور جسے نیند کم آئے اسے توبہ گزاروں میں لکھا جائے گا۔''

''وَمِنْهَا الْاِجْتِنَابُ عَنِ الْجِمَاعِ نَهَارًا كَانَ اَوْ لَيْلًاوَمِنْهَا اَنْ لَّايَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ اِلَّا لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ وَتَجْدِيْدِ الْوُضُوْءِاَوِ الْغُسْلِ اِنِ احْتَاجَ اِلَيْهِ

وَمِنْهَادَوَامُ الْوُضُوْءِلِيَصِيْرَبِدَوَامِ التَّوْبَةِوَهِىَ طَهَارَةُ الْبَاطِنِ وَدَوَامُ الْوُضُوْءِوَهُوَ طَهَارَةُ الظَّاهِرِمَحْبُوْبًا عِنْدَ اللّٰهِ كَمَابَشَّرَ بِقَوْلِهٖ'اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔''[3]

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۵۹

[2] ۔ ایضاً ص،۱۶۰

[3] ۔ سورۃ البقرہ:۲۲۲

''دن ہو یا رات جماع سے پرہیز کرنا۔ ضرورت پڑنے پر قضائے حاجت وضو اور غسل کے علاوہ مسجد سے باہر نہ نکلے

ہمیشہ باوضو رہے تاکہ ہمیشہ کی توبہ نصیب ہو اور یہ باطنی پاکی ہے اور ہمیشہ باوضو رہنا ظاہری پاکی ہے اور اللہ کے اس فرمان کے مطابق دونوں طہارت اللہ کو محبوب ہیں۔''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو چاہتا ہے۔''

''وَمِنْهَا دَوَامُ الْعُزْلَةِ عَنِ النَّاسِ يَعْنِىْ اَنْ لَّايُجَالِسَهُمْ وَلَا يُحَاكِيَهُمْ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيًا عَنْ مُّنْكَرٍ كَمَا وَرَدَ فِى الْحَدِيْثِ الْقُدْسِىِّ

''كَلَامُ ابْنِ آدَمَ كُلُّهُ عَلَيْهِ لَا لَهُ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيًا عَنْ مُّنْكَرٍ اَوْ ذِكْرَ اللهِ تَعَالٰى''[۱]

''لوگوں سے ہمیشہ الگ تھلک رہنا یعنی ان کے ساتھ نہ بیٹھے نہ کوئی گفتگو کرے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے علاوہ بات نہ کرے۔ جس طرح حدیث قدسی میں آیا ہے کہ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اللہ کے ذکر کے علاوہ آدمی کی ہر بات اس کے لئے نقصان دہ ہے۔''

''وَمِنْهَا دَوَامُ الذِّكْرِاَوْ كَثْرَتُهُ لِمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى

'يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاا ذْكُرُوْ اللهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔''[۲]

''ہمیشہ ذکر الٰہی میں یا کثرت سے مصروف رہنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔''اے ایمان والو! کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔''

''وَمِنْهَا دَوَامُ الصُّمْتِ مَعَ النَّاسِ لِمَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

"اَلْحِكْمَةُ عَشْرَةُ اَجْزَاء تِسْعَةٌ مِنْهَا فِى الصُّمْتِ وَ وَاحِدٌ فِى الْعُزْلَةِ عَنِ النَّاس''[۳]

''لوگوں سے ہمیشہ خاموشی اختیار کرنا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ حکمت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو خاموشی میں مخفی ہیں اور ایک لوگوں سے الگ تھلک رہنے میں ہے۔''

''وَمِنْهَااسْتِغْرَاقُ اَوْقَاتِهٖ فِى الذِّكْرِ وَالتِّلَاوَةِوَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّحْمِيْدِوَالتَّحلِيْلِ وَالتَّكْبِيْر وَكَثْرَةِ النَّوَافِلِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَهٰذِهٖ كُلَّهَا بَعْدَ اَدَاءِالْفَرَائِضِ

۱۔ مشکواۃ المصابیح، ص ۲۲۷۵، ج ۹، حدیث ۵۰

۲۔ سورۃ الاحزاب: ۴۲،۴۱

۳۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط ص، ۱۶۰

وَمِنْهَا نَفْیُ الْخَوَاطِرِ الَّتِیْ تَتَعَلَّقُ بِمَا سِوٰی اللهِ وَمِنْهَا تَرْکُ الْاِعْتِرَاضِ عَلٰی مَا فَعَلَهُ اللهُ وَعَلٰی مَا قَدَّرَهُ اللهُ بِالْحِکْمَةِ الْبَالِغَةِوَعُقُوْلُ الْبَشَرِ لِاِنْغِمَاسِهَا فِی الْعَلَائِقِ السِّفْلِیَّةِ قَاصِرَةٌ عَنْ کُنْهِ حِکْمَتِهٖ وَهُوَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔''[1]

''اپنے تمام اوقات میں ذکر الٰہی، تلاوت، تسبیح، حمد الٰہی، تہلیل، تکبیر اور کثرت سے نفل نمازیں پڑھنے میں مشغول رہنا۔ اور یہ تمام امور فرائض کی ادائیگی کے بعد ہی انجام دینا ہے۔''

''غیر اللہ سے تعلق رکھنے والے تمام خیالات کا چھوڑ دینا۔ افعال الٰہی اور اس نے جو کچھ حکمت بالغہ سے اس کی تقدیر لکھی ہے اس پر اعتراض چھوڑ دینا۔ انسان کی پست چیزوں کے تعلقات میں محو ہونے کی وجہ سے اللہ کی حکمت کی حقیقت جاننے سے قاصر ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔''

''وهو اللبث فی المسجدمع الصوم و نیت الاعتکاف ،اما اللبث فرکنه ،لانه ینبئ عنه فکان وجوده به،والصوم من شرطه عندنا،خلافاً للشافعی والنیة شرط فی سائر العبادات،هو یقول ان الصوم عبادةوهو اصل بنفسه فلا یکون شرطاً لغیره ،ولنا قوله لا اعتکاف الا با لصوم،والقیاس فی مقابلة النص المنقول غیر مقبول،ثم الصوم شرط لصحة الواجب منه روایة واحدة ولصحةالتطوع فیما روی الحسن عن ابی حنیفة لظاهر ما روینا،وعلی هذه الروایة لا یکون اقل من یوم وفی روایة الاصل و هوقول محمداقله ساعه فیکون من غیر صوم،لان مبنی النفل علی مساهلة الا تری انه یقعد فی صلاة النفل مع القدرة علی القیام''[2]

''اور وہ (اعتکاف) مسجد میں روزے کے ساتھ اور اعتکاف کی نیت کے ساتھ ٹھہرنا ہے، رہا ٹھہرنا تو وہ اعتکاف کا رکن ہے اس لیے کہ اعتکاف اسی کی خبر دیتا ہے لہٰذا اعتکاف کا وجود بھی لبث ہی ساتھ ہو گا اور ہمارے یہاں روزہ اعتکاف کی شرط ہے۔ امام شافعیؒ کا اختلاف ہے اور نیت بھی شرط ہے جیسے تمام عبادات میں شرط ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ روزہ ایک عبادت ہے اور بذات خود دلیل ہے لہٰذا دوسرے کے لیے شرط نہیں ہو گا۔ ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے روزہ کے بغیر اعتکاف معتبر نہیں ہے۔ اور نص منقول کے مقابلے میں قیاس مقبول نہیں ہے، پھر ایک روایت کے مطابق روزہ اعتکاف واجب کی صحت کے لیے شرط ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے حسن بن زیادؒ کی روایت کے مطابق نفلی اعتکاف کی صحت کے لیے بھی (روزہ شرط ہے) ہماری روایت کردہ حدیث کے ظاہر عمل کرتے ہوئے اور اس روایت کے مطابق اعتکاف ایک دن سے کم نہیں ہو گا اور مبسوط کی روایت کے مطابق جو امام محمدؒ کا بھی قول ہے اعتکاف کم از کم ایک ساعت کا ہو سکتا

1۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط ص، ۱۶۰

2۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۳\۲۱۶

ہے چنانچہ یہ اعتکاف بغیر روزہ کے ہو گا کیونکہ نفل کا دارومدار سہولت پر ہے کیا دیکھتے نہیں کہ قیام پر قدرت کے باوجود انسان بیٹھ کر نفل پڑھ سکتا ہے۔''

''ولا یخرج من المسجد الا لحاجة الانسان او لجمعةاما الحاجة لحدیث عائشة کان النبیﷺ لا یخرج من معتکفهالا لحاجة الانسان''[1]

''اور معتکف صرف انسانی ضرورت کے لیے مسجد سے نکلے یا جمعہ کے لیے نکلے، رہا حاجت بشری کی وجہ سے نکلنا تو وہ حضرت عائشہؓ کی حدیث کی وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ صرف انسانی حاجت کے لیے اپنے معتکف سے نکلتے تھے۔''

''قال واما الا کل والشرب والنوم یکون فی معتکفه ،لان نبی لم یکن له ماوری الا المسجد ،ولانه یمکن قضاء هٰذه الحاجه فی المسجد فلا ضرورة الی الخروج''[2]

''فرماتے ہیں کہ معتکف کا کھانا پینا اور سونا اس کے معتکف میں ہی ہو گا اس لیے کہ آپ ﷺ کے لیے مسجد کے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اوراس لیے بھی کہ اس ضرورت کو مسجد میں پورا کرنا ممکن ہے لھذا خروج کی ضرورت نہیں ہے۔''

''قال ولا یتکلم الا بخیر،ویکره له الصمت،لان صوم الصمت لیس بقربة فی شریعتنا،لکنه یتجانب ما یکون ماثماً''[3]

''فرماتے ہیں کہ روزے دار صرف بھلی بات کرے اور اس کے لیے چپ چاپ رہنا مکروہ ہے، کیونکہ ہماری شریعت میں خاموشی کا روزہ عبادت نہیں ہے لیکن وہ ایسی بات سے کنارہ کش رہے جو گناہ ہو۔''

''جن جگہوں میں اعتکاف کیا جاتا ہے ان میں بھی علما کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اعتکاف صرف تین مسجدوں میں ہوتا ہے، بیت اللہ، بیت المقدس اور مسجد نبوی۔ یہ حذیفہ اور سعید بن المسیب کا قول ہے۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اعتکاف ہر مسجد میں ہوتا ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام ثوری کا مسلک ہے اور امام مالک کا مشہور قول بھی ہے۔ ایک تیسرا گروہ کہتا ہے کہ اعتکاف صرف اس مسجد میں ہو گا جس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے یہ امام مالک سے ابن عبد الحکم کی روایت ہے۔''[4]

۱۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۳\۲۱۹

۲۔ ایضاً ۳\۲۲۲

۳۔ ایضاً، ص،۳\۲۲۴

۴۔ علامہ ابن ابن رشد القرطبی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد،۴۱۹

اہل سنہ میں اعتکاف وقوع پزیر ہونے کی جگہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ بیت اللہ، بیت المقدس اور مسجد نبوی، دوسرا گروہ جامع مسجد جبکہ تیسرا عام مسجدوں میں اعتکاف کے قائل ہیں۔ الہدایہ کی رو سے مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا رکن ہے اور اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے امام ابو حنیفہ کے مطابق اعتکاف ایک دن سے کم نہیں ہو گا اور امام محمد کے مطابق اعتکاف کم از کم ایک ساعت کا ہو سکتا ہے چناچہ اعتکاف بغیر روزہ کے ہو گا اور چپ چاپ رہنا بھی مکروہ ہے۔ جبکہ الفقہ الاحوط میں ایک دن ایک رات سے کم اور بغیر روزہ کے اعتکاف جائز نہیں ہے اور اعتکاف میں ٹھہرنے کے لیے اعلیٰ صورت مسجد حرام پھر مسجد نبوی پھر مسجد کوفہ پھر مسجد بصرہ ہے۔ اگر ان میں میسر نہ ہو تو جامع مسجد، اگر جامع مسجد بھی میسر نہ آئے تو مذکورہ مساجد کے سوا کسی بھی مسجد میں مکروہ طور پر اعتکاف جائز ہے۔

الفقہ لاحوط کی رو سے اعتکاف کے مندرجہ ذیل ارکان ہیں:

مسجد میں ٹھہرنا، نیت روزہ رکھنا، جماع نہ کرنا، بوقت ضرورت قضائے حاجت، وضو اور غسل کے علاوہ مسجد سے نہ نکلنا، دوام وضو رہنا تاکہ توبہ نصیب ہو، لوگوں سے الگ رہنا، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے علاوہ ان کے ساتھ نہ بیٹھنا، گفتگو نہ کرنا، ہمیشہ ذکر کرنا یا کثرت سے ذکر الہٰی کرنا، ہمیشہ خاموشی اختیار کرنا اپنے تمام اوقات میں ذکر الہٰی، تلاوت، تسبیح، حمد الہٰی، تہلیل، تکبیر اور کثرت سے نفل نمازیں پڑھنا، غیر اللہ سے تعلق رکھنے والے تمام خیالات کا چھوڑ دینا، افعال الہٰی اور اس نے جو کچھ حکمت بالغہ سے اس کی تقدیر لکھی ہے اس پر اعتراض چھوڑ دینا۔

اعتکاف مقبولہ

’’ فَمَنِ اعْتَكَفَ اِعْتِكَافًا مَّشْرُوْطًابِالشَّرَائِطِ مَبْنِيًّا عَلٰى تِلْكَ الْاَرْكَانِ خَالِصًامِنَ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ اِسْتَفَادَ مِنْ ثَوَابِهِ‘‘[1]

’’پس جو شخص ایسا اعتکاف کرے جو مذکورہ شرائط پر مبنی ہو اوران ارکان پر مبنی ہو جو دکھاوا اور تشہیر سے پاک ہو تو وہ اس کے ثواب سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔‘‘

معتکف محرم حج کی طرح ہے

’’وَمَعَ تِلْكَ الشَّرَائِطِ وَالْاَرْكَانِ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ كَالْمُحْرِمِ لِلْحَجِّ فِيْ تَرْكِ مَالَا يَلِيْقُ بِحَالِهِ كَحَلْقِ الرَّاْسِ وَقَلْمِ الظَّفْرِ وَغَيْرِهِمَالِاَنَّ الْمُعْتَكِفَ مُحْرِمٌ لِلْوُصُوْلِ اِلَى الْكَعْبَةِ الْحَقِيْقِيَّةِ‘‘[2]

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۶۱، ۱۶۰

۲۔ ایضاً، ۱۶۱

''ان شرائط وارکان کے ساتھ معتکف ان تمام چیزوں کو چھوڑنے میں محرم حج کی مانند ہے جو اس کے حال کیلئے مناسب نہیں مثلاً سر مونڈنا ناخن تراشنا وغیرہ۔ کیونکہ معتکف حقیقی کعبہ تک پہنچنے والا محرم ہے۔''

اعتکاف توڑنا

الفقہ الاحوط کی رو سے اعتکاف توڑنے پر اس کی قضاء واجب ہوتی ہے۔

''فَفِی الْاِعْتِکَافِ لَوْ خَرَجَ وَکَسرَ اعْتِکَافَہُ وَجَبَ الْقَضَاءُ فِیْ الْمَنْذُوْرِ بِہٖ وَاسْتَحَبَّ فِیْ غَیْرِہٖ''

''اگر کوئی اعتکاف سے نکل آئے اور اپنا اعتکاف توڑ دے تو نذر ماننے کی صورت میں اعتکاف کی قضاء واجب ہے اور دیگر صورتوں میں مستحب ہے۔''

شرائط وارکان جاننا

''فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّعْتَکِفَ وَجَبَ عَلَیْہِ اَنْ یَّتَعَلَّمَ شَرَائِطَ ھُوَاَرْکَانَ ھُوَسُنَنَہُ وَآدَابَہُ مِنْ عَالِمٍ رَبَّانِیٍّ اِعْتَکَفَ کَثِیْرًاوَانْتَفَعَ بِہٖ وَلَوْ جَلَسَ فِیْ جِوَارِ ذَالِکَ الْعَالِمِ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔''[1]

''پس جو کوئی اعتکاف کرنا چاہتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کی شرائط، ارکان، مسنون افعال اور آداب اعتکاف کو ایسے عالم ربانی سے سیکھے جو بکثرت اعتکاف کر چکا ہو اور اس سے مستفید ہوا ہو اور اگر وہ اس عالم کی ہمسائیگی میں بیٹھے تو عظیم کامیابی حاصل ہو سکے گی۔''

''وَلَوْخَرَجَ الْمُعْتَکِفُ الَّذِیْ فِیْ غَیْرِ الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ لِصَلٰوۃِ الْجُمُعَۃِ مِنْ غَیْرِاَنْ یَّلْتَفِتَ اِلَی الْجَوَانِبِ وَکَانَ یَحْفَظُ حَوَاسَّہُ اَوْ لِصَلٰوۃِ مَیِّتٍ اَوْ لِعِیَادَۃِ مَرِیْضٍ اَوْ لِمَصْلَحَۃٍ دِیْنِیَّۃٍاَوْ غَیْرِھَا کَمُشَایَعَۃِ عَالِمٍ رَبَّانِیٍّ اَوْ مُعَاوَنَۃِ مُسْلِمٍ یَّحْتَاجُ اِلَیْہِ وَلَمْ یَتَوَقَّفْ اَکْثَرَ مِنَ الْقَدْرِ الضَّرُوْرِیِّ لَمْ یَبْطُلْ اِعْتِکَافُہُ۔''[2]

''معتکف اگر عام مسجد میں ہو اور جمعہ کی نماز کے لیے دائیں بائیں دیکھے بغیر اپنے حواس کی حفاظت کرتے ہوئے نکل جائے یا کسی جنازے میں شرکت یا کسی مریض کی عیادت یا کسی دینی مصلحت کیلئے یا کسی اور مقصد کیلئے مثلاً عالم ربانی کو رخصت کرنا یا کسی ضرورت مند مسلمان کی مدد کیلئے نکل جائے اور ضرورت سے زیادہ نہ ٹھہرے تو ان صورتوں میں اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔''

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۶۱

۲۔ ایضاً، ۱۶۱

باب چہارم

زکوٰۃ اور حج کے احکام میں تفردات

فصل اول: **زکواۃ کے احکام میں تفردات**

فصل دوم: **حج کے احکام میں تفردات**

فصل اول

زکواۃ کے احکام میں تفردات

''قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ[1]

"فرمان خداوندی ہے (ایمان والو) تم زکوٰۃ دیا کرو۔''

وَ ھِیَ عَلٰی نَوْعَیْنِ وَاجِبَۃٌ وَّ مُسْتَحَبَّۃٌوَالْوَاجِبَۃُ تَکُوْنُ مِنَ الْحَیْوَانَاتِ وَ النَّبَاتَاتِ وَ الْمَعْدَنِیَّاتِ فَمِنَ الْحَیَوَانِ لَا تَکُوْنُ اِلَّا فِیْ الْاَنْعَامِ الثَّلَاثِ وَ ھِیَ الْاِبِلُ وَ الْبَقَرُ وَ الْغَنَمُ و مِنَ النَّبَاتَاتِ لَا تَکُوْنُ اِلَّا فِی الْحِنْطَۃِ وَ الشَّعِیْرِ وَالتَّمرِوَالزَّبِیْبِ وَ مِنَ الْمَعْدَنِیَّاتِ لَا تَکُوْنُ اِلَّا فِیْ الذَّھَبِ وَ الْفِضَّۃِ''[2]

''زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں واجب اور سنت۔ واجبی زکوٰۃ حیوانوں، نباتات اور معدنیات پر ہے۔ حیوانوں میں سے صرف تین قسم کے جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ وہ یہ ہیں اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری۔ نباتات میں گندم، جو، کھجور، کشمش کے علاوہ کسی اور پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے معدنیات میں سے سونا اور چاندی کے علاوہ کسی اور چیز پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔''

زکوٰۃ دینے والے کے لیے شرائط

''وَفِیْ کُلِّ مَا وَجَبَتْ فِیْہِ الزَّکٰوۃُلَمْ تَجِبْ اِلَّا بِشَرَائِطَ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ وَجَبَتْ عَلَیْہِ وَ لِکُلِّ مَنْ وَجَبَتْ لَہُ لَمْ تَجِبْ اِلَّابِشَرَائِطَ

وَاَمَّا مَنْ وَجَبَتْ عَلَیْہِ فَھُوَ کُلُّ بَالِغٍ عَاقِلٍ حُرٍّ مُسْلِمٍ مُتَمَکِّنٍ فِیْ تَصَرُّفِ اَمْوَالِ ھی لِاَنَّ اللّٰہَ خَاطَبَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ''[3]

"چند شرائط کے بغیر ہر چیز پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ ہر وہ شخص جس پر زکوٰۃ واجب ہے اور ہر وہ شخص جس کیلئے زکوٰۃ ہے چند شرائط کے بغیر واجب نہیں ہو جاتی۔

جس پر زکوٰۃ واجب ہو اس کا بالغ، عقلمند، آزاد مسلمان اور اپنے مال میں تصرف کرنے پر قدرت رکھنے والا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

''ولیس علی الصبی والمجنون زکٰوۃ خلافاً للشافعی فانہ یقول ھی غرامۃ مالیۃ فتعتبر بسائرالمون کنفقۃ الزوجات ،وصار کا لعشر والخراج ،ولنا انھا عبادۃفلا تتائدی الا با لاختیار تحقیقاً لمعنی الابتلاء،ولا اختیار لھما لعدم العقل،بخلاف الخراج،لانہ مونہ الارض،وکذالك الغالب فی العشر

---

[1] ۔ سورۃ البقرہ:۸۳

۲ ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۲۴

[3] ۔ ایضاً

معنى المونه،ومعنى العبادة تابع ولو افاق فى بعض السنة فهوبمنزلة افاقته فى بعض الشهر فى الصوم ،وعن ابى يوسف انه يعتبر اكثر الحول ولا فرق بين الاصلى والعارضى وعن ابى حنيفة اذا بلغ مجنوناًيعتبرالحول من وقت الافاقة بمنز لة الصبى اذا بلغ۔"[1]

امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اگر صبی اور مجنون میں زکوٰۃ کی تمام شرطیں موجود ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہو گی امام مالک اور امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ مال کے سبب واجب ہوتا ہے لہٰذا جس شخص کے پاس بقدر نصاب مال ہو گا اور اس میں وجوب کی دیگر شرطیں پائی جائیں گے اس پر زکوٰۃ فرض ہو گی خواہ وہ بچہ ہو یا مجنون ہی کیوں نہ ہو کسی کا صغر پن اور کسی کا جنون وجوب زکوٰۃ سے مانع نہیں ہو گا۔

حضرت امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اکثر حول کا اعتبار کیا جائے گا اور اصلی اور عارضی کے مابین کوئی فرق نہیں ہو گا۔ حضرت امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ جب کوئی مجنون بالغ ہوا تو ٹھیک ہونے کے وقت سے حول کا اعتبار کیا جائے گا بمنزلہ صبی کے جب وہ بالغ ہو۔"

الفقہ الاحوط کی رو سے زکوٰۃ صرف بالغ، عقلمند، آزاد، مسلمان اور اپنے مال کے تصرف میں بااختیار شخص پر واجب ہے جبکہ الہدایہ کی رو سے صرف امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اگر صبی اور مجنون میں زکوٰۃ کی تمام شرطیں موجود ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہو گی امام مالک اور امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔

مستحقین زکوٰۃ

"وَاَمَّا مَنْ وَجَبَتْ لَهُ فَالْاَصْنَافُ الثَّمَانِيَةُ الْمَذْكُوْرَةُ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى"[2]

"جن کیلئے زکوٰۃ دینا واجب ہے وہ آٹھ اقسام ہیں جو اس فرمان الٰہی میں مذکور ہیں۔"

" اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ "[3]

"بیشک صدقات فقراء، مساکین، صدقات کے کارکنوں کے لیے، دلوں میں الفت پیدا کرنے کیلئے، غلام کو آزاد کرنے کیلئے، مقروضوں کا قرض اتارنے کیلئے' اللہ کے راستے میں اور مسافروں کیلئے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے واجب ہے اور اللہ بہت علم والا اور حکمت والا ہے۔"

۱۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۴۵۵

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۲۴

۳۔ سورۃ التوبہ: ۶۰

مستحقین صدقہ کی شرط

''وَفِیْ کُلِّ هٰؤُلَاءِالْمُسْتَحِقِّیْنَ لِلصَّدَقَةِیُشْتَرَطُ اَنْ لَّا یَکُوْنُوْا مِنَ الْاَشْرَارِ وَلَوْ کَانُوْا مِنَ الْاَخْیَار فَطُوْبٰی لِلْمُتَصَدِّقِ الْمُوَفَّقِ لِذَالِکَ الْخَیْرِالْخَطِیْرِ۔''[1]

''صدقہ کے ان تمام مستحقین کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ بدکار لوگوں میں سے نہ ہو اور اگر یہ مستحقین نیکوکاروں میں سے ہو تو عظیم نیکی کی توفیق ہونے والے زکوٰۃ دہندہ کیلئے خوشخبری ہے۔''

''وَلَا یَجُوْزُ لِغَیْرِ السَّادَاتِ اَنْ یُؤُ تُوْا السَّادَات اَعْنِی اَلْهَاشِمِیِّیْنَ وَالْمُطَّلِبِیْنَ ومَوَالِیْهِمُ الصَّدَقَةَ الْوَاجِبَةَ لِشَرَفِهِمْ وَهٰذِهِ وَسَخُ الْمَالِ''[2]

''غیر سیّدوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ سادات یعنی اولاد ہاشم، اولاد عبد المطلب اور ان کے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے۔ اور یہ مال کا میل ہے۔''

نیت

''وَتَجِبُ النِّیَةُ لِلزَّکٰوةِ کَمَا فِی الصَّلٰوةِ اِمَّا وَقْتَ الْاِخْرَاجِ مِنْ مَّالِهٖ اَوْ وَقْتَ الْاِیْصَالِ اِلٰی الْمُسْتَحِقِّ۔"

''نماز کی طرح زکواۃ میں بھی اس کے مال سے نکالتے وقت یا مستحق تک پہنچاتے وقت نیت واجب ہے۔''

جانوروں پر زکوٰۃ

''اَمَّا الْاَنْعَامُ فَلَازَکٰوةَ فِیْهَا اِلَّا بِاَرْبَعَةِ شَرَائِطَ اَلنِّصَابُ وَالْحَوْلُ وَالسَّوْمُ وَاَنْ لَّایَکُوْنَ مِنَ الْعَوَامِلِ''[3]

''جانوروں پر چار شرائط کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

ا۔ نصاب کو پہنچنا۔ ۲۔ سال کا گزرنا۔ ۳۔ باہر چرنا۔ ۴۔ جانوروں کا کارکن نہ ہونا''

''اونٹ، بقر اور غنم پر زکوٰۃ عائد ہونے کی دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ جانور سائمہ ہوں (جنگل میں چرتے ہوں) ان کو گھر میں چارہ نہ دیا جائے۔ مالکیہ کو اس شرط سے اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ جانوروں پر زکوٰۃ عائد ہونے کے لیے سائمہ ہونے کی شرط نہیں ہے، لہٰذا اگر ایسے جانوروں کی تعداد نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے تو ان کی زکواۃ واجب ہے، خواہ سائمہ ہوں یا

ا۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۲۵

۲۔ ایضاً، ۱۲۶

۳۔ ایضاً

معلوفہ (جو گھر کے چارے پر پلیں) اگرچہ تمام سال گھر میں رکھا گیا ہو اور خواہ ان سے کام لیا جاتا ہو، یا نہ لیا جاتا ہو۔ باقی تینوں ائمہ کے نزدیک سائمہ ہونا شرط ہے۔،،[1]

الفقہ الاحوط کی رو سے جانوروں پر چار شرائط کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ نصاب کو پہنچنا، سال کا گزرنا، باہر چرنا اور جانوروں کا کارکن نہ ہونا جبکہ اہل سنہ والجماعت میں تینوں ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے دو شرائط ہیں زکواۃ کے نصاب تک پہنچنا اور سائمہ کا ہونا اور مالکیہ میں جانوروں پر زکوٰۃ عائد ہونے کے لیے سائمہ ہونے کی شرط بھی نہیں ہے۔

اونٹ پر زکوٰۃ

''اَمَّا الْاِبِلُ فَفِیْھَا اثْنَا عَشَرَ نِصَابًا

''اَوَّلُ نِصَابِھَا اَنْ تَبْلُغَ اِلٰی خَمْسٍ فَفِیْھَا شَاۃٌ اِلٰی تِسْعٍ فَاِذَا بَلَغَتْ اِلٰی عَشَر فَفِیْھَا شَاتَانِ اِلٰی اَرْبَعَ عَشْرَۃَ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْسَ عَشْرَۃَ فَفِیْھَا ثَلَاثُ شِیَاۃٍ اِلٰی تِسْعَ عَشْرَۃَفَاِذَا بَلَغَتْ اِلٰی عِشْرِیْنَ فَفِیْھَا اَرْبَعُ شِیَاۃ اِلٰی اَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ خَمْساً وَّ عِشْرِیْنَ فَفِیْھَا خَمْسُ شِیَاۃٍفَاِذَا بَلَغَتْ سِتاًّ وَّ عِشْرِیْنَ فَفِیْھَا بِنْتُ مَخَاضٍ اِلٰی خَمْسٍ وَّ ثَلَاثِیْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّ ثَلَاثِیْنَ فَفِیْھَا بِنْتُ لَبُوْنٍ اِلٰی خَمْسٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّاوَّ اَرْبَعِیْنَ فَفِیْھَا حِقَّۃٌ اِلٰی سِتِّیْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰی وَ سِتِّیْنَ فَفِیْھَا جِذْعَۃٌ اِلٰی خَمْسٍ وَّ سَبْعِیْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّسَبْعِیْنَ فَفِیْھَا بِنْتَا لَبُوْنٍ اِلٰی تِسْعِیْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ اِحْدٰی وَّ تِسْعِیْنَ فَفِیْھَا حِقَّتَانِ اِلٰی مِائَۃٍ وَّ عِشْرِیْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَۃً وَّ اِحْدیٰ وَّ عِشْرِیْنَ فَفِیْھَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُوْنٍ وَ یَسْتَقِرُّ بَعْدَ ذٰلِکَ فَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَ فِیْ کُلِّ خَمْسِیْنَ حِقَّۃٌ۔''[2]

''اونٹ کی زکوٰۃ کے بارہ نصاب ہیں۔

''پہلا نصاب یہ ہے کہ اونٹوں کی تعداد پانچ ہو جائے تو نو تک ایک بکری ۲۔ جب دس ہو جائے چودہ ہونے تک دو بکریاں ۳۔ جب پندرہ ہو جائے تو انیس تک تین بکریاں ۴۔ جب بیس ہو جائے تو چوبیس تک چار بکریاں ۵۔ جب یہ پچیس ہو جائے تو پانچ بکریاں ۶۔ جب چھبیس ہو جائے تو پینتیس تک ایک سال کی اونٹنی ۷۔ جب چھتیس ہو جائے تو پینتالیس تک دو سال کی اونٹنی ۸۔ جب چھیالیس ہو جائے تو ساٹھ تک تین سال کی اونٹنی ۹۔ جب اکسٹھ ہو جائے تو پچہتر تک چار سال کی اونٹنی ۱۰۔ جب چھہتر ہو جائے تو نوے تک دو سال کی دو اونٹنیاں ۱۱۔ جب اکیانوے ہو جائے تو ایک سو بیس تک تین سال کی دو اونٹنیاں ۱۲۔ اور جب ایک سو اکیس ہو جائے تو دو سال کی تین اونٹیاں زکوٰۃ کے طور پر دینا واجب ہے۔ یہاں یہ نصاب ختم ہو جاتا

۱۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب فقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۴۰۷

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۲۹

ہے اس کے بعد ہر چالیس پر دو سال عمر والی اونٹنی دیا کرے اور ہر پچاس پر تین سال کی اونٹنی واجب ہوں گے۔"

''وَّكَانَتْ بِنْتُ الْمَخَاضِ ذَاتَ سَنَةٍوَّ بِنْتُ اللَّبُوْنِ ذَاتَ سَنَتَيْنِ وَالْحِقَّةُ ذَاتَ ثَلَاثِ سِنِيْنَ وَ الْجِذْعَةُ ذَاتَ اَرْبَعِ سِنِيْنَ وَ الْجِذْعَةُ مِنَ الضَّانِ ذَاتَ سَنَةٍوَالثَّنِيَّةُ مِنَ الْمَعْزِ ذَاتَ سَنَتَيْنِ وَ مَنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَلَمْ يَجِدْهَا وَ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ يَجُوْزُ اَنْ يُّخْرِجَهَا مَعَ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًاوَلَوْ كَانَ بِالْعَكْسِ فَبِالْعَكْسِ اَخْرَجَهَاوَاَخَذَ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًاوَالذَّكَرُ وَ الْاُنْثٰى سَوَاءً فِى الْمُخْرَجِ وَالْمُخْرَجِ عَنْهُ اَيْضًا''[1]

''اونٹنی کی ایک سال کی بچھڑی کو بنت مخاص، دو سال کی اونٹنی کو بنت لبون، تین سال کی اونٹنی کو حقہ جبکہ جذعہ چار سالہ اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔ بھیڑ میں جذعہ ایک سالہ بچے کو جبکہ بکروں میں ثنیہ دو سال کے بچے کو کہا جاتا ہے۔ جس شخص پر ایک بنت لبون زکوٰۃ واجب ہو اور وہ اسے نہ پا سکے جبکہ اس کے پاس بنت مخاص موجود ہو تو بیس درہم کے ساتھ اس کی زکوٰۃ جائز ہے اگر برعکس ہو تو حکم برعکس ہو گا یعنی بنت لبون کو نکالا جائے اور بیس درہم واپس لے لے۔ جن کو بطور زکوٰۃ نکالا جائے اور جن سے زکوٰۃ نکالی جائے دونوں میں جانور کا نر یا مادہ ہونا برابر ہے۔''

''ثم اذا زادت على مائة وعشرين تستا نف الفريضةفيكون فى الخمس شاة مع الحقتين وفى العشر شاتان، وفى خمس عشرة ثلٰث شياة ،وفى العشرين اربع شياة،وفى خمس وعشرين بنت مخاض الى مائةوخمسين فيكون فيها ثلاث حقاق،ثم تستا نف الفريضة فيكون فى الخمس شاة وفى العشر شاتان،وفى خمس عشرة ثلٰث شياة وفى عشرين اربع شياة وفى خمس وعشرين بنت مخاض وفى ست وثلاثين بنت لبون ،فاذا بلغت مائة وستاًوتسعين ففيها اربع حقاق الٰى مائتين،ثم تستانف الفريضة ابداً كما تستا نف فى الخمسين التى بعد المائة والخمسين،وهٰذا عندنا،وقال الشافعى اذا زادت على مائة وعشرين واحدةففيها ثلاث بنات لبون فاذا صارت مائة و ثلاثين ففيها حقة وبنتا لبون،ثم يدار الحساب على الا ربعينات والخمسينات فيجب فى كل اربعين بنت لبون ،و فى كل خمسين حقة لما روى انه كتب اذا زادت الا بل مائة و عشرين ففى كل خمسين حقة ،و فى كل اربعين بنت لبون من غير شرط عود ما دونها،ولنا انه كتب فى اٰخر ذالك فى كتاب عمرو بن حزم فما كان اقل من ذالك ففى كل خمس ذود شاة فنعمل بالذيادة والبخت و العراب سواءلان مطلق الاسم يتناولهما،والله اعلم با لصواب''[2]

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۲۹

۲ ۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۷۷۴

پھر جب اونٹ ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو از نو فریضہ کو لوٹایا جائے گا لہذا پانچ میں دو حقوں کے ساتھ ایک بکری دس میں دو بکریاں پندرہ میں تین بکریاں بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں ایک بنت مخاض واجب ہو گی جو ایک سو پچاس تک رہے گی پھر ۱۵۰ پر تین حقے واجب ہوں گے۔ پھر از سر نو لوٹایا جائے گا چنانچہ پانچ میں ایک بکری دس میں دو بکریاں پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں واجب ہوں گی اور پچیس میں ایک بنت مخاض واجب ہو گی۔ چھتیس میں ایک بنت لبون واجب ہو گی پھر جب ایک سو چھیانوے ہو جائیں تو دو سو تک ان میں ۴ حقے واجب ہیں پھر ہمیشہ فریضے کو از سر نو لوٹایا جائے گا جیسے اس پچاس میں لوٹایا جاتا ہے جو ۱۵۰ کے بعد ہے۔ اور یہ تفصیل ہمارے یہاں ہے۔

الفقہ لاحوط کی رو سے اونٹ کی زکوٰۃ کے بارہ نصاب ہیں جو کہ اول نصاب میں شامل ہے یعنی اونٹوں کی تعداد پانچ سے ایک سو اکیس تک جن کی زکواۃ کی تفصیل اسطرح ہے:

اونٹوں کی تعداد پانچ ہو جائے تو نو تک ایک بکری ۲۔ جب دس سے چودہ تک دو بکریاں ۳۔ پندرہ سے انیس تک تین بکریاں ۴۔ بیس سے چوبیس تک چار بکریاں ۵۔ پچیس پر پانچ بکریاں ۶۔ چھبیس سے پینتیس تک ایک سال کی اونٹنی ۷۔ چھتیس سے پینتالیس تک دو سال کی اونٹنی ۸۔ چھیالیس سے ساٹھ تک تین سال کی اونٹنی ۹۔ اکسٹھ سے پچہتر تک چار سال کی اونٹنی ۱۰۔ چھہتر سے نوے تک دو سال کی دو اونٹنیاں ۱۱۔ اکیانوے سے ایک سو بیس تک تین سال کی دو اونٹنیاں ۱۲۔ ایک سو اکیس پر دو سال کی تین اونٹنیاں زکوۃ کے طور پر دینا واجب ہے۔ یہاں یہ نصاب ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد ہر چالیس پر دو سال عمر والی اونٹنی دیا کرے اور ہر پچاس پر تین سال کی اونٹنی واجب ہوں گے۔

اول نصاب جن میں صرف پانچویں نصاب الہدایہ سے مختلف ہے وہ یہ ہے کہ جب یہ پچیس ہو جائے تو پانچ بکریاں واجب ہے جب چھبیس ہو جائے تو پینتیس تک ایک سال کی اونٹنی واجب ہے جبکہ الہدایہ میں پچیس سے پینتیس تک میں ایک بنت مخاض واجب ہے۔ اول نصاب ایک سو اکیس سے ختم ہو جاتا ہے۔

الفقہ لاحوط کی رو ایک سو اکیس کے بعد ہر چالیس پر دو سال عمر والی اونٹنی اور ہر پچاس پر تین سال کی اونٹنی واجب ہوں گے۔ جبکہ الہدایہ کے مطابق جب اونٹ ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو از نو فریضہ کو لوٹایا جائے گا لہذا پانچ میں دو حقوں کے ساتھ ایک بکری، دس میں دو بکریاں، پندرہ میں تین بکریاں۔ بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں ایک بنت مخاض واجب ہو گی جو ایک سو پچاس تک رہے گی پھر ۱۵۰ پر تین حقے واجب ہوں گے۔ پھر از سر نو لوٹایا جائے گا چنانچہ پانچ میں ایک بکری دس میں دو بکریاں پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں واجب ہوں گی اور پچیس میں ایک بنت مخاض واجب ہو گی چھتیس میں ایک بنت لبون واجب ہو گی پھر جب ایک سو چھیانوے ہو جائیں تو دو سو تک

ان میں ۴ حقے واجب ہیں پھر ہمیشہ فریضے کو از سر نو لوٹایا جائے گا جیسے اس پچاس میں لوٹایا جاتا ہے جو ۱۵۰ کے بعد ہے۔ اور یہ تفصیل ہمارے یہاں ہے۔

گائے پر زکوٰۃ

''وَاَمَّا الْبَقَرُفَفِیْھَا نِصَابَانِ

''وَلَا زَکٰوۃَ فِیْھَاحَتّٰی تَبْلُغَ ثَلَاثِیْنَ فَفِیْھَا تَبِیْعٌ اَوْ تَبِیْعَۃٌ اِلٰی تِسْعٍ وَ ثَلَا ثِیْنَ فَاِذَا بَلَغَتْ اَرْبَعِیْنَ فَفِیْھَا مُسِنٌّ اَوْ مُسِنَّۃٌوَ الْاَوَّلُ ذُوْ سَنَۃٍ وَ الثَّانِیْ ذُوْ سَنَتَیْنِ وَ لَا زِیَادَۃَ اِلٰی سِتِّیْنَ فَفِیْ سِتِّیْنَ تَبِیْعَانِ وَ یَسْتَقِرُّ الْحِسَابُ فَفِیْ کُلِّ ثَلَاثِیْنَ تَبِیْعٌ وَّ فِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ مُسِنٌّ وَ یَتَغَیَّرُ فِیْ کُلِّ عَشْرٍ وَ الْجَوَامِیْسُ کَالْبَقَرِ۔''[۱]

''گائے کی زکوٰۃ کے دو نصاب ہیں۔

تعداد تیس ہونے تک گائے پر زکوٰۃ واجب نہیں تعداد تیس ہو جائے تو انتالیس تک ایک سالہ بچھڑا یا بچھڑی اور جب چالیس ہو جائے تو دو سالہ ایک بچھڑا یا بچھڑی ہے تعداد ساٹھ ہونے تک اضافی زکوٰۃ نہیں۔ ساٹھ ہونے پر ایک سالہ بچھڑا واجب ہے اور پھر یہ حساب رک جاتا ہے۔ اب ہر تیس گائے پر ایک سالہ بچھڑا اور ہر چالیس پر ایک دو سالہ بچھڑا واجب ہو گا اور یہ نصاب ہر دس کی تعداد پر تبدیل ہوتا رہے گا بھینسوں کا حکم بھی گائے جیسا ہے۔''

''الھدایہ لیس فی اقل من ثلاثین من البقر صدقۃ فاذا کانت ثلاثین سائمۃوحال علیھا الحول ففیھا تبیع او تبیعۃوھی التی طعنت فی الثانیۃوفی اربعین مسن او مسنۃ, وھی التی طعنت فی الثالثۃ،بھذا امر رسول اللہﷺ معاذاً''[۲]

''تیس سے کم بقر میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، پھر جب چرنے والے تیس بقر جمع ہو جائیں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں ایک تبیع یا ایک تبیعہ واجب ہے۔ اور یہ وہ بچہ ہے جو دوسرے سال میں داخل ہو گیا ہو۔ اور چالیس بقر میں ایک مسن یا مسنۃ ہے اور یہ وہ بچہ ہے جو تیسرے سال میں لگ چکا ہو، آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اسی کا حکم دیا تھا۔''

''فاذازادت علی اربعین وجب فی الزیادۃ بقدر ذالك الٰی ستین عند ابی حنیفہ ففی الواحدۃ الزائدۃ ربع عشروفی الا ثنین نصف عشر مسنۃوفی الثلاثۃ ثلاثۃ اربع وعشر مسنۃ وھذا روایۃ الاصل لا العفو ثبت نصاًباخلاف القیاس ولا نص ھناوروالحسن عنہ انہ لا یجب فی الزیادۃ شیئی حتیٰ تبلغ خمسین ثم فیھا مسنۃ وربع مسنۃ او ثلث تبیع لان مبنی ھٰذا النصاب علیٰ ان یکون

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۳۱

۲۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۴۷

بين كل عقدين وقص وفى كل عقد واجب وقل ابو يوسف ومحمد لا شيئ فى الزيادة حتى تبلغ ستين وهو رواية عن ابى حنيفة لقوله لمعاذ لا تاخذ من اوقاص البقر شیء وفسروه بما بين اربعين الیٰ ستين''[1]

''پھر بقر جب چالیس سے بڑھ جائیں تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں ساٹھ تک زکوۃ واجب ہو گی، چناچہ ایک کی زیادتی میں مسنہ کا چالیسواں حصہ واجب ہے اور دو کی زیادتی میں اس کا بیسواں حصہ واجب ہے اور تین کی زیادتی میں مسنہ کے تین چالیسواں حصے واجب ہیں اور یہ مبسوط کی روایت ہے، کیونکہ عفو خلاف قیاس نص سے ثابت ہے اور یہاں کوئی نص نہیں ہے۔

اور امام صاحب نے حضرت حسن بن زیاد سے یہ روایت کی ہے کہ زیادتی میں کچھ بھی واجب نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ زیادتی پچاس تک پہنچ جائے تو اس میں ایک مسنہ واجب ہو گا اور مسنہ کا چوتھائی یا تبیع کا تہائی حصہ واجب ہو گا،اس لیے اس نصاب کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہر دو عقد کے مابین عفو ہو اور ہر عقد میں واجب ہو، حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ زیادتی میں کوئی چیز واجب نہیں ہے یہاں تک زیادتی ساٹھ تک پہنچ جائے اور یہی امام ابو حنیفہ سے بھی ایک رویت ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ سے یوں فرمایا تھا کہ تم اوقاص میں بقر میں سے کچھ بھی نہ لینا،اور علمائے کرام نے چالیس سے ساٹھ کے درمیان اوقاص کی تفسیر کی ہے۔

الفقہ الاحوط کی رو سے گائے کی زکوۃ کے دو نصاب ہیں۔ پہلے نصاب میں تیس سے انتالیس تک ایک سالہ بچھڑا یا بچھڑی، چالیس پر دو سالہ ایک بچھڑا یا بچھڑی ہے تعداد ساٹھ ہونے تک اضافی زکوۃ نہیں۔ ساٹھ ہونے پر ایک سالہ بچھڑا واجب ہے اور پھر یہ حساب رک جاتا ہے۔

دوسرے نصاب میں ہر تیس گائے پر ایک سالہ بچھڑا اور ہر چالیس پر ایک دو سالہ بچھڑا واجب ہو گا اور یہ نصاب ہر دس کی تعداد پر تبدیل ہوتا رہے گا بھینسوں کا حکم بھی گائے جیسا ہے۔

پھر بقر جب چالیس سے بڑھ جائیں تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں ساٹھ تک زکوۃ واجب ہو گی چناچہ ایک کی زیادتی میں مسنہ کا چالیسواں حصہ واجب ہے اور دو کی زیادتی میں اسکا بیسواں حصہ واجب ہے اور تین کی زیادتی میں مسنہ کے تین چالیسواں حصے واجب ہیں اور صاحبین کے نزدیک ساٹھ تک کوئی زکوۃ واجب نہیں ہو گی۔ ایک روایت کے مطابق امام ابو حنیفہ کے نزدیک بھی ساٹھ تک زکوۃ واجب نہیں ہے۔

۱۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۴۸۳، ۴۸۲

بھیڑ بکریوں پر زکوٰۃ

''وَاَمَّا الْغَنَمُ فَلَا تَجِبُ فِيْهَا اِلَّا اِذَا بَلَغَتْ اَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا شَاةٌ اِلٰى مِائَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ فَاِنْ كَانَ الْمُخْرَجُ ضَاْنًا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ جِذْعَةًوَاِنْ كَانَ مَعْزًافَثَنِيَّةً فَلَايَجُوْزُ اَنْ يُّخْرَجَ الرُّبٰى وَ لَاالْمَرِيْضَةو لَا الْهَرِمَةُوَ لَا ذَاتُ الْعَوَارِ وَ لَا اَنْ تُعَدَّ لِلْاُكُوْلَةِ وَ فَحْلِ الضِّرَابِ''[1]

''بھیڑ بکریوں کی تعداد چالیس کو پہنچنے سے ہی زکوٰۃ واجب آتی ہے۔ چالیس ہو جائے تو تعداد ایک سو بیس ہونے تک ایک بکری واجب ہے۔ زکوٰۃ نکالا جانے والا بھیڑ ہو تو جذعہ (ایک سالہ) اور بکرا ہو تو دو سال کا ہونا چاہے۔ بطور زکوٰۃ نکالا جانے والا جانور کا نوزائیدہ، بیمار، عمر رسیدہ اور کانا مویشی کا نکالنا جائز نہیں اور نہ اس جانور کا نکالنا جائز ہے جسے کھانے یا نسل کشی کیلئے پالا گیا ہو۔''

''وَاِذَا بَلَغَت مِائَةً وَّ اِحْدٰى وعِشْرِيْنَ فَفِيْهَا شَاتَانِ اِلٰى مِائَتَيْنِ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ وَوَاحِدَةً فَفِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاةٍ اِلٰى اَرْبَعِ مِائَةٍفَاِذَا بَلَغَتْ اَرْبَعَ مِائَةٍ فَفِيْهَا اَرْبَعُ شِيَاةٍ
وَيَسْتَقِرُّبَعْدَذَالِک عَلٰى اَنَّ فِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةً بَالِغًا مَّا بَلَغَ واعْلَمْ اَنَّ الْمَعْلُوْفَةَ فِيْ بَعْضِ الْحَوْلِ لَيْسَتْ بِسَائِمَةٍ ''[2]

''جب تعداد ایک سو اکیس ہو جائے تو دو سو تک دو بکری، جب یہ تعداد دو سو ایک ہو جائے تو چار سو تک تین بکریاں، جب یہ تعداد چار سو کو پہنچ جائے تو چار بکریاں بطور زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔
ہر سو پر ایک بکری واجب ہو گی چاہے تعداد جتنی ہو جائے اس کے بعد نصاب یوں بر قرار رہے گا۔ واضح رہے کہ سال کا کچھ حصہ گھر میں پلنے والا جانور باہر چرنے والا جانور شمار نہیں ہو گا۔''

الہدایہ اور الفقہ الاحوط دونوں کی رو سے بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ کے نصاب میں اور بطور زکوٰۃ نکالے والے جانوروں کی تعداد میں ایک جیسا ہے۔ الہدایہ میں بھیڑ اور بکری دونوں کے لیے ایک ایک سال ہونا شرط ہے۔ تاہم الفقہ الاحوط کی رو سے زکوٰۃ نکالا جانے والا بھیڑ ہو تو جذعہ (ایک سالہ) اور بکرا ہو تو دو سال کا ہونا چاہے اور بطور زکوٰۃ نکالا جانے والا جانور کا نوزائیدہ، بیمار، عمر رسیدہ اور کانا ہونا جائز نہیں اور نہ ایسا جانور ہو جسے کھانے یا نسل کشی کیلئے پالا گیا ہو۔

جانوروں کی زکوٰۃ کی مختلف صورتیں

''وَيَجُوْزَاَنْ يُّخْرَجَ مِنَ الْاَنْعَامِ وغَيْرِهَامِنْ غَيْرِجِنْسِ مَا وَجَبَتْ فِيْهِ بِالْقِيْمَةِ السُّوْقِيَّةِلٰكِنَّ الْجِنْسَ اَفْضَلُ وَاِذَا كَانَتِ الْاَنْعَامُ مَرَاضًا فَلَا يُطَالَبُ بِالصَّحِيْحَةِوَ يَجُوْزُ الْاَدَاءِمِنْ غَيْرِ غَنَمِ الْبَلَدِوَلَوْ كَانَتْاَدْوَنَ وَلَوْ

ا۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۳۱

۲۔ ایضاً

كَانَ شَرِيْكَانِ خَلَطَاانْعَامَهُمَافَكَمُلَ عَدَدُ النِّصَابِ فَلَا تَاثِيْرَ لَهَا فِى النِّصَابِ وَلَا تَجِبُ الزَّكٰوةُ وَ لَوْ فَرَّقَ لِلْفِرَارِ مِنَ النِّصَابِ ذُوْحِيْلَةٍلَمْ تَسْقُطِ الزَّكٰوةُ ۔''[1]

''جانوروں پر واجب زکوٰۃ کے بدلے اس جنس کے سوا دوسری جنس سے بازاری قیمت کے مطابق کوئی چیز بطور زکوٰۃ نکالنا بھی جائز ہے تاہم اسی جنس کا ہونا افضل ہے۔ اگر سارے جانور بیمار ہوں تو زکوٰۃ کیلئے تندرست جانور کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔ کسی اور شہر کے جانوروں کو زکوٰۃ میں دینا جائز ہے اگرچہ وہ کمتر ہی کیوں نہ ہو، اگر دو شراکت دار مویشیوں کو باہم ملادے اور تعداد نصاب مکمل ہو جائے تو اس کا نصاب پر اثر نہیں ہوگا اور زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ اگر کوئی چالباز زکوٰۃ سے بھاگنے کیلئے مویشیوں کو باہم جدا کرے تو زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی۔''

گھوڑوں پر زکوٰۃ

''وَاَمَّا الْمُسْتَحَبَّۃُاَيْضًامِنَ الْحَيْوَانِ وَالنَّبَاتِ وَالْمَعْدَنِ فَمِنَ الْحَيْوَانِ لَا يَكُوْنُ اِلَّا الْخَيْلَ يُشْتَرَطُ فِيْهَا الْحَوْلَانُ وَالسَّوْمُ وَ اَنْ تَكُوْنَ اِنَاثًا فَيُخْرَجُ مِنْ شَرِيْفِهَا دِيْنَارَانِ وَ مِنْ سَافِلِهَا دِيْنَارٌ[2]

''حیوانات، نباتات اور معدنیات پر بھی زکوٰۃ سنت ہے۔ پس جانوروں میں گھوڑوں پر مسنون زکوٰۃ اس شرط پر آتی ہے کہ سال گزرا ہو، باہر چرا ہو اور مادہ ہو۔ پس اگر گھوڑا عمدہ نسل کا ہو تو دو دینار اور کم درجے کا ہو ایک دینار زکوٰۃ سنت ہے۔''

''اذا کانت الخیل سائمۃذکوراً و انا ثا فصاحبھما بالخیاران شاء اعطی عن کل فرس دیناراًوان شاء قومھاواعطی عن کل مائتین خمسۃ دراھم وھٰذا عند ابی حنیفۃ وھو قول زفر وقالا:لا زکوٰۃ فی الخیل لقولہ لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فی فرسہ صدقۃ،ولہ قولہ فی کل فرس سائمۃ دینارا او عشرۃ دراھم''[3]

''جب گھوڑے سائمہ ہوں، نر ہو یا مادہ، تو ان کے مالک کو اختیار ہے اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار زکوٰۃ میں دے اور اگر چاہے تو ان کی قیمت لگا کر ہر دو سو دراہم میں سے پانچ دراہم دے اور یہ حکم امام ابو حنیفہ کے یہاں ہے اور یہی امام زفر کا قول بھی ہے۔

حضرات صاحبین کہتے ہیں کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان پر اس کے غلام اور اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ حضرت امام صاحب کی دلیل

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۳۲

[2] ۔ ایضاً، ص، ۱۳۲

[3] ۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۳\۴۹۱

آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ "ہر چرنے والے گھوڑے میں ایک دینار یا دس دراہم (بطور زکواۃ) واجب ہیں۔''

الفقہ الاحوط کی رو سے گھوڑوں پر زکوٰۃ مسنون ہے اگر سال گزرا ہو باہر چرا ہو اور مادہ ہو۔ پس اگر گھوڑا عمدہ نسل کا ہو تو دو دینار اور کم درجے کا ہو ایک دینار زکوٰۃ سنت ہے۔

الہدایہ کی رو سے جب گھوڑے سائمہ ہوں اور نر مادہ مخلوط ہوں تو ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار زکوٰۃ میں دے اور یہ حکم امام ابو حنیفہ کے یہاں ہے جب کہ حضرات صاحبین کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

نباتات پر زکوٰۃ

''وَاَمَّا النَّبَاتُ مِنَ الْغَلَّاتِ فَالْحِنْطَةُ وَالشَّعِيْرُوَ مِنَ الثِّمَارِ اَلتَّمَرُوَالزَّبِيْبُ رَطْبُهُمَا وَ يَابِسُهُمَا فَلَا زَكٰوةَ فِيْ شَيْئٍ مِّنْهَاإِلَّا بَعْدَ النِّصَابِ وَ هُوَ خَمْسَةُ اَوْسُقٍ وَهُوَ بِالْمَنِّ الصَّغِيْرِ ثَمَانِ مِائَةِ مَنٍّ وَبِالْمَنِّ الْكَبِيْرِ الَّذِىْ وَزْنُهُ سِتُّ مِائَةِ دِرْهَمٍ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّ سِتَّةٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ مَنًّا وَّ ثُلُثَا مَنٍّ تَقْرِيْبًا۔''[1]

نباتاتی اشیاء میں غلہ جات میں گندم اور جو ,پھلوں میں کھجور اور کشمش، چاہے تر ہو یا خشک دونوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ ان میں سے کسی پر بھی زکوٰۃ نصاب کے بعد ہی واجب ہوتی ہے یہ نصاب پانچ وسق کا ہونا ہے، یہ تعداد من صغیر کے حساب سے آٹھ سو من ہے اور من کبیر جس کا وزن چھ سو درہم کے برابر ہے، کے حساب سے تین سو چھیالیس اور دو تہائی من ہے۔

نباتات پر زکوٰۃ کا وجوب

''وَتَتَعَلَّقُ الزَّكٰوةُ بِهَا وَقْتَ حُصُوْلِهَافَلِلْحِنْطَةِوَالشَّعِيْرِ بَعْدَ تَنْقِيَتِهِمَا مِنَ التِّبْنِ وَ لِلتَّمْرِ وَ الزَّبِيْبِ وَقْتَ الْاِحْمِرَارِ وَالْاِصْفِرَارِيَعْنِىْ لَا تَأْثِيْرَ لِحَوْلَانِ الْحَوْلِ فِى النَّبَاتَات فَاِنَّهَا اِنْ حَصَلَتْ بِمَاءِالسَّمَاءِاَوِ الْيَنَابِيْعِ وَالْقَنَوَاتِ فَفِيْهَا الْعُشْرُوَاِنْ حَصَلَتْ بِالنَّوَاضِحِ اَوِ الدَّوَالِىْ اَوِ الدَّوَالِيْبِ فَفِيْهَا نِصْفُ الْعُشْرِوَ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّخْرَجَ الْعُشْرُ مِنْهَاإِلَّا بَعْدَ مَؤُوْنَةِ اَسْبَابِهَا۔[2]

''ان چیزوں پر زکوٰۃ ان کے حصول کے وقت کے ساتھ لازم ہو گی۔ چنانچہ گندم اور جو پر انکے بھوسے سے الگ ہوتے ہی اور کھجور اور کشمش پر سرخ اور زرد رنگت کے وقت زکوٰۃ واجب ہو گی یعنی نباتات میں سال گزرنے کی شرط نہیں۔ یہ اگر بارش یا چشموں یا نہری پانی سے سیر اب ہو تو ہو تو دسواں حصہ اور اگر رہٹ ' ڈھول یا حیوان کے ذریعے حاصل کردہ پانی سے سیر اب ہوئی ہو تو اس میں بیسواں حصہ واجب ہے۔ عشر اس کے اسباب کے اخراجات کو منہا کرنے کے بعد ہی ادا کیا جائے ۔''

۱۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۳\۴۶

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۳۴

''قال ابو حنيفةفی قليل ما اخرجته الاوكثيره العشرسواء سقی سيحاًاو سقته السماءالا القصب والحطب والحشيش وقال لا عجب العشرالا فيما له ثمرة باقية اذا بلغ خمسة اوسق والوسق ستون صا عاً بصاع النبیﷺ''[1]

''امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ زمین کی تھوڑی اور زیادہ پیداوار میں عشر واجب ہے خواہ زمین جاری پانی سے سینچی گئے ہوں یا اسے آسمانی پانی نے سیر اب کیا ہو، نر کل، ایندھن کی لکڑی اور گھاس کے علاوہ، حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ عشر پیداوار میں واجب ہے جن کے پھل باقی رہتے ہیں اور یہ پانچ وسق کو پہنچ جائیں اور یہ وسق نبی اکرم ﷺ کے صاع سے آٹھ صاع کا ہوتا ہے۔''

''حضرات صاحبین فرماتے ہیں۔ایسی پیداوار پر عشر یا نصف عشر واجب ہو گا جو بغیر کسی تدبیر وسٹور کرنے کے سال تک خراب ہوئے بغیر باقی رہے جیسا کہ گندم، جو، کھجور اور کشمش وغیرہ اور پانچ وسق کو پہنچ جائیں چنانچہ سبزیوں میں کوئی عشر نہیں اور یہی قول امام شافعی کا بھی ہے ان حضرات کی دلیل حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے۔"ليس فيمااقل من خمسة اوسق صدقة''[2]

الفقہ الاحوط کی رو سے نباتاتی اشیاء کے غلہ جات میں گندم اور جَو، پھلوں میں کھجور اور کشمش پر زکوۃ واجب ہے۔ان میں سے کسی پر بھی زکوٰۃ نصاب کے بعد ہی واجب ہوتی ہے ان کا نصاب پانچ وسق کا ہے۔ چنانچہ گندم اور جو پر انکے بھوسے سے الگ ہوتے ہی اور کھجور اور کشمش پر سرخ اور زرد رنگت کے وقت زکوۃ واجب ہو گی یعنی نباتات میں سال گزرنے کی شرط نہیں۔یہ اگر بارش یا چشموں یا نہری پانی سے سیر اب ہوئی ہو تو دسواں حصہ اور اگر رہٹ 'ڈھول یا حیوان کے ذریعے حاصل کردہ پانی سے سیر اب ہوئی ہو تو اس میں بیسواں حصہ واجب ہے۔ اسباب کے اخراجات کو منہا کرنے کے بعد ہی عشر ادا کیا جائے ۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک نر کل، ایندھن کی لکڑی اور گھاس کے علاوہ زمین کی تھوڑی اور زیادہ پیداوار میں عشر واجب ہے خواہ زمین جاری پانی سے سینچی گئے ہوں یا آسمانی پانی نے سیر اب کیا ہو جبکہ صاحبین کے نزدیک عشر پیداوار میں واجب ہے جن کے پھل باقی رہتے ہیں اور یہ پانچ وسق کو پہنچ جائیں۔

معدنیات پر زکوۃ

''وَاَمَّاالْمَعْدَنِیَّاتُ فَالذَّھَبُ وَالْفِضَّةُ وَلَاتَجِب الزَّکٰوة فِیْهِمَااِلَّابَعْدَالنِّصَابِ وَحَوْلَانِ الْحَوْلِ۔''[3]

۲۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۳\۴۶

۳۔ فقہ حنفی ۱\۳۵۳

۳ ۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ۱۳۴

''معدنیات میں سونا اور چاندی پر زکوٰۃ آتی ہے۔ ان دونوں پر زکوٰۃ نصاب کی تکمیل اور سال گزر جانے کے بعد ہی زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔''

سونے پر زکوٰۃ

''اَمَّاالذَّھَبُ فَنِصَابُهُ اَنْ یَّبْلُغَ عِشْرِیْنَ دِیْنَارًافَاِذَا بَلَغَ اِلٰی ھٰذَا الْقَدْرِوَحَالَ عَلَیْهِ الْحَوْلُ وَجَبَ فِیْهِ رُبْعُ الْعُشْرِوَھُوَ نِصْفُ دِیْنَارٍوَفِیْمَازَادَعَلَیْهِ بَعْدَ النِّصَابِ فَفِیْ کُلِّ اَرْبَعَةِدَنَانِیْرَیَجِبُ قِیْرَطَانِ اَعْنِیْ رُبْعُ الْعُشْرِوَلَا یَجِبُ شَیْئٌ فِیْمَا نَقَصَ عَنْ اَرْبَعَةٍ ۔''[1]

''سونے کا نصاب یہ ہے کہ یہ بیس دیناروں کو پہنچ جائے جب اس مقدار کو پہنچے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ واجب ہے اور یہ نصف دینار ہے اور جب مقدار اس نصاب سے زائد ہو جائے تو ہر چار دینار پر دو قیراط یعنی چالیسواں حصہ واجب ہے اور چار دینار سے کم مقدار پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں۔''

''ولیس فیما دون اربعة مثاقیل صدقةعند ابی حنیفة وعندھماتجب بحساب ذالك وھی مسئلة الکسور وکل دینارعشرة دراھم فی الشرع فیکون اربعة مثاقیل فی ھذا کاربعین درھماً''[2]

''اور حضرت امام ابو حنیفہ کے یہاں چار مثاقیل سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور حضرت صاحبین کے یہاں اسی حسب سے زکوٰۃ واجب ہو گی اور یہ کسور کا مسئلہ ہے اور شریعت میں ہر دینار دس درہم کا ہوتا ہے لہٰذا اس میں چار مثقال چالیس دراہم کی طرح ہوں گے۔''

سونے کی زکوٰۃ کا نصاب دونوں فقہ میں بیس دینار اور نصف دینار بطور زکوٰۃ واجب ہے۔ الفقہ الاحوط کی رو سے جب مقدار اس نصاب سے زائد ہو جائے تو ہر چار دینار پر دو قیراط یعنی چالیسواں حصہ واجب ہے لیکن چار دینار سے کم پر زکواۃ واجب نہیں اور امام ابو حنیفہ کے ہاں بھی یہی حکم ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اگر ایک مثقال کی زیادتی ہوئی تو اس میں نصف قیراط واجب ہو گا کیونکہ ایک مثقال بیس قیراط کا ہوتا ہے اور بیس کا چالیسواں نصف ہے۔

چاندی پر زکوٰۃ

''وَاَمَّا الْفِضَّةُ فَنِصَابُھَا اَنْ تَبْلُغَ مِائَة دِرْھَمٍ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَة دِرْھَمٍ وَحَالَ عَلَیْھَا الْحَوْلُ فَفِیْھَا رُبْعُ الْعُشْرِاَیْضًا وَھُوَخَمْسَةُ دَرَاھِمَ وَکَانَتْ عَشَرَةُ دَرَاھِمَ بِوَزْنِ سَبْعَةِ مَثَاقِیْلَ وَمَا زَادَ عَلَیْھَا بَعْدَ النِّصَابِ

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۳۴

۲۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۵۲۷

فَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ دِرْهَمًا یَجِبُ دِرْهَمٌ وَمَا نَقَصَ مِنْ اَرْبَعِیْنَ لَا یَجِبُ فِیْهِ وَلَا زَکٰوۃَ فِی الْحُلِیِّ وَلَوْ کَانَ ذَهَبًا اَوْ فِضَّۃً وَاِعَارَتُهٗ تَقُوْمُ مَقَامَ الزَّکٰوۃِ اسْتِحْبَابًا۔''[1]

''چاندی کا، نصاب دوسو درہم تک پہنچنا ہے اور جب یہ دوسو درہم کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس پر بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہے یعنی پانچ درہم۔ دس درہم کا وزن سات مثقال کے برابر ہے نصاب کے بعد تعداد بڑھنے کی صورت میں ہر چالیس درہم پر ایک درہم بطور زکوٰۃ واجب ہو گی اور اگر چالیس سے کم ہو تو واجب نہیں ہے۔ زیورات سونے کے ہوں یا چاندی کے کوئی زکوٰۃ نہیں اور زیور کسی کو عاریۃً دینا زکوٰۃ سنت کے قائم مقام ہوا کرتی ہے۔''

حضرت جابرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''لَیْسَ فِي الْحُلِيِّ زَکَاۃٌ''[2]

''زیورات میں زکوۃ نہیں ہے۔''

مالکیہ کہتے ہیں کہ مباح زیور مثلاً عورت کے کنگن، جہاد کی تلوار کا قبضہ اور مردوں کے سونے کے بنے ہوئے دانت اور ناک پر زکواۃ نہیں ہے۔[3]

الفقہ لاحوط کی رو سے سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب نہیں مگر مسنون آتی ہے اور زیور کسی کو عاریۃً دینا بھی سنت زکوٰۃ کے قائم مقام ہوا کرتی ہے۔

سونے کے زیورات پر زکواۃ کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً فقہائے حجاز امام مالک، امام لیث اور امام شافعی کی رائے ہے کہ ان میں زکوۃ نہیں ہے جب کہ ان کا استعمال لباس اور زینت کے لیے ہو۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اُن میں زکوۃ کے قائل ہیں۔

''وَلَا زَکٰوۃَ اَیْضًا فِیْ سَائِرِ الْجَوَاهِرِ النَّفِیْسَۃِ کَاللَّاٰلِیْ وَ الْیَوَاقِیْتِ وَ غَیْرِهَا وَالتَّحْلِیَۃُ بِالذَّهَبِ حَرَامٌ لِّلرِّجَالِ اِلَّا الْغُزَاۃَ فَاِنَّ التَّحْلِیَۃَ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّۃِ وَسَائِرِ الْجَوَاهِرِ یَجُوْزُ لَهُمْ عَلَی الْاَکْسِیَۃِ وَ الْاَسْلِحَۃِ کَلُبْسِ الْحَرِیْرِ۔''[4]

1۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۳۴

2۔ علامہ ابن رشد القرطبی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ص، ۳۴۶

3۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب فقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۷۴۶

4۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۳۴

''تمام قیمتی جواہرات مثلاً موتی اور یاقوت پر کوئی زکوٰۃ نہیں آتی۔ مردوں کیلئے جنگ کے سوا سونے کے زیورات استعمال کرنا حرام ہے ،کیونکہ غازیوں کیلئے سونا چاندی اور دیگر جواہرات سے مزین کپڑوں اور اسلحوں کا استعمال ریشمی کپڑا پہننے کی مانند جائز ہے۔''

''قال ولا شیئ فی الزیادۃحتیٰ تبلغ اربعین فیکون فیھا درھم،ثم فی کل اربعین درھماً درھم ،وھٰذا عند ابی حنیفۃ ،وقالا زاد علی المئتین فزکوٰتہ بحسابھاوھو قول الشافعی لقولہﷺ فی حدیث علی وما زاد علی ما ئتین فحسا بہ''[1]

''فرماتے ہیں کہ زیادتی میں کچھ واجب نہیں ہے، یہاں تک کہ زیادتی چالیس تک پہنچ جائے چناچہ ۴۰ میں ایک درہم واجب ہو گا پھر ہر چالیس درہم میں ایک درہم واجب ہو گا اور یہ حکم امام ابو حنیفہ کے یہاں ہے، صاحبین فرماتے ہیں کہ ۲۰۰ پر جتنا اضافہ ہو اس کی زکوٰۃ اسی کے حساب سے ہو گی اور یہی امام شافعی کا قول ہے اس لیے حضرت علیؑ کی حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "جو دو سو پر زیادہ ہو اس کی زکوٰۃ اسی کے حساب سے ہو گی۔

الفقہ لاحوط کی رو سے چاندی کا نصاب دو سو درہم تک پہنچنے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس پر بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہے یعنی پانچ درہم۔ نصاب کے بعد تعداد بڑھنے کی صورت میں ہر چالیس درہم پر ایک درہم بطور زکوٰۃ واجب ہو گی اور اگر چالیس سے کم ہو تو واجب نہیں ہے۔ جبکہ الہدایہ کے مطابق زیادتی میں کچھ واجب نہیں ہے، یہاں تک کہ زیادتی چالیس تک پہنچ جائے اور امام ابو حنیفہ کے یہاں ہر چالیس درہم میں ایک درہم واجب ہو گا جبکہ صاحبین کے مطابق دو سو پر جتنا اضافہ ہو اس کی زکوٰۃ اسی کے حساب سے ہو گی اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

خمس کے احکام مسائل

''وَمِن الْمَعْدَنِيَّات مَا كَان خَسِيْسًاكَالْمَغْرَةِوَالْقِيْرِوَالنِّفْطِ وَالزَّرْنِيْخِ وَالْكِبْرِيْتِ وَالشَّبِّ وَالرَّصَاصِ وَالْقَلْعِيِّ وَالْحَدِيْدِ وَالنُّحَاسِ وَالزِّيْبَقِ وَ مِثْلِهَا وَفِيْ صَيْدِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اِذَا بَلَغَ مَبْلَغَ النِّصَابِ بَعْدَ اِخْرَاجِ الْمَؤُنَاتِ يَسْتَحِبُّ فِيْهِ الْخُمُسُ عَلَى الْفَوْرِ''[2]

"معدنیات میں سے جو چیزیں کم درجے کی ہیں مثلاً سرخ مٹی، سیاہ مٹی، تارکول، ہڑتال، گندگ، پھٹکری، سیسہ قلعی، لوہا، تانبا، پارا اور ان کے علاوہ اسی طرح خشکی و سمندر کا شکار۔ یہ تمام چیزیں جب نصاب کو پہنچ جائے تو اخراجات کو منہا کرنے کے بعد فوری طور پر پانچواں حصہ نکالنا سنت ہے۔''

۱۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۲\۵۲۱

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۳۶

''وَمَاكَان شَرِيْفًا كَالْيَوَاقِيْتِ وَاَصْنَافَاللَّعْلِ وَالزَّمَرُّدِ وَالْعَقِيْقِ وَالْفِيْرُوْزَجِ وَالْكَهْرُبَاءوَالْجَوَاهِرِالْبَحْرِيَّةِ كَالدُّرِ وَ اللّاٰ لِيْ وَالْعَنْبَرِ وَالْمِسْکِ وَالْمَرْجَانِ وَمِثْلِهَا وَجَوَاهِرِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِوَالرِّكَازِوَهِي دَفَائِنُ الْكَفَرَةِ اِذَا بَلَغَ مَبْلَغَ النِّصَابِ بَعْدَ اِخْرَاجِ الْمَؤُنَاتِ فَفِيْهِ الْخُمُسُ وَاجِبٌ عَلَى الْفَوْرِكَغَنَائِمِ دَارِ الْحَرْبِ۔''[۱]

''اگر معدنیات میں سے جو قیمتی ہوں مثلاً یاقوت، لعل زمرد یا عقیق یا فیروزہ اور کہرباء کی اقسام اور سمندری جواہرات مثلاً یاقوت، موتی، عنبر، مسک، مرجان اوران جیسی چیزیں اور سونا چاندی کے جواہرات اور رکاز جو کافروں کے پوشیدہ خزانوں کو کہتے ہیں اگر یہ چیزیں اخراجات منہا کرنے کے بعد نصاب کو پہنچ جائے تو میدان جنگ کے مال غنیمت کی مانند فوراً خمس کی ادائیگی واجب ہے۔''

''قال معدن ذهب او فضةاو حديداو رصاص اوصفروجد فى ارض خراج او عشر ففيه الخمس عندنا وقا ل الشافعى لا شيئ عليه فيه لانه مباح سبقت يده اليه كا الصيد الا اذا كان المستخرج ذهباً او فضة فيجب فيه الزكوٰة ولا يشترط الحول فى قول لانه نماء كله والحول للتنمية ولنا قول وفى الركاز الخمس وهو من الركز فاطلق على المعدن و لانها كانت فى ايدى الكفرة وحوتها ايدينا غلبة فكانت غنيمة وفى الغنائم الخمس،بخلاف الصيد،لانه لم يكن فى يد احد الا ان للغانمين يداً حكمية لثبوتها على اظاهر،واماالحقيقة فلواجدفاعتبرنا الحكمية فى حق الخمس والحقيقة فى حق الاربعة الاخماس حتٰى كانت للواحد''[۲]

''فرماتے ہیں کہ سونے یا چاندی یا لوہے یا رانگ یا پیتل کی ایسی کان جو خراجی یا عشری زمین میں پائی جائے تو اس میں ہمارے یہاں پانچواں حصہ واجب ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ پانے والے پر اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے کیونکہ یہ ایک مباح چیز ہے جو پہلے اس شخص کے ہاتھ لگی ہے جیسے شکار الا یہ کہ جب کان سے نکالی ہوئی چیز سونا یا چاندی ہو چنانچہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی اور ایک قول کے مطابق سال گزرنا بھی شرط نہیں ہو گا، اس لیے کہ یہ سب کا سب نماء ہے اور حولان حول کی شرط نماء ہی کے لیے تھی۔

ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے (فِي الرِّكَازِ الخُمُسُ) زمین دھات میں پانچواں حصہ ہے کہ رکاز میں خمس واجب ہے اور رکاز رکز سے مشتق ہے لہٰذا معدن پر بھی اس کا اطلاق ہو گا۔ اور غنیمتوں میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے۔ برخلاف شکار کے کیونکہ وہ کسی کے قبضے میں نہیں ہوتا مگر غازیوں کا قبضہ حکمی قبضہ تھا کیونکہ وہ ظاہر پر ثابت تھا۔ رہا حقیقی قبضہ تو وہ پانے والے کا ہے چنانچہ خمس کے حق میں حقیقی قبضے کا اعتبار کیا حتیٰ کہ وہ پانے والے کا ہو گا۔''

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۳۶

۲۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۳۶\۳

"ولا خمس فی الولو والعنبر عند ابی حنیفة ومحمد وقال یوسف فیهماوفی کل حلیة تخرج من البحر خمس لان عمراخذ الخمس من العنبر"[1]

"اور حضرات طرفین کے یہاں موتی اور عنبر میں خمس نہیں ہے۔ امام یوسف فرماتے ہیں کہ ان میں اور سمندر سے نکلنے والے ہر زیور میں خمس واجب ہے اس لیے کہ حضرت عمرؓ نے عنبر میں سے خمس لیا ہے۔"

"ولیس فی الفیروزج الذی یوجد فی الجبال خمس لقول لا خمس فی الحجر"[2]

"اور پہاڑوں میں پائے جانے والے فیروزۃ میں خمس واجب نہیں ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ پتھر میں خمس نہیں ہے۔"

خمس سات چیزوں پر واجب ہوتا ہے۔

۱- وہ نفع ہو کسب (کاروبار) سے حاصل ہو۔ ۲- معدن (کان) ۳- گنج (خزانہ) ۴- مال حلال مخلوط بحرام ۵- وہ جواہرات جو کہ دریا میں غوطہ لگانے سے ہاتھ آئیں ۶- جنگ میں مال غنیمت ۷- وہ زمین جو کافرومی نے مسلمان سے خریدی ہو۔[3]

الفقہ الاحوط کی رو سے معدنیات میں سے کم درجے کی چیزیں مثلاً سرخ مٹی، کالی مٹی، تارکول، ہڑتال، گندگ، پھٹکری، سیسہ، قلعی، لوہا، تانبا، پارااور اس کے علاوہ خشکی و سمندر کا شکاراور جو قیمتی ہوں مثلاً یاقوت، لعل، زمرد یا عقیق یا فیروزہ اور کہرباء کی اقسام اور سمندری جواہرات مثلاً یاقوت، موتی، عنبر، مسک، مرجان اوران جیسی چیزیں اور سونا چاندی کے جواہرات اور رکاز جو کافروں کے پوشیدہ خزانوں کو کہتے ہیں اگر یہ چیزیں اخراجات منہا کرنے کے بعد نصاب کو پہنچ جائے تو میدان جنگ کے مال غنیمت کی طرح فوراً خمس کی ادائیگی واجب ہے۔ اس طرح بارہ کم قیمتی اور چودہ قیمتی چیزوں پر خمس واجب ہیں۔

قیمتی جواہرات اور قیمتی پتھر پر خمس کے بارے میں میں فقہاکے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ سونے یا چاندی یا لوہے یا رانگ یا پیتل کی ایسی کان جو عشری زمین میں پائی جائے امام شافعی کے علاوہ باقی ائمہ کے ہاں خمس واجب ہے. امام یوسف فرماتے ہیں کہ ان میں اور سمندر سے نکلنے والے ہر زیور میں خمس واجب ہے جبکہ اہل تشیع میں کاروبار سے نفع شدہ مال پر، معدن۔ گنج، قیمتی جواہرات، جنگی مال غنیمت وغیرہ پر خمس واجب ہیں۔

۱۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۴۴\۳

۲۔ ایضاً، ص، ۴۳\۳

۳۔ امام خمینی، توضیح المسائل، ۲۶۲

مصارف خمس

''وَ مَصَارِفُهٗ کَمَا ذُکِرَ فِی الْقُرْآنِ وَ قَالَ عَزَّوَجَل ''وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْئٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِیْ الْقُرْبٰی وَ الْیَتَامٰی وَ الْمَسَاکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ''[1]

''جان لو جو چیز تمہیں مال غنیمت میں مل جائے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ رسولؐ اور رسولؐ کے قرابتداروں یتیموں مساکین اور مسافروں کے لیے ہے۔''

اللہ کے حصے کا مصرف

''فَمَا کَانَ لِلّٰہِ فَمَصْرَفُہٗ اَوْلِیَاءَاللّٰہِ وَھُمْ لَا یُوْجَدُوْنَ فِیْ کُلِّ بُقْعَۃٍمِّنَ الْقُرٰی وَالْبُلْدَانِ وَالنَّاسُ لَا یَعْرِفُوْنَھُمْ فَاِنْ اَرَدْتَّ اَنْ تَعْرِفَھُم فَاعْرِفْھِمْ بِالْکَرَامَاتِ الَّتِیْ دَلَّ عَلٰی صِحَّتِھَا الْقُرْآنِ وَسِیْرَۃُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کَالْاِخْبَارِمِنَ الْغَیْبِ لِاَنَّ الْغَیْبَ لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللّٰہُ فَاِذَا اَخْبَرَ اَحَدٌ مِّنَ الْغَیْبِ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ مِنَ اللّٰہِ فَھُوَ وَلِیُّ اللّٰہِ وَاِنْ لَّمْ یُوْجَدْ ھٰؤُلَاءِالرِّجَالُ یَجُوْزُ صَرْفُ سَھْمِ اللّٰہِ فِیْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَ تَعْمِیْرِھَاوَسَائِرِ بِقَاءِ الْخَیْرِ وَ الْحِیَاضِ وَ الْقَنوَاتِ وَ الْقَنَاطِیْرِ وَ سَائِرِ الْخَیْرَاتِ۔''[2]

''جو حصہ اللہ کا ہے اس کا مصرف اولیاء کرام ہیں وہ ہر دیہات شہروں کے ہر ایک قطعہ زمین میں نہیں پائے جاتے اور لوگ ان کو پہچان بھی نہیں کر سکتے۔ اگر آپ ان کو پہچاننا چاہتے ہو تو ان کے کرامات سے پہچان لو جن کے صحیح ہونے پر قرآن پاک اور انبیاء کی سیرت کی رہنمائی موجود ہے۔ مثلاً غیب کی خبر دینا، غیب سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور اگر کوئی غیب کی خبر دے تو اس کا مطلب ہے اور وہ ولی اللہ ہے۔ اگر ایسے لوگ نہ پائے جاتے ہوں تو خمس میں اللہ کے حصے کو مسجد کی بنیاد رکھنے، اس کی تعمیر کرنے، نیکی کے مقامات جیسے تالابوں کے بنانے، نہریں کھودنے اور پل کی تعمیر اور دیگر اچھے کاموں کیلئے خرچ کرنا جائز ہے۔''

مصرف رسول

''وَمَا کَانَ لِلرَّسُوْلِ فَمَصْرَفُہٗ اَلْعُلَمَاءُبِاللّٰہِ وَ بِاَحْکَامِ اللّٰہِ وَ بِطَرِیْقِ الْوُصُوْلِ اِلَی اللّٰہِ لِمَا قَالَ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ''اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء[3]'' لَاالْجُھَّالُ الْمُتَلَقِّطَۃُ الْمُتَرَسِّمَۃُ الْمُتَشَبِّھَۃُ اَلْسِنَتُھُمْ بِالْعُلَمَاء''[4]

"خمس کا جو حصہ رسولؐ کا ہے اس کا مصرف وہ علماء کرام ہیں جو اللہ کی احکام اور اللہ تک رسائی حاصل کرنے کے طریقوں سے واقف ہوں اور اس راہ پر چلتے ہیں جو اللہ تک پہنچتی ہے۔ جس طرح فرمان نبوی ﷺ ہے

---

[1] ۔ سورۃ الانفال:۴۱\۱۳۶

[2] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۳۶

[3] ۔ ریاض الصالحین،۱۳۸۸، ج ۱۲، حدیث،۱۳

[4] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۳۶

کہ کہ علماء ہی انبیاؑ کے وارث ہیں۔ وہ لوگ نہیں جن کی زبانیں لفظی اور رسمی طور پر علماء سے مشابہت رکھتی ہیں۔''

قرابتداروں کا حصہ

''وَمَا کَانَ لِذِیْ الْقُرْبٰی فَمَصْرَفُهُ السَّادَاتُ وَ هُمْ بَنُوْ هَاشِمٍ وَ فِیْ زَمَانِنَا هٰذَا لَا یُوْجَدُ مِنْهُمْ اِلَّا بَنُوْ عَلِیٍّ وَّ بَنُوْ جَعْفَرٍ وَّ بَنُوْ عَبَّاسٍ فلَوْ وُجِدَ اِمَامٌ فِیْ الْعَالَمِ مُتَّصِفٌ بِصِفَاتِ الْکَمَالِ حَسَبًا وَّ نَسَبًا لَا رَیْبَ اَنَّ هٰذِهِ السِّهَامَ الثَّلَاثَةَ تُصْرَفُ اِلَیْهِ لِاَنَّهُ وَلِیُّ اللّٰهِ وَ خَلِیْفَتُهُ وَ الْعَالِمُ بِاللّٰهِ وَ بِاَحْکَامِهِ وَ بِطَرِیْقِ الْوُصُوْلِ اِلَیْهِ وَ اَقْرَبُ الْاَقْرَبَاءِ لِرَسُوْلِهِ۔''[1]

''خمس کا جو حصہ رسول کے قرابتداروں کا ہے، اس کا مصرف سادات عظام ہیں۔ وہ ہاشم کی اولادیں ہیں اور ہمارے دور میں ان میں سے اولاد علی، اولاد جعفر اور اولاد عباس موجود ہیں۔ اگر کوئی کائنات میں ایسا امام پالے جو حسب و نسب کے لحاظ سے اوصاف کمال سے متصف ہوں تو بلا شک یہ تینوں حصے اس امام کو دیئے جائیں گے کیونکہ یہ اللہ کا ولی اور اس کا خلیفہ اللہ اور اس کے احکامات کا علم رکھتا ہے اور اس راستے پر ہے جو اللہ تک پہنچتا ہے اور وہ اللہ کے رسول کی سب سے زیادہ قریبی شخصیت ہے۔''

یتیموں کا حصہ

''وَمَا کَانَ لِلْیَتَامٰی فَمَصْرَفُهُ الْاَحَقُّ یَتَامٰی آلِ مُحَمَّدٍاِنْ وُّجِدُوْاوَاِنْ لَّمْ یُوْجَدُوْا فَیَتَامٰی بَنِیْ هَاشِمٍ وَّ اِنْ لَّمْ یُوْجَدُوْا فَیَتَامٰی اَوْلَادِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَ اِنْ لَّمْ یُوْجَدُوْا فَیَتَامٰی اَوْلَادِ الْاَنْصَارِوَ اِنْ لَّمْ یُوْجَدُوْافَیَتَامٰی سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ۔''[2]

''خمس کا جو حصہ یتیموں کا ہے اس کا سب سے زیادہ حقدار آل محمد ﷺ کے یتیم بچے ہیں، اگر وہ پائے جاتے ہوں اگر وہ نہ پائے جائیں تو اولاد ہاشم کے یتیم حقدار ہونگے۔ یہ بھی نہ پائے جاتے ہوں تو مہاجرین کے یتیم اگر یہ بھی نہ ملیں تو انصار کے یتیم ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ملے تو مسلمانوں کے تمام یتیم بچے اس حصے کے حقدار ہونگے۔''

مساکین کا حصہ

الفقہ الاحوط کے مطابق مسکینوں کے حصے کی تفصیل اسطرح آئی ہے:

''وَمَا کَانَ لِلْمَسَاکِیْنِ فَمَصْرَفُهُ مَسَاکِیْنُهُمُ الْاَحَقُّ فَالْاَحَقُّ کَالْیَتَامٰی۔''

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۳۶

۲۔ ایضاً

''جو حصہ مساکین کا ہے۔ اس کا مصرف یتیموں کی طرح سب سے زیادہ حقدار اور پھر حقدار مساکین جیسا کہ یتیموں کے بارے میں تفصیل آئی ہے۔''

مسافروں کا حصہ

''وَابْنُ السَّبِيْلِ كَذَالِكَ لِاَنَّ الزَّكٰوةَ حَرَامٌ عَلَيْهِمْ فَلِذَالِكَ خَصَّهُمُ الرَّسُوْلُ بِالْخُمُسِ وَ الْخُمُسُ لَا يَتَكَرَّرُ بِتَكْرَارِ الْحَوْلِ بَلْ يَكُوْنُ مَرَّةً وَّاحِدَةً مِّنْ كُلِّ مَا يُخَمَّسُ۔''[1]

''مسافر کا حکم بھی ایسا ہی ہے کیونکہ ان پر زکوۃ حرام ہے۔ اسی لئے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خمس کو ان کیساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ خمس صرف ایک دفعہ واجب ہے سال کے تکرار پر خمس دوبارہ واجب نہیں۔''

مال غنیمت کا حکم

''وَاَمَّا غَنَائِمُ دَارِالْحَرْبِ فَمَا نُهِبَ مِنَ الْكَفَرَةِاَوِ الْبُغَاةِ الْمُحَارِبِيْنَ مَعَ الْاِمَامِ اَوْ مَعَ اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَمَا وُجِدَ مِنَ الْكَفَرَةِ فِى الْمَعْرِكَةِاَوْ مِنْ بُيُوْتِهِمْ سَوَاء فِى الْغَنِيْمَةِوَمِنَ الْبُغَاةِ فِى الْمَعْرِكَةِ فَقَطْ۔''[2]

''میدان جنگ کے مال غنیمت وہ ہیں جو امام یا اہل اسلام کے خلاف جنگ کرنے والے کافروں اور باغیوں سے لوٹ لیے جاتے ہیں تو جو مال کافروں سے میدان جنگ سے ملیں یا ان کے گھروں سے غنیمت میں دونوں برابر ہیں۔ لیکن باغیوں سے جو مال لیا جاتا ہے وہ صرف میدان جنگ میں غنیمت ہے۔''

''ولا تدفع الیٰ بنی هاشیم لقوله یا بنی هاشیم ان الله تعالیٰ حرم علیکم غسالة الناس واوساه وعوضکم منهاالخمس''[3]

''اور بنی ہاشیم کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی اس لیے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد گرامی ہے اے بنو ہاشیم اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں کا دھوون اور ان کا میل کچیل حرام کر دیا ہے۔ اور اس کے بدلے میں تمہیں خمس عطا کیا ہے۔''

توضیح المسائل: خمس دو حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک حصہ سہم سادات ہے اس میں احتیاط واجب یہ ہے کہ وہ مجتہدین جامع الشرائط کی اجازت سے فقیر سید یا یتیم سید یا اس سید کو دیا جائے جو سفر میں بے خرچ ہو جائے اور دوسرا آدھا حصہ سہم امام علیہ السلام ہے جو اس زمانہ میں مجتہد جامع الشرائط کو دیا جائے یا ایسے مصرف میں صرف کیا جائے کہ جس کی اجازت وہ مجتہد دے دے۔[4]

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۳۸

۲۔ ایضاً، ص،۱۳۹

۳۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۱۷۸\۳

۴۔ امام خمینی، توضیح المسائل، ۲۶۴

الفقہ الاحوط کی رو سے خمس کے مصارف پانچ ہیں اللہ کا حصہ اولیاء کرام کے لیے، رسول کا حصہ علماء کرام کے لیے، قرابت داروں کا حصہ سادات کے لیے اسی طرح یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے حصے کا مصرف بھی آل رسول کے یتیم، مسکین اور مسافر ہیں کیونکہ ان پر زکوٰۃ حرام ہے۔ اسی لئے رسول ﷺ نے خمس کو ان کیساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ خمس صرف ایک دفعہ واجب ہے سال کے تکرار پر خمس دوبارہ واجب نہیں ہے جبکہ الہدایہ میں صرف بنی ھاشیم کو خمس دینے کا بیان ہے۔ جبکہ اہل تشیع میں خمس کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، ایک حصہ فقیر یا یتیم سید کے لیے اور دوسرا حصہ امامؑ کا ہے جو مجتہد جامع الشرائط کو دیا جاتا ہے۔

تجارت کے مال پر زکوٰۃ

''امَّا مَالُ التِّجَارَةِ اِنْ كَانَ رِبْحُهُ اَكْثَرَ مِنْ مؤُنَةِ الْعِيَالِ وَ بَلَغَ النِّصَابَ وَحَالَ عَلَيْهِ الحَوْلُ وَ كَانَ صَاحِبُهُ مِنَ الْمُتَمَوِّلِيْنَ فَفِيْهِ الزَّكٰوةُ وَاجِبَةٌوَ اِلَّافَمُسْتَحَبَّةٌ ۔''[۱]

''تجارت کے مال کے منافع اگر اس کے اہل وعیال کے اخراجات سے زیادہ ہوں اور وہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے اور اس کا مالک مالداروں میں سے ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے ورنہ سنت ہے۔

۱۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۴۲

فصل دوم

حج کے احکام میں تفردات

''قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ج وَ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ''[1]

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا! بے شک لوگوں کیلئے سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا وہ مکہ میں ہے یہ بابرکت اور جہانوں کیلئے باعث ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے۔ جو اس میں داخل ہوا اس نے امان پایا اور جو وہاں تک جانے کی طاقت رکھتا ہو اس پر اللہ کی رضا کیلئے اس گھر کا حج فرض ہے۔ جس نے انکار کیا تو اللہ جہان والوں سے بے نیاز ہے۔''

اقسام حج

اَلْحَجّ الْمَرْضِیُّ عَلٰی نَوْعَیْنِ وَاجِبٌ وَّمُسْتَحَبٌّ وَغَیْرُ الْمَرْضِیِّ عَلٰی نَوْعَیْنِ حَرَامٌ وَّمَکْرُوْہٌ ۔"[2]

''پسندیدہ حج کی دو قسمیں ہیں: ا۔ واجب ۲۔ سنت۔

اور ناپسندیدہ حج کی بھی دو قسمیں ہیں ا۔ حرام۔ ۲۔ مکروہ۔''

حج واجب کرنے والی چیزیں

''اَمَّامُوْجِبَاتُہٗ فَالْبُلُوْغُ وَالْعَقْلُ وَالْاِسْلَام وَالْحُرِّیَّۃوَاَمْن الدَّرَبِ وَالْوَقْتُ الْمُعَیَّنُ لَہٗ وَالْاِسْتِطَاعَۃ کَالزَّادِ وَالرَّاحِلَۃِ وَنَفَقَۃالْعِیَال ذِھَابً وَّاِیَابًا وَالْقُدْرَۃُ عَلَی السَّفَرکَالصِّحَۃِ وَعَدَمِ الْمَوَانِعِ فَھُوَوَاجِبٌ عَلٰی مَنْ حَصَلَ لَہٗ ھٰذِہِ الْاَشْیَاءِ۔''[3]

"موجبات حج: ا۔ بالغ ہونا ۲۔ عاقل ہونا ۳۔ مسلمان ہونا ۴۔ آزاد ہونا ۵۔ راستے کا پر امن ہونا ۶۔ حج کا معین وقت کا آنا ۷۔ استطاعت کا حامل ہونا مثلاً جانے اور آنے کیلئے زاد راہ، سواری، حج کو جانے سے واپس آنے تک اہلخانہ کا اخراجات، سفر کی طاقت ہو مثلاً تندرست ہونا اور رکاوٹوں کا نہ ہونا تو حج اس شخص پر واجب ہے جو مذکورہ سہولتوں کا حامل ہو۔

۱۔ سورۃ آل عمران: ۹۶،۹۷\۱۶۶

۲۔ ایضاً، ۶۶

۳۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۶۶

مستحب حج

''وَ مُسْتَحَبٌّ لِمَنْ كَانَ فِيْ سَفَرِهٖ قُرْبٌ اِلَى الْكَعْبَةِاَوْ وَصَلَ اِلَيْهَا وَهُوَ مِنَ الْفُقَرَاءِ الْاَتْقِيَاءِوَلَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ لِعَدَمِ التَّمَوُّلِ''[1]

''جو کعبہ کے قریب سے سفر کرے یا وہ کعبہ تک پہنچے جبکہ وہ پرہیز گار تنگدستوں میں سے ہو اور مالدار نہ ہونے کی وجہ سے حج واجب نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے مستحب ہے۔''

حرام و مکروہ حج

''وَحَرَامٌ عَلٰى تَارِكِ الصَّلٰوةِوَالصَّوْمِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ اِلَّا شُهْرَةً بَيْنَ النَّاسِ وَمَكْرُوْهٌ لِمَنْ لَّمْ يَحْصُلْ لَهٗ اَسْبَابُ الْوُجُوْبِ كَالزَّادِ وَالرَّاحِلَةِوَغَيْرِهِمَاوَهُوَ يَتَوَكَّلُ عَلٰى اَطْعِمَةِ الْقَافِلَةِ وَيَمْشِيْ۔''[2]

''حج کرنا نماز چھوڑنے اور روزہ توڑنے والے پر حرام ہے اور ان لوگوں پر بھی حرام ہے جو صرف شہرت کی خاطر حج کرتے ہیں اس شخص کیلئے حج مکروہ ہے جس کے پاس وجوب حج کے اسباب مثلاًراستے کے اخراجات سواری وغیرہ حاصل نہ ہوں اور وہ قافلہ کے کھانوں کے بھروسے پر حج کو چلے۔''

الفقہ الاحوط میں واجب اور سنت حج کے علاوہ حرام اور مکروہ حج کا بھی بیان ہے نماز چھوڑنے والے اور روزہ توڑنے والے اور صرف شہرت چاہنے والوں کے لیے حج حرام ہے۔ جس کے پاس حج واجب ہونے کے اسباب نہ ہوں جیسے راستے کے اخراجات، سواری وغیرہ اور کاروان حج کے کھانوں کے بھروسے پر نکلے ان کے لیے حج مکروہ ہے۔

محرم کے بغیر عورت کا حج

''وَلَا يَجُوْزُ لِلْمَرْأَةِاَنْ تَحُجَّ بِلَا زَوْجٍ وَلَا مَحْرَمٍ وَكَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ مَسِيْرَةُ ثَلَا ثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا اِذَا كَانَتْ فِيْ صُحْبَتِهَا النِّسْوَانِ الصَّالِحَاتُ مُتَكَثِّرَاتٍ,وَهِيَ اٰمِنَةٌ بِصُحْبَتِهِنَّ۔''[3]

''عورت کیلئے شوہر یا کسی محرم کے بغیر حج کرنا جائز نہیں جبکہ اس کے اور مکہ کے درمیان تین دن کی مسافت ہو۔ تاہم اس حالت میں وہ حج کر سکتی ہے کے اگر نیک چلن خواتین کثیر تعداد میں ہوں اور وہ ان کی ہمراہی سے پر امن ہو۔''

''قال ویعتبر فی المراة ان یکون لھا محرم تحج به او زوج ولا یجوز لھا ان تحج بغیرھما اذا کان بینھا وبین مکة ثلاثة ایام،وقال الشافعی یجوز لھا الحج اذا اخرجت فی رفقة ومعھا نساء ثقات لحصول الامن با لمرافقة،ولنا قوله لا تحجن امراة الا ومعھا محرم، ولانھا بدون المحرم یخاف علیھا الفتنةوتزداد

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط،١٦٦

[2] ۔ ایضاً

[3] ۔ ایضاً

بانضام غيرها اليها ولهٰذا تحرم الخلوة با الا جنبية وان كان معها غيرها،بخلاف ما اذا كان بينها وبين مكة اقل من ثلاثة ايام ،لانه يباح لها الخروج الیٰ ما دون السفر بغير محرم''[1]

''فرماتے ہیں کہ عورت کے حق میں یہ بات معتبر ہے کہ اس کا کوئی محرم ہو جس کے ساتھ وہ حج کرے یا اس کا شوہر ہو۔ اور اس کے لیے ان دونوں کے علاوہ کے ساتھ حج کرنا جائز نہیں ہے جب کہ اس کے اور مکہ کے درمیان تین دن کی مسافت ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورت ساتھیوں کے ساتھ نکلے اور اس کے ساتھ قابل اعتماد عورتیں ہوں تو اس کے لیے حج کرنا جائز ہے کیونکہ رفاقت کی وجہ سے امن حاصل ہے۔ ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ کوئی عورت محرم کے بغیر ہرگز حج نہ کرے اور اس لیے بھی محرم کے بغیر اس پر فتنے کا خوف ہے اور دوسری عورت کے اس کے ساتھ ملنے سے فتنے میں اضافہ ہی ہوگا اسی وجہ سے اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے اگرچہ اس کے ساتھ دوسرا کوئی بھی ہو۔ برخلاف اس صورت کے جب اس کے اور مکہ کے درمیان تین دن سے کم مسافت ہو کیونکہ عورت کے لیے ما دون السفر کی مقدار تک محرم کے بغیر نکلنا مباح ہے۔''

الفقہ الاحوط کی رو سے عورت کو محرم کے بغیر حج کرنا جائز نہیں تاہم اگر صالح عورتیں کثیر تعداد میں ہوں اور وہ ان کی ہمراہی سے مطمئن ہوں تو ان کے ساتھ بغیر محرم کے حج کر سکتی ہیں۔ جبکہ الہدایہ میں امام شافعی کے ہاں اگر عورت ساتھیوں کے ساتھ نکلے اور اس کے ساتھ قابل اعتماد عورتیں ہو تو اس کے لیے حج کرنا جائز ہے دیگر ائمہ کے ہاں بغیر محرم کے عورتوں کے لیے حج جائز نہیں ہے۔

میقات

''وَالْمَوَاقِيْتُ الَّتِیْ لَا يَجُوْزُ التَّجَاوُزُ عَنْهَاالَّا مُحْرِمًا لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذُوْ الْحُلَيْفَةِوَلِاَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتُ عِرْقٍ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةُ وَلِاَهْلِ النَّجْدِ قَرْنُ الْمَنَازِلِ وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ وَاِنْ اَحْرَمَ قَبْلَ تِلْكَ الْمَوَاقِيْتِ يَعْنِی الْعِرَاقِیَّ مِنَ الْعَتِيْقِ وَاَفْضَلُهُ الْمَسْلَخُ وَاَوْسَطُهُ غَمْرَةُوَاٰخِرُهُ ذَاتُ عِرْقٍ وَالْمَدِنِیَّ مِنْ مَسْجِدِ الشَّجْرَةِ كَانَ اَفْضَلَ وَاِنْ اَحْرَمَ قَبْلَ هٰذِهِ الْمَوَاقِيْتِ جَازَ اَيْضًا اِنْ وَقَعَ فِیْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَاَشْهُرُهُ شَوَّالٌ وَذُوْالْقَعْدَةِوَمِنْ ذِیْ الْحَجَّةِ مَا يَلِيْقُ بِهِ وَ مِيْقَاتُ مَنْ كَانَ بِمَكَّةَ فِی الْحَجِّ الْحَرَمُ وَفِیْ الْعُمْرَةِ الْحِلُّ وَمَنْ كَانَ مَوْطِنُهُ اَقْرَبَ مِنَ الْمَوَاقِيْتِ فَمِيْقَاتُهُ بَيْتُهُ۔''[2]

''میقات جہاں سے احرام باندھے بغیر گزرنا جائز نہیں۔ ۱۔ مدینہ والوں کیلئے مقام ذوالحلیفہ ہے ۲۔ عراق والوں کیلئے ذات عرق ۳۔ شام والوں کیلئے جحفہ ۴۔ اہل نجد کیلئے مقام قرن المنازل ۵۔ یمن والوں کے لئے

---

۱ ۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۱۳۹\۳، ۲۳۹

۲ ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۶۸، ۱۶۶

مقام یلملم اگر ان میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا جائے یعنی عراقی مقام عتیق سے باندھے اور زیادہ افضل صورت مسلخ ہے۔ درمیانی صورت مقام غمرہ اور آخری صورت ذات عرق سے احرام باندھنا ہے۔ مسجد شجرہ اہل مدینہ کیلئے افضل ہے۔ اگر ان میقاتوں سے پہلے احرام باندھے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں واقع ہو جائے اور اس کے مہینے شوال ذی قعدہ اور ذوالحجہ کے حج کیلئے مناسب دن ہیں ٦۔ اہل مکہ کیلئے حج میں حرم اور عمرہ میں مقام حل میقات ہے۔ ٧۔ جو عازم حج ان مواقیت سے قریب تر مقیم ہو اس کیلئے میقات اس کا گھر ہے۔''

میقات دونوں فقہ میں ایک جیسے ہیں تاہم الفقہ الاحوط میں احرام باندھنے کے لیے کچھ افضل مقامات کا بھی ذکر اس طرح ہے اگر ان میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا جائے یعنی عراقی مقام عتیق سے باندھے اور مسلخ زیادہ افضل ہے۔ درمیانی صورت مقام غمرہ اور آخری صورت ذات عرق سے احرام باندھنا ہے۔ مسجد شجرہ اہل مدینہ کیلئے افضل ہے۔ اگر ان میقاتوں سے پہلے احرام باندھے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں واقع ہو جائے اور اس کے مہینے شوال ذی قعدہ اور ذوالحجہ کے حج کیلئے مناسب دن ہیں۔ جو عازم حج ان مواقیت سے قریب تر مقیم ہو اس کیلئے میقات اس کا گھر ہے۔

''وَمَنْ اَحْرَمَ مِنْ هٰذِهِ الْمَوَاقِيْتِ لِلْعُمْرَةِوَاعْتَمَرَ فَمِيْقَاتُ حَجِّهِ مَكَّةُلَاحَاجَةَ لَهُ فِيْ اِحْرَامِهِ لِلْحَجِّ اِلَى الرُّجُوْعِ اِلٰى مِيْقَاتٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَوَاقِيْتِ وَمِيْقَاتُ الْعُمْرَةِ الْحِلُّ كَاَهْلِ مَكَّةَاِنْ اَرَادَ الْعُمْرَةَ مَرَّةً اُخْرٰى وَمِيْقَاتُ الصِّبْيَانِ مِنْ فَجٍّ''[1]

اگر کوئی عازم حج ان مواقیت سے عمرہ کیلئے احرام باندھے اور عمرہ ادا کرے تو حج کیلئے ان کا میقات مکہ ہی ہے اور اس کو احرام حج باندھنے کیلئے کسی میقات تک واپسی کی ضرورت نہیں اگر کوئی دوسری مرتبہ عمرہ ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کیلئے اہل مکہ کی طرح میقات حل ہے۔ بچوں کا میقات مقام فج ہے۔"

احرام سے پہلے حکم

''فَاِذَا اَرَادَ الْاِحْرَامَاِغْتَسَلَ اسْتِحْبَابًا اَوْ تَوَضَّأَ وُجُوْبًا وَلَبِسَ اِزَارًا وَرِدَاءً وُجُوْبًا اِمَّا جَدِيْدَيْنِ اَوْغَسِيْلَيْنِ اَبْيَضَيْنِ وَيَسْتَحِبُّ التَّنْظِيْفُ وَالتَّطْيِيْبُ وَقَلْمُ الظُّفْرِ وَحَلْقُ الرَّاْسِ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَنَتْفُ الْاِبْطَيْنِ اَوْحَلْقُهُمَا وَتَنْظِيْفُهُمَا قَبْلَ الْاِحْرَامِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَلَوْ صَلّٰى فَرْضَ وَقْتِهِ كَفَاهُ۔''[2]

''جب وہ احرام کا ارادہ کرے تو وہ سنت کے طور پر غسل کرے اور وضو کرنا واجب ہے۔ واجبی طور پر ایک پاجامہ اور چادر پہنے۔ دونوں نئے ہوں یا دھلے ہوئے ہوں اور سفید ہوں۔ احرام باندھنے سے پہلے مسنون

---

[1] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ١٦٧

٢ ۔ ایضاً، ١٦٩

افعال یہ ہیں صفائی کرنا، خوشبو لگانا، ناخن تراشنا، سر مونڈنا، مونچھیں کاٹنا، دونوں بغلوں کے بال اکھاڑنا یا مونڈنا اور دونوں کی صفائی کرنا مستحب ہے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اگر وقت کی فرض نماز پڑھ لے تو بھی کافی ہے۔''

وازا اراد الاحرام اغتسل،او توضا والغسل افضل لما روی انه اغتسل لاحرامه "[1]

''اور جب کوئی شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو غسل کرے یا وضو کرے اور غسل کرنا افضل ہے اس لیے کہ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے احرام کے لیے غسل فرمایا تھا۔''

''قال ومس طیب ان کان له وعن محمدانه یکره اذا تطیب بما یبقی عینه بعدالاحرام وهو قول مالك والشافعی لانه منتفع با لطیب بعد الاحرام وجه المشهور حدیث عائشة قالت کنت اطیب رسول اللهﷺ لاحرامه قبل یحرم ولان الممنوع عنه التطیب بعدالاحرام''[2]

''فرماتے ہیں کہ محرم خوشبو لگائے اگر اس کے پاس ہو امام محمد سے مروی ہے کہ اگر محرم نے ایسی خوشبو لگائی جس کا عین احرام کے بعد باقی رہے تو یہ مکروہ ہے اور یہی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی قول ہے کیونکہ وہ شخص احرام کے بعد بھی خوشبو سے نفع حاصل کرنے والا ہے۔ قول مشہور کی دلیل حضرت عائشہ کی حدیث ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے احرام کے لیے آپ کو خوشبو لگائی تھی۔ اور اس لیے بھی ممنوع تو احرام کے بعد خوشبو لگانا ہے۔''

الفقہ الاحوط کی رو سے جب کوئی شخص احرام کا ارادہ کرے تو سنت کے طور پر غسل کرے اور وضو کرنا واجب ہے۔ واجبی طور پر ایک پاجامہ اور چادر پہنے۔ دونوں نئے ہوں یا دھلے ہوئے ہوں اور سفید ہوں۔ احرام سے پہلے صفائی کرنا خوشبو لگانا ناخن تراشنا سر مونڈنا مونچھیں کاٹنا دونوں بغلوں کے بال اکھاڑنا یا مونڈنا اور دونوں کی صفائی کرنا مستحب ہے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اگر وقت کی فرض نماز پڑھ لے تو بھی کافی ہے جبکہ الہدایہ کی رو سے احرام باندھنے سے پہلے وضو یا غسل کرنے کا حکم ہے لیکن غسل کرنا افضل ہے اس کے علاوہ دو کپڑے پہنا، دو رکعت نماز پڑھنا اور اگر عین احرام کے بعد بھی باقی رہے تو مکروہ ہے ورنہ جائز ہے۔

حج کی نیتیں

''وَالنِّيَّةُ مَا قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُرِيْدُ الْحَجَّ اِنْ كَانَ مُفْرِدًا وَاِنْ كَانَ مُتَمَتِّعًا اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ ثُمَّ الْحَجَّ وَاِنْ كَانَ قَارِنًا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي ثُمَّ يُلَبِّيَ عَقِيْبَ صَلٰوتِهِ''[3]

---

[1] ۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ۳/۲۵۱

[2] ۔ ایضاً، ۳\۲۵۳

[3] ۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۶۹

"حج مفرد کی نیت "پروردگار! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں "حج تمتع ہو "پروردگار میں عمرہ پھر حج کا ارادہ کرتا ہوں "حج قارن ہو تو "حج اور عمرہ پس تو میرے لئے اسے آسان کر اور مجھ سے قبول فرما۔ پھر اپنی نماز کے بعد تلبیہ پڑھے۔

"قال وقال 'اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی"[1]

"فرماتے ہیں کہ محرم یوں دعا پڑھے اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں اسے میرے لیے آسان فرما دے اور میری طرف سے اسے قبول فرما۔"

الفقہ الاحوط کے مطابق نماز اور روزے کی طرح حج کی تینوں اقسام کے لیے نیت ہے۔ مثلاً حج قران کے لیے

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُالْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّی"

تلبیہ

"وَالتَّلْبِیَۃُ اَنْ یَّقُوْلَ "لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ"[2]

"تلبیہ یوں پڑھے "حاضر ہوں حاضر ہوں پروردگار! میں حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں۔ بیشک تمام تعریفیں نعمتیں اور سلطنت صرف تیرے لیے ہیں تیرا کوئی شریک نہیں۔"

"ویقطع التلبیۃاذا ابتدا با لطواف وقال مالک کما وقع بصرہ علی البیت لان العمرۃ زیارۃ البیت وتتم بہ قلنا ان النبی فی عمرۃ القضاءقطع التلبیۃ حین استلم الحجر ولان المقصود ھو الطواف فیقطعھا عند افتتا حہ و لھٰذایقطعھا الحاج عند افتتاح الرمی"[3]

"اور طواف شروع کرتے ہی تلبیہ بند کر دے امام مالک فرماتے ہیں کہ جیسے ہی اس کی نگاہ بیت اللہ پر پڑے (تلبیہ بند کر دے) کیونکہ عمرہ تو بیت اللہ کی زیارت کا نام ہے اور نگاہ پڑتے ہی زیارت پوری ہو جاتی ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمرۃ القضاء میں استلام حجر کے وقت تلبیہ بند فرما دیا تھا اور اس لیے کہ مقصود طواف کرنا ہے لھٰذا طواف شروع کرتے وقت تلبیہ بند کرے گا اسی لیے حاجی رمی شروع کرتے وقت تلبیہ بند کرے گا۔"

۱۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۳\۲۵۵

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۶۹

۳۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۳\۳۶۹

الفقہ الاحوط میں نیت حج کے بعد تلبیہ پڑھتے رہنے کا حکم ہے۔ جب قربانی کرلے سر مونڈلے اور تلبیہ روک دے تو احرام سے حرام ہونے والی چیزیں بیوی کے سواسب حلال ہو جاتی ہیں۔ تاہم الہدایہ میں خانہ کعبہ پر نگاہ پڑھنے پر یا طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ بند کرنے کا حکم ہے۔

محرم کے لیے حرام امور

فقہ الاحوط کی رو سے نیت کرنے اور تلبیہ پڑھنے کے بعد آدمی محرم بن جاتا ہے چنانچہ چودہ افعال ان کے حق میں حرام ہو جاتے ہیں:

''وَیَنْبَغِیْ اَنْ لَّایُخِلَّ بِشَیْئٍ مِّنْ ھٰذِہِ الْکَلِمَاتِ وَلَوْ زَادَ فِیْھَا جَازَوَبَعْدَ النِّیَّۃِوالتَّلْبِیَۃِ صَارَا مُحْرِمًافَیَحْرُمُ عَلَیْہِ اَرْبَعَۃَ عَشَرَ۔''[1]

''تلبیہ کے کلمات میں کسی قسم کی خلل اندازی نہیں کرنا چاہیے اگر ان میں اضافہ کرے تو جائز ہے۔ نیت اور تلبیہ کے بعد وہ محرم بن جاتا ہے۔ اب اس پر چودہ امور حرام ہے۔''

''مِنْھَا صَیْدُ الْبَرِّ اِمْسَاکًاوَّ اَکْلًاوَ لَوْصَادَہُ مُحِلٌّ اَیْضًا وَاِشَارَۃً وَّدَلَالَۃً وَّاِغْلَاقًا وَّذَبْحًا وَلَوْ ذَبَحَہٗ کَانَ حَرَامًا عَلَی الْمُحِلِّ وَالْمُحْرِمِ۔''[2]

''روکنے لینے یا کھالینے اشارہ کرنے، رہنمائی کرنے، بند کرنے اور ذبح کرنے کی صورتوں میں خشکی کا شکار کھیلنا چاہے غیر محرم نے شکار کیوں نہ کھیلا ہو اگر وہ ذبح کرے تو محرم اور آزاد پر حرام ہے۔''

''وَمِنْھَا النِّسَاءُ وَطْیًا وَّتَقْبِیْلًا وَّلَمْسًا وَنَظْرَۃً بِشَھْوَۃٍ وَعَقْدًا لَہٗ وَلِغَیْرِہٖ وَشَھَادَۃً عَلَی الْعَقْدِ۔''[3]

بیوی سے خواہش پورا کرنا بوسہ لینا چھونا یا شہوت کی نظر سے دیکھنا یا اپنے لئے یا کسی اور کیلئے عقد کرنا یا عقد پر گواہ بننا۔''

''وَمِنْھَا لُبْسُ الْمَخِیْطِ لِلرِّجَالِ اِلَّا السِّرْوَالَ لِمَنْ لَمْ یَجِدْ اِزَارًا وَفِیْ مَعْنَاہُ
وَلُبْسُ مَا سَتَرَ ظَھْرَ الْقَدَمِ کَالْخُفَّیْنِ وَغَیْرِھِمَا وَاِنْ لَّمْ یَجِدْ شَیْئًا اٰخَرَ یَجُوْزُ لُبْسُ الْخُفَّیْنِ مَعَ قَطْعِ سَاقَیْہِ مَا وَشَقِّ ظَھْرِ قَدَمَیْھِمَا۔''[4]

''مردوں کیلئے سلے ہوئے کپڑے پہننا مگر جس کو تہہ بند یا اس جیسی نہ ملے تو شلوار پہن سکتا ہے۔

---

[1]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۶۹

۲۔ ایضاً، ص،۱۶۹

[3]۔ ایضاً

[4]۔ ایضاً

ایسی چیز پہننا جس سے پیر کی پشت ڈھک جائے مثلاً موزے وغیرہ اگر کوئی دوسری چیز نہ ملے تو پنڈلیوں کے برابر والا حصہ کاٹ کر اور پیر کی پشت والے حصے کو پھاڑ کر موزہ پہننا جائز ہے۔''

''وَمِنْهَا الرَّفَثُ وَهُوَ الْجِمَاعُ وَمِنْهَا الْفُسُوْقُ وَهُوَ الْكِذْبُ

وَمِنْهَا الْجِدَالُ وَهُوَ الْحَلْفُ''وَمِنْهَا قَتْلُ هَوَامِّ الْجَسَدِ وَيَجُوْزُ نَقْلُهَا وَلَا بَأْسَ بِالْقَاءِ الْقُرَادِ وَالْبَرَاغِيْثِ وَغَيْرِهِمَا

وَمِنْهَا اسْتِعْمَالُ دُهْنٍ فِيْهِ طِيْبٌ وَلَا بَأْسَ بِغَيْرِ الطِّيْبِ ضَرُوْرَةً''[1]

''رفث یعنی جماع کرنا فسوق یعنی جھوٹ بولنا جدال یعنی قسم کھانا۔

جسم کے حشرات کو مار ڈالنا تاہم انہیں منتقل کرنا جائز ہے چیچڑے اور پسو وغیرہ کو پھینک دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔''

ایسا تیل استعمال کرنا جس میں خوشبو ملی ہو کسی ضرورت کی بناء پر اگر بغیر خوشبو کے تیل استعمال کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔''

''وَمِنْهَا اِزَالَةُ الشَّعْرِ قَلِيْلَةً وَّكَثِيْرَةً وَلَا بَأْسَ بِهِ اِذَا اضْطُرَّ

وَمِنْهَا تَغْطِيَةُ الرَّأْسِ لِلرِّجَالِ دُوْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ غَطّٰى نَاسِيًا اَلْقَاهُ وَاجِبًا عَلَى الْفَوْرِ وَجَدَّدَ التَّلْبِيَةَ اسْتِحْبَابًا

وَمِنْهَا اَنْ تَسْفِرَ النِّسَاءَ عَنْ وُجُوْهِهِنَّ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّسْدُلْنَ خِمَارَهُنَّ اِلٰى اَنْفِهِنَّ ''[2]

''کم ہو یا زیادہ بالوں کا کاٹنا اگر مجبوری کی حالت ہو تو کوئی حرج نہیں۔''

''عورتوں کے علاوہ مردوں کے لیے سر کو ڈھانپنا اگر بھول کر ڈھانپا ہو تو فوراً اسے ہٹانا واجب اور تلبیہ کی تجدید مستحب ہے۔''

''وَمِنْهَا اَنْ تَسْفِرَ النِّسَاءَ عَنْ وُجُوْهِهِنَّ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّسْدُلْنَ خِمَارَهُنَّ اِلٰى اَنْفِهِنَّ

''وَمِنْهَا تَظْلِيْلُ الْمُحْرِمِ وَهُوَ طَائِفٌ وَلَا بَأْسَ بِهِ فِيْ غَيْرِ الطَّوَافِ''[3]

عورتوں کا اپنے چہروں سے نقاب ہٹانا دوپٹے کو ناک تک چھوڑے رکھنا جائز ہے۔''

''دوران طواف محرم کا اپنے آپ کو سایہ کرنا طواف کے سوا دیگر مقامات پر حرج نہیں۔''

---

[1]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۶۹

[2]۔ ایضاً

[3]۔ ایضاً

ناخن تراشنا

''وَمِنْهَا قَلْمُ الْاَظْفَارِ

وَمِنْهَا قَطْعُ الْاَشْجَارِ وَالْحَشِيْشِ اِلَّا مَازَرَعَهُ النَّاسُ وَيَجُوْزُ قَلْعُ الْاِذْخِرِ وَالْاَشْجَارِ الْمُثْمِرَةِ وَالْاَثْمَارِ''[1]

''اور ان میں سے ایک ناخن تراشنا ہے۔

درختوں اور گھاس کاٹنا مگر لوگوں کی اپنی کاشت کی چیزیں کاٹنا حرام نہیں البتہ اذخیر نامی گھاس اور پھلدار درخت اور میوہ جات کا توڑنا جائز ہے۔''

''قال ولا یمس طیباً لقوله الحاج الشعث التفل،وکذا لا یدھن لما روینا،ولا یحلق راسه ولا شعر بدنه لقوله تعالٰی ولا تحلقو روسکم ولا یقص من لحیته لانه فی معنی الحلق،ولان فیه ازالة الشعث وقضاء التفث''[2]

''اور محرم خوشبو بھی نہ لگائے اس لیے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ حاجی پراگندہ بالوں والا اور خوشبوؤں کو ترک کرنے والا ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی محرم تیل بھی نہ لگائے اور اس حدیث کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی ہے اور اپنے سر اور بدن کے بال نہ مونڈے اسلیے کہ ارشاد باری تعالٰی ہے تم لوگ اپنے سروں کو نہ مونڈو۔ اور اپنے ڈاڑھی کو بھی نہ کترے کیونکہ یہ بھی حلق کے معنی میں ہے اور اس لیے کہ اس میں پراگندی اور میل کچیل کو ختم کرنا ہے۔''

''احرام کی حالت میں عقد نکاح حرام ہے اور تین اماموں کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے۔ حنفیہ کو اس سے اختلاف ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ حالت احرام میں عقد نکاح جائز ہے، کیونکہ احرام باندھنا عورت کو عقد نکاح کی صلاحیت سے مانع نہیں ہوتا، البتہ ہم بستری ممنوع ہے۔''[3]

الہدایہ کی رو سے ممنوعات حج یہ ہیں

محرم رفث فسوق اور جدال سے بچے، محرم شکار کی طرف اشارہ کرے اور نہ ہی اس کا پتا بتائے، اپنا سر اور چہرہ نہ ڈھانکے، خوشبو نہ لگائے اور ایسے ہی محرم تیل بھی نہ لگائے اور محرم ورس زعفران اور کسم سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور سلے ہوئے کپڑے نہ پہنے وغیرہ۔

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۶۹

۲۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص،۳\۲۶۴

۳۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب فقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۷۹۸

الفقہ الاحوط کی رو سے محرم کے لیے مندرجہ بالا چودہ چیزیں حرام ہیں۔ جس میں سے ایک اپنے لئے یا کسی اور کیلئے عقد کرنا یا عقد پر گواہ بننا حرام ہے۔ نیز تین اماموں کے نزدیک بھی نکاح حرام ہے البتہ حنفیہ کے نزدیک ہم بستری کے بغیر نکاح کرنا جائز ہے۔

عازم حج کے لیے مکروہ امور

''وَيَكْرَهُ الْاِحْرَامُ فِىْ غَيْرِالْاَبْيَض وَفِىْ الثِّيَابِ الْوَسَخَةِ وَفِى الْمُعْلَمَةِ وَالْحِنَاءُ لِلزِّيْنَةِ وَالنِّقَابُ لِلْمَرأَةِ وَدُخُوْلُ الْحَمَّامِ وَاسْتِعْمَالُ الرِّيَاحِيْنِ وَالْاِكْتِحَالُ بِالسَّوَادِ وَالنَّظْرُ فِى الْمِرْآةِوَلُبْسُ الْخَاتِمِ لِلزِّيْنَةِ وَلِلْمَرْأَةِ لُبْسُ الْحُلِّيِّ وَالْحِجَامَةُ اِلَّالِضَرُوْرَةٍ وَلَا بَأْسَ بِحَكِّ الْجَسَدِ وَالسِّوَاكِ مَالَمْ يُدْمِيَا وَيَنْبَغِىْ اَنْ يُّكْثِرَ مِنَ التَّلْبِيَةِ عَقِيْبَ الصَّلَوَاتِ وَفِى الصُّعُوْدِ عَلَى الْعِلْوِ وَالْهُبُوْطِ اِلَى السِّفْلِ وَفِىْ تَلَا قِى الْقَوَافِلِ وَبِالْاَسْحَارِ۔''[1]

''سفید کے علاوہ دیگر کپڑوں میں احرام باندھنا، میلے اور نقش والے کپڑوں میں احرام باندھنا، زینت کی خاطر مہندی لگانا، عورتوں کے حق میں نقاب لگانا، غسل خانے میں گھسنا، خوشبو استعمال کرنا، کالا سرمہ لگانا آئینہ دیکھنا، زینت کی خاطر انگوٹھی پہننا عورت کے حق میں زیورات پہننا، بغیر مجبوری کے پچھنے لگانا، جسم کو کھجانے اور مسواک سے اگر خون نکلے تو کوئی حرج نہیں محرم کو چاہیئے کہ نمازوں کے بعد اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے وقت دوسرے قافلوں سے ملنے کے موقع پر اور سحر کے اوقات میں کثرت سے تلبیہ پڑھے۔''

''احرام والے کو جائز نہیں ہے کہ وہ سرمہ لگائے جس میں خوشبو ہو، مگر ایسا سرمہ لگانا جس میں خوشبو نہ ہو جائز ہے۔ اس پر تین اماموں کا اتفاق ہے، مالکیہ کو اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ احرام کی حالت میں سرمہ لگانا جس میں خوشبو ہو مطلقاً حرام ہے، مگر کسی مجبوری سے ایسا کیا جائے تو مطلقاً جائز ہے۔ اگر کسی عذر سے خوشبو دار سرمہ لگایا جائے تو اس کا فدیہ دینا ہو گا۔ بلا خوشبو سرمہ لگانے کا فدیہ نہیں ہے۔،،[2]

''مالکیہ کے علاوہ تین اماموں کا اتفاق ہے کہ حالت احرام میں فصد کھولنا یا پچھنے لگوانا مباح ہے۔،،[3]

الفقہ الاحوط کی روشنی میں سفید کے علاوہ دیگر کپڑوں میں احرام باندھنا، میلے اور نقش والے کپڑوں میں احرام باندھنا، مہندی لگانا، عورتوں کا نقاب لگانا، غسل خانے میں گھسنا، خوشبو لگانا، کالا سرمہ لگانا، آئینہ

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۷۰

۲۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب فقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۸۰۲

۳۔ ایضاً ۱\۸۰۵

دیکھنا عورت کے حق میں انگوٹھی اور زیورات پہننا، بغیر مجبوری کے پچھنے لگانا جسم کو کھجانا مکروہ ہے مگر کچھ ایمہ کے نزدیک مہندی، خوشبو اور سرمہ لگانا حرام ہے۔

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے مسنون افعال

''فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْخُلَ مَکَّۃَ اغْتَسَلَ اسْتِحْبَابًافَدَخَلَ مَکَّۃَ وَابْتَدَأَ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِذَا عَایَنَ الْبَیْتَ قَالَ 'اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّبِرًّا وَّتَکْرِیْمًا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ' اَوْ کَبَّرَ وَھَلَّلَ وَقَصَدَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الدُّعَا فَدَخَلَ مِنْ بَابِ بَنِیْ شَیْبَۃَ وَافْتَتَحَ بِطَوَافِ الْقُدُوْمِ وَلَا یَجُوْزُ الطَّوَافُ اِلَّا بِسَتْرِ الْعَوْرَۃِ وَالطَّھَارَۃِ مِنَ الْحَدَثِ وَالْخُبْثِ۔''[1]

''جب مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو مسنون طور پر غسل کر کے مکہ داخل ہو جائے اور مسجد حرام سے ابتدا کرے اور جب کعبۃ اللہ کو دیکھے تو یوں پڑھے ''اے رب! اس گھر کی شرافت عظمت ہیبت نیکی اور عزت میں اضافہ فرما! اے میرے رب! تو ہی سلامتی کا باعث ہے سلامتی تجھ سے عطا ہوتی ہے اور سلامتی تیری طرف لوٹتی ہے۔ یا اللہ! ہمیں باسلامت رکھ اور سلامتی کے گھر میں داخل فرما'' یا تکبیر یا تہلیل پڑھے اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد مسجد حرام کا قصد کرے' باب بنی شیبہ سے داخل ہو جائے اور طواف قدوم کیساتھ ہی آغاز کرے طواف قابل پردہ مقام کو چھپانے اور نجاست اور خباثت سے پاک ہوئے بغیر جائز نہیں۔''

''وَلَا یَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ یَّدْخُلَ مَکَّۃَ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مُحْرِمًااِلَّا الْمَرِیْضَ اَوْ مَنْ یَتَکَرَّرُ دُخُوْلُہٗ کَثِیْرًا کَالْحَطَّابِیْنَ وَ الْحَشَّاشِیْنَ وَغَیْرِہٖ مُوْمَنْ اَحْرَمَ وَخَرَجَ بَعْدَ الْاِحْرَامِ مِنَ الْحَرَمِ ثُمَّ رَجَعَ فِیْ الشَّھْرِ الَّذِیْ اَحْرَمَ فِیْہِ لَا بَأْسَ بِہٖ وَاِنْ رَّجَعَ فِیْ شَھْرٍ اُخَرَ اَحْرَمَ ثَانِیًا۔''[2]

''کسی بھی شخص کے لیے احرام باندھے بغیر بھی مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں سوائے مریض اور وہ شخص جو بار بار مکہ میں داخل ہوتا ہو مثلاً لکڑہارا اور گھاس لانے والے وغیرہ اگر کوئی احرام باندھے اور احرام کے بعد حرم سے نکل جائے اور اُسی مہینے میں لوٹ آئے جس میں احرام باندھا تھا تو کوئی حرج نہیں تاہم اگر کسی دوسرے مہینے میں آئے تو دوبارہ احرام باندھے''

۱۔ شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۷۰

۲۔ ایضاً، ص، ۱۷۴

''قال واذا عاين البيت كبر وهلل وكان ابن عمريقول اذا لقى البيت بسم الله والله اكبر،ومحمد لم يعين فى الاصل لمشاهد الحج شيئا من الدعوات لان التوقيت يذهب با لرقةوان تبرك با لمنقول منها فحسن۔''[۱]

''اور محرم جب بیت اللہ کو دیکھے تو تکبیر و تحلیل کرے حضرت ابن عمرؓ جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو بسم اللہ واللہ اکبر کہتے تھے۔اور امام محمدؒ نے مشہد حج کے لیے کوئی دعا متعین نہیں کی ہے کیونکہ تعین دل کی نرمی کو ختم کر دیتی ہے اور اگر محرم نے منقول دعاؤں کے ساتھ تبرک حاصل کیا تو یہ عمدہ ہے۔''

الفقہ الاحوط کی رو سے جب کوئی مکہ میں داخل ہونے کا قصد کرے تو وہ مستحب طور پر غسل کرے اور مکہ میں داخل ہو جائے اور اور مسجد حرام سے آغاز کرے اور جب کعبۃ اللہ کو دیکھے تو یوں پڑھے

''اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّبِرًّا وَّتَکْرِیْمًا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ''[۲]

یا تکبیر یا تہلیل پڑھے اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد مسجد حرام کا ارادہ کرے 'باب بنی شیبہ سے داخل ہو جائے اور طواف قدوم کیساتھ ہی ابتدا کرے۔

الہدایہ کی رو سے محرم جب بیت اللہ کو دیکھے تو تکبیر و تحلیل کرے اور کوئی مخصوص دعا کا ذکر نہیں ہے پھر باب السلام سے داخل ہونا مستحب ہے کیونکہ آپ ﷺ اسی دروازے سے مسجد حرام میں داخل ہوئے تھے۔

تکبیر کے صیغے

''وَصِیْغَۃُ التَّکْبِیْرِ ھٰذِہٖ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُلَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُوَ لِلّٰہِ الْحَمْدُعَلٰی مَاھَدَانَاوَاَحَلَّ لَنَا مِنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ وَالْحَمْدُثُمَّ اَفَاضَ اِلٰی عَرَفَاتٍ وَھِیَ کُلُّھَا مَوْقِفٌ اِلَّا بَطْنَ عُرْنَۃَ وَصَلَّی الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ بِھَا جَمْعًا وَ وَقَفَ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَوْلَانَا''[۳]

''تکبیر کا صیغہ یہ ہے۔اللہ سب سے بڑا ہے اللہ بڑا سب سے ہے اللہ بڑا سب سے ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اور تمام تعریفیں اسی کیلئے ہیں کہ جس نے ہمیں ہدایت دی اور ہمارے لیے چوپائے جانور حلال کر دئے اور تمام تعریفیں اللہ کیلئے کہ جس نے ہمیں نعمت دی۔''

الفقہ الاحوط کی رو سے تکبیر عرفہ کے دن نماز صبح بعد سے ایام تشریق (یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ) کے آخری روز نماز عصر تک تیئس فرض نماز کے بعد تک تکبیر پڑھتا رہے۔

۱۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۳\۲۷۱

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص، ۱۷۴

۳۔ ایضاً، ص، ۱۷۵، ۱۷۴

الہدایہ کی رو سے حج تمتع اور حج قران دونوں کی قربانی واجب ہے جبکہ الفقہ الاحوط کے مطابق تمتع کی قربانی واجب قران کی قربانی مستحب اور حج افراد میں قربانی نہیں۔ اگر حاجی مفرد قربانی دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

طواف نساء

''وَيَطُوْفُ طَوَافَ النِّسَاءِ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَقَدْ حَلَّ لَهُ النِّسَاءُ فَلِذٰلِكَ يُسَمُّوْنَهُ طَوَافَ النِّسَاءِ وَهٰذَا الطَّوَافُ هُوَ الْوَاجِبُ فِي الْحَجِّ وَيُكْرَهُ تَاخِيْرُهُ عَنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ فَاِذَا طَافَ هٰذَا الطَّوَافَ لَمْ يَبْقَ عَلَيْهِ اِلَّا رَمْيُ الْجَمَرَاتِ فِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَّرْجِعَ اِلٰى مِنًى وَّيُقِيْمَ بِهَا۔''[1]

''پھر طواف نساء بجالائے اور دو رکعت نماز ادا کرے۔ اب اس کے لئے بیوی بھی حلال ہو جائے گی اسی وجہ سے اس طواف کو طواف النساء کہتے ہیں۔ یہ طواف حج میں واجب ہے اور ان دنوں سے موخر کرنا مکروہ ہے۔ جب یہ طواف کرلے تو اس پر ایام تشریق کے دوران جمرات کو پتھر مارنے کے علاوہ کوئی کام باقی نہیں رہتا پس وہ منیٰ کی طرف واپس آئے اور منٰی میں قیام کرے۔''

''جو شخص کسی کی طرف سے حج کے لئے اجیر ہوا ہے تو وہ اس کی طرف سے طواف نساء کرے اور اگر طواف نساء نہ کیا تو اجیر پہ عورت حرام ہو جائے گی۔

اگر طواف نساء صحیح طرح بجانہ لائے یا بھول جائے تو اگر چند دنوں کے بعد اسے یاد آئے اور راستے سے پلٹ آئے اور بجالائے تو صحیح ہے۔،،[2]

الفقہ الاحوط کی رو سے طواف نساء واجب ہے اس طواف کے بغیر اس کے لیے بیوی حلال نہیں ہو جائے گی۔ اسی طرح اہل تشیع میں بھی طواف نساء واجب ہے لیکن اہل سنہ میں طواف نساء کا حکم نہیں ہے۔

نائب بنا کر حج کروانا

''وَيَجِبُ ذَالِكَ عَلٰى مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَجُّ وَعَلِمَ اَنَّ مَوَانِعَهُ لَا تُرْفَعُ فِيْ مُدَّةِ عُمْرِهِ قَطُّ وَعَلٰى مَنْ مَاتَ وَاَوْصٰى اَنْ يُّحَجَّ عَنْهُ فَوَجَبَ اَنْ يُّخْرِجَ الْوَرَثَةُ اُجْرَةَ الْحَجِّ مِنْ مَّالِهٖ اَوَّلًا كَالدَّيْنِ فَيَقْسِمُوْا مَا بَقِيَ وَاِنْ لَّمْ يُوْصِ يَسْتَحِبُّ لِلْوَرَثَةِ اَنْ يَّسْتَاْجِرُوْا مَنْ يُّحَجُّ عَنْهُ۔''[3]

''یہ اس پر واجب ہے جس پر حج واجب ہو اور جانتا ہو کہ حج کی رکاوٹیں اس کی زندگی میں کبھی ختم نہیں ہونگی۔ جو مر گیا ہو اور یہ وصیت کر گیا ہو کہ اس کی طرف سے حج کی ادائیگی کی جائے۔ اس کے ورثاء پر

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۷۸

۲۔ امام خمینی، توضیح المسائل، ۳۰۶

۳۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ص،۱۸۵

واجب ہے کہ قرض کی طرح پہلے اس کے متروکہ مال سے حج کی اجرت نکالے پھر جو باقی بچے اسے تقسیم کرے۔ اگر وصیت نہ کی ہو تو کسی کو حج کیلئے اجرت پر لیناور ثاء پر مستحب ہے۔''

''جو شخص کسی میت یا معذور کے لیے حج کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ ایسے آدمی کو منتخب کرے جو خود حج کر چکا ہو اور امور حج سے خوب واقفیت ہو تاکہ اس کا حج کامل طریقہ ادا ہو جائے۔''[1]

فقہ حنفی کی رو سے حج بدل پہ جانے کے لیے ایس شخص کو منتخب کرنا چاہیے جو پہلے حج کر چکا ہو جبکہ الفقہ الاحوط میں حج بدل کے لیے جانے والے کو پہلے سے حج کرنا ضروری نہیں ہے۔

حج افضل

''وَاَمَّا اَفْضَلِیَّةُ اَنْوَاعِ الْحَجِّ لِبَعْضِهَا عَلٰی بَعْضٍ فَیَتَعَلَّقُ بِقُبُوْلِهٖ عِنْدَاللّٰهِ فَمَا یَقْبَلُهُ اللّٰهُ فَهُوَ اَفْضَلُ وَقَبُوْلُهُ فِی الْغَیْبِ فَلَا یَعْلَمُ اِلَّا اللّٰهُ وَاَمَّابِالنِّسْبَةِ اِلَی الْاَشْخَاصِ فَبَعْضُهَا اَنْسَبُ مِنْ بَعْضٍ وَهٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ مَعَ اَنَّهَا لَاطَائِلَ تَحْتَهَا کَانَتْ رَجْمًا بِالْغَیْبِ وَلَمْ یُکَلِّفِ اللّٰهُ اَحَدًا بِهٰذِهٖ .''[2]

''اقسام حج میں سے کسی کی دوسری پر فضیلت اللہ کے حضور اس کی قبولیت سے تعلق رکھتی ہے پس جس حج کو اللہ قبول کرے وہی افضل ہے اور اس کی قبولیت غیبی معاملہ ہے لہذا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اگر شخصی نسبت دی جائے تو بعض دوسروں سے زیادہ مناسب ہے تاہم یہ درستی کے باوجود سعی لاحاصل بحث ہے یہ غیب کا کھوج ہے اور اللہ نے کسی کو اس کام کا مکلف نہیں بنایا۔''

''القران افضل من التمتع والافراد وقال الشافعی الا فراد افضل وقال المالك التمتع افضل من القران لان له ذکراً فی القرآن ولا ذکر للقران فیه''[3]

''قران تمتع اور افراد سے افضل ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ افراد افضل ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ تمتع قران سے افضل ہے کیونکہ قرآن میں اس کا ذکر ہے جبکہ قران کا قرآن میں تذکرہ نہیں ہے۔''

الہدایہ کی رو سے امام شافعی افراد کو امام مالک تمتع کو اور بعض قران کو افضل قرار دیتے ہیں جبکہ الفقہ الاحوط کی رو سے اقسام حج میں سے کسی کی دوسری پر فضیلت اللہ کے حضور اس کی قبولیت سے تعلق رکھتی ہے پس جس حج کو اللہ قبول کرے وہی افضل ہے اور اس کی قبولیت غیب کا معاملہ ہے اسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ غیب کا کھوج ہے اور اللہ نے کسی کو اس کام کا مکلف نہیں بنایا۔

۱۔ مولانا خالد محمود، فقہ حنفی، ص ۱\۴۵۶

۲۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط ص، ۱۸۵

۳۔ ابو الحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ص، ۳\۳۵۰

ارکان حج

''اَمَّا اَرْکَانُ الْحَجِّ فَهِیَ خَمْسَةٌ اَلْاِحْرَامُ وَالْوُقُوْفُ وَالطَّوَافُ وَالسَّعْیُ وَالْحَلْقُ اَوِ التَّقْصِیْرُ''[1]

''ارکان حج پانچ ہیں: ۱۔ احرام باندھنا ۲۔ وقوف ۳۔ طواف ۴۔ سعی ۵۔ سر کو مونڈوانا یا چھوٹا کرانا۔''

حج کے ارکان چار ہیں: احرام، طواف، زیارت، جس کو طواف افاضہ کہتے ہیں۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اور عرفات میں وقوف کرنا۔ ان ارکان میں سے اگر ایک رکن بھی رہ جائے تو حج باطل ہو جائے گا۔ اس پر تینوں اماموں کا اتفاق ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ حج کے صرف دو رکن ہیں، عرفات میں وقوف کرنا اور طواف زیارت کا بیشتر حصہ، یعنی سات میں سے چار (رکن) ہیں، باقی تین چکر واجب ہیں اور احرام صحت حج کی شرائط میں سے ہے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے، رکن نہیں ہے۔''[2]

الفقہ الاحوط میں ارکان حج کی تعداد پانچ ہیں، یعنی احرام باندھنا، وقوف، طواف، سعی، سر کو مونڈوانا یا چھوٹا کرانا۔ اہل سنہ کے تین ائمہ کے نزدیک چار ارکان ہیں، یعنی احرام، وقوف، سعی اور طواف جبکہ حنفیہ کے نزدیک ارکان حج دو ہیں۔ وقوف اور طواف زیارت کے پہلے چار چکر۔

ارکان عمرہ

''فَاَرْکَانُ الْعُمْرَةِ اَرْبَعَةٌ لِاَنَّهُ لَاوُقُوْفَ فِیْهَا وَ فِیْ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاَرْکَانِ وَاجِبَاتٌ وَسُنَنٌ وَاٰدَابٌ''[3]

''عمرے کے ارکان چار ہیں صرف وقوف نہیں ان ارکان میں سے ہر ایک میں واجبات مسنونات اور آداب ہیں۔

روزہ رسول ﷺ کی زیارت

''وَیَسْتَحِبُّ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْحَجِّ زِیَارَةُ قَبْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلّٰی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَه وَهِیَ حَرَمٌ اَیْضًاوَیَسْتَحِبُّ اَنْ لَّایَقْطَعَ شَجَرَهَاوَلَاحَشِیْشَهَا وَلَایَقْتُلَ صَیْدَهَاوَیَسْتَحِبُّ الْغُسْلُ وَقْتَ دُخُوْلِهَا وَلُبْسَ اَنْظَفِ ثِیَابِهٖ وَاَنْ یَّدْخُلَ الْمَسْجِدَ مُتَوَاضِعًامُتَضَرِّعًاوَاَنْ یَّقُوْلَ عِنْدَ الدُّخُوْلِ 'بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلّٰی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ 'اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ'[4] رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَصِیْرًا''[5]

---

[1]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۸۷

[2]۔ عبد الرحمٰن الجزیری، کتاب فقہ علی المذاہب الاربعہ ۱\۵۹۱

[3]۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۸۷

[4]۔ جامع ترمذی، ۳۱۶، ج ۲ حدیث: ۱۶۶

[5]۔ الاسرا: ۸۰

''حج سے فراغت پانے کے بعد مدینہ منورہ میں روضہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سنت ہے مدینہ منورہ بھی حرم ہے۔ سنت یہ ہے کہ مدینہ میں کسی درخت اور گھاس کو نہ کاٹے نہ ہی کسی شکار کو مار ڈالے۔ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا اور پاک وصاف کپڑا پہننا سنت ہے۔ مسجد نبوی میں عاجزی اور انکساری سے گڑ گڑاتے ہوئے داخل ہونا چاہئے۔''

''مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یوں پڑھے "بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَصِیْرًا''۔[۱]

''اللہ کے نام سے اور اللہ ہی کی توفیق سے اللہ کے رسول ﷺ پر سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ! مجھے سچائی کے گھر میں داخل فرما اور سچائی ہی کے راستے سے مجھے باہر نکال اور میرے لیے اپنی رحمت سے خصوصی مدد گار عطا فرما۔''

''وَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ عِنْدَ الْمِنْبَرِوَیَقْصِدُ تُرْبَتَہٗ وَیَقِفُ بَیْنَ یَدَیْہِ وَظَھْرَہٗ اِلَی الْقِبْلَۃِ وَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِاَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ وَاِنْ اَوْصٰی لَہ اَحَدٌ بِالسَّلَامِ یَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ مِنْ فَلَانٍ ثُمَّ یَدْعُوْ بِمَا شَاءَ وَیُلَازِمُ حَضْرَتَہ مَادَامَ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَیَتَصَدَّقُ مَا اَمْکَنَ۔''[۲]

''پھر منبر رسول ﷺ کے پاس دو رکعت نماز پڑھے۔ تربت پاک کی زیارت کرے اور سامنے کھڑا ہو جائے اور پیٹھ قبلہ کی طرف ہو اور یوں سلام بھیجے۔اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ ''اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلام ہو اے اللہ کے حبیب ﷺ آپ پر سلام ہو اے اللہ کے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو۔ اے مخلوقات میں سب سے بہتر ہستی آپؐ پر سلام ہو''۔ اگر کسی نے سلام پہنچانے کی درخواست کی ہو تو یوں کہے۔ فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہو پھر جو چاہے دعا مانگے اور جب تک مدینہ میں مقیم رہے حضور ﷺ کی زیارت کو لازم رکھے اور جتنا ممکن ہو سکے صدقہ کرے۔''

۱۔ شاہ سید محمد نور بخش، الفقہ الاحوط، ۱۹۲

۲۔ ایضاً

خلاصہ بحث

الفقہ الاحوط میں عبادات سے متعلق جو تفردات پائے جاتے ہیں ان میں سب سے پہلے نماز کی نیت فرائض ،سنت اور نوافل کے لیے الگ الگ عربی میں باندھی جاتی ہے جیسے صبح کی فرض کے لیے اصلی فرض الصبح اداءً لوجوبہ قربۃ الی اللہ اور عشاء کی سنت کے لیے اصلی سنۃ العشاء رکعتین قربۃً الی اللہ

لہذا فقہ الاحوط کی روشنی میں سفر، مطر، بیماری اور اس جیسے ہر مشکل وقت ظہرین اور عشاءین پڑھ سکتے ہیں۔ جمع تقدیم بھی کرسکتے ہیں اور جمع تاخیر بھی کیونکہ ظہرین کے اوقات اور عشائین کے اوقات مشترک ہیں۔

ظہر کی نماز کا وقت معلوم کرنے کے لیے دائرہ ہندیہ اور سمت قبلہ معلوم کرنے کے لیے الگ الگ جیومیٹری کے اصول کے تحت معلوم کرنے کا طریقہ بھی تفصیلاً دیا ہوا ہے۔

پانچ فرض نمازوں کی دوسری رکعت میں ہر نماز کے لیے مخصوص قنوت پڑھی جاتی ہے۔اوراد فتحیہ میں دیگر دعاؤں کے علاوہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ صفات الہی کا ورد، ننانوے اسماء الحسنیٰ اور خاتم النبیین محمد ﷺ پر درود وسلام کے کلمات انتہائی منفرد اور ایمان افروز ہیں۔اس طرح ہر نماز کے بعد مخصوص دعائیں اوراد و وظائف ہیں جو ہر انفرادی اور باجماعت نماز کے اختتام پرورد کرتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے بعد غالباً یہ واحد علاقہ ہے جہاں کی مساجد اور خانقاہوں میں نماز تہجد سے قبل اذان شب دی جاتی ہے۔

امامت کیلئے بہترین انبیاء پھر اولیاء پھر علماء اور پھر اچھی قرأت والے ہیں۔ ہر گروہ میں سے جو کمال فضیلت رکھتا ہو ،پھر نسبی طور پر اچھے قبیلے کا ہو، پھر آواز خوبصورت ہو اور پھر خوبرو ہو پھر جس کی عمر زیادہ ہو بشرطیکہ وہ بوڑھا نہ ہو یا جس کے دانت نہ ہوں۔ الفقہ الاحوط کے تحت فرائض اور سنن راتبہ مل کر دن میں کل اکیاون رکعت بنتے ہیں،اس کے علاوہ نفلی نمازوں میں سے چند ایک یہ ہیں نماز رضوان، نماز اوابین، نماز غفلہ، نماز تسبیح اور نماز اشراق وغیرہ۔

اللہ کو پسندیدہ روزے کی دو قسمیں ہیں۔واجب اور مستحب اور ناپسندیدہ روزے کی دو قسمیں حرام اور مکروہ ہیں۔

واجب روزے چھے ہیں:(۱) رمضان کے روزے (۲) اس کی قضاء (۳) نذر کا روزہ اور اس جیسے روزے (۴) کفارات کا روزہ (۵) اعتکاف کا روزہ (۶) قربانی کے بدلے کا روزہ۔

زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں: واجبی زکوٰۃ اور مستحب زکوٰۃ، واجبی زکوٰۃ حیوانات، نباتات اور معدنیات پر ہے۔ حیوانوں میں سے صرف تین جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری پر۔ نباتات میں گندم، جو، کھجور، اور کشمش پر، معدنیات میں سے سونا اور چاندی پر۔ الفقہ الاحوط کے مطابق گھوڑوں اوو سونا چاندی کے زیورات پر مسنون زکوٰۃ آتی ہے۔

نتائج

۱. الفقہ الاحوط میں عبادات سے متعلق جو تفردات پایا جاتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

۲. جو شخص بسم اللہ کو سورہ برأت کے سوا سورہ فاتحہ اور ہر سورہ کا حصہ نہ سمجھتا ہو اور وہ اسے پڑھتا بھی ہو تو اس کی نماز ناقص ہے اور اسے آخرت کا کامل فائدہ نہیں ملے گا۔

۳. پانچ فرض اور واجب نمازوں کی دوسری رکعت میں مخصوص قنوت پڑھی جاتی ہے۔

۴. اور ہر نماز کے بعد مخصوص دعائیں اوراد و وظائف ہیں جو ہر انفرادی اور باجماعت نماز کے اختتام پر ورد کرتے ہیں۔

۵. الفقہ الاحوط کے تحت فرائض اور سنن راتبہ مل کر دن میں کل اکیاون رکعت بنتے ہیں اس کے علاوہ نفلی نمازیں بھی کثیر تعداد میں پڑھتے ہیں۔

۶. زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں (۱) واجبی زکوٰۃ۔ (۲) مستحب زکوٰۃ۔ واجبی زکوٰۃ حیوانات، نباتات اور معدنیات پر ہے۔

۷. حیوانوں میں سے صرف تین قسم کے جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ وہ یہ ہیں اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری۔ جانوروں میں سے گھوڑوں پر مسنون زکوٰۃ آتی ہے۔

۸. نباتات میں گندم، جو، کھجور اور کشمش کے علاوہ کسی اور پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

۹. معدنیات میں سے صرف سونا اور چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے۔ سونے کے زیورات پر مسنون زکواۃ آتی ہے۔

۱۰. اگر معدنیات میں سے جو قیمتی ہوں مثلاً یاقوت لعل زمرد یا عقیق یا فیروزہ اور کہرباء کی اقسام اور سمندری جواہرات مثلاً یاقوت موتی عنبر مسک مرجان اور سونا چاندی کے جواہر اور رکاز (کافروں کے پوشیدہ خزانے) اگر یہ چیزیں اخراجات منہا کرنے کے بعد نصاب کو پہنچ جائے تو فوراً خمس کی ادائیگی واجب ہے۔

۱۱. الفقہ الاحوط کی رو سے ہاتھ چھوڑ کے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں اور باندھ کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

۱۲. حج میں طواف نساء واجب ہے اور اس کے ادا کیے بغیر شوہر کے لیے بیوی حلال نہیں ہے۔

۱۳. حج کی تمام اقسام کے لیے عربی میں نیتیں ہیں۔ مثلاً

۱۴. ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّی

۱۵. اعتکاف کے لیے مخصوص شرائط و ارکان ہیں ان میں سے ایک شرط روزہ بھی ہے۔

سفارشات

مقالہ ہذا کے سفارشات یہ ہیں:

۱. فقہی مسالک میں موجود تفردات اور امتیازات پر تحقیق کر کے ان میں موجود مشترکات کو تلاش کر کے باہم افہام و تفہیم پیدا کر سکتے ہیں۔

۲. فقہی کتب کے مابین عبادات، سماجی اور فروعی مسائل پر تحقیق کر کے ان میں موافقت، یکسانیت اور اتحاد و اتفاق پیدا کی جاسکتی ہے۔

۳. الفقہ الاحوط میں موجود عبادات سے متعلق تفردات پر تحقیق کرنے کے بعد میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ شاہ سید محمد نور بخشؒ کی تعلیمات اعتدال، میانہ روی اور اتحاد بین المسلمین کی عکاسی کرتا ہے۔

۴. الفقہ الاحوط اور مسلک نور بخشیہ پر کچھ لوگوں نے تحقیقاتی مقالہ لکھے ہیں ان میں اس مسلک پر، الفقہ الاحوط پر اور شاہ سید محمد نور بخشؒ کی حالات زندگی پر عمیق اور صحیح مطالعہ نہیں کیا ہے بلکہ صرف سطحی طور پر تحقیق کی گئی ہے۔

۵. لہذا مذہب نور بخشیہ پر، شاہ سید محمد نور بخشؒ کی تعلیمات اور فقہ الاحوط پر عمیق اور گہری تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ سچے معنوں میں اس مسلک کی حقیقت، تعلیمات اور اصول و عقائد کو جان سکیں۔

۶. جن کو عملی جامہ پہنا کر راقم کے خیال میں عصر حاضر میں امت مسلمہ کے آپس میں موجود متعدد فروعی مسائل کے اختلاف کو حل کرنے میں نہایت مدد و معاون ثابت ہو گا۔

فہرست آیات

نمبر شمار	آیات	سورت	آیات نمبر	صفحہ نمبر
۱.	حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى------	البقرة	۲۳۸	33
۲.	وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ	البقرة	۸۳	149
۳.	لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَاكَسَبَت------	البقرة	۲۸۶	67
۴.	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ------	البقرة	۱۸۳	125
۵.	اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ-	البقرة	۲۲۲	142
۶.	وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا------	البقرة	۱۲۵	140
۷.	فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ-----	البقرة	۲۰۳	۱۷۸
۸.	اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ ------	البقرة	۲۵۵	114
۹.	غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ	البقرة	۲۸۵	118
۱۰.	رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِن------	آل عمران	۸	67
۱۱.	اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا------	ال عمران	۹۶	169
۱۲.	اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ	ال عمران	۱۹	114
۱۳.	قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ ط تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ------	ال عمران	۲۶	115
۱۴.	رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا------	ال عمران	۱۴۷	116
۱۵.	اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا------	النساء	۱۰۳	33
۱۶.	اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ------	الانعام	۱۶۲	63
۱۷.	وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ-----	الانفال	۴۱	165
۱۸.	اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا----	التوبہ	۶۰	150
۱۹.	رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ-----	الاسرا	۸۰	
۲۰.	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ-----	الحج	۷۷،۷۸	124

۲۱.	بِعِزَّتِهِ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ-----	القصص	۸۸	121
۲۲.	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاا ذْكُرُوْ اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَسَبِّحُوْهُ-----	الاحزاب	۴۱۲	143
۲۳.	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ------	التحريم	۸	141

فہرست احادیث مبارکہ

نمبر شمار	احادیث	صفحہ نمبر
۱	انما الاعمال با لنیات	54
۲	اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَ عَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ ---	68
۳	اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ	73
۴	'اَلْحِکْمَۃُ عَشْرَۃُ اَجْزَاء تِسْعَۃٌ مِنْھَا فِی الصُّمْتِ،وَ وَاحِدٌ فِی الْعُزْلَۃِ -----	143
۵	لَہ الْمُلْکُ وَلَہ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّایَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ---	110
۶	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ الْبَعْثُ وَالنُّشُوْر	122
۷	'کَلَامُ ابْنِ آدَمَ کُلُّہُ عَلَیْہِ لَا لَہُ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَھْیًا عَنْ مُّنْکَرٍ -----	143
۸	اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ وَکَلِمَۃِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰی دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ	122
۹	اَلْعُلَمَاء وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء	166
۱۰	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ	118
۱۱	مَنْ کَثُرَ اَکْلُہٗ کَثُرَ شُرْبُہٗ وَمَنْ کَثُرَ شُرْبُہٗ کَثُرَ نَوْمُہٗ وَمَنْ کَثُرَ نَوْمُہٗ کُتِبَ ---	199
۱۲	حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ	120
۱۳	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَصَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ	118
۱۴	رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَاحَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَاعَذَابَ النَّارِ	111
۱۵	لَامَانِعَ لِمَآاَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَآدَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ---	118
۱۶	اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَام	110
۱۷	اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ	183

فہرست اعلام

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱.	ابراہیمؑ	140
۲.	ابراہیم ختلانی	11
۳.	ابن سینا	17
۴.	ابن عباس	121
۵.	ابن مسعود	75
۶.	ابو بکرؓ	28
۷.	ابو طفیل	49
۸.	اسماعیلؑ	140
۹.	افلاطون	17
۱۰.	امام ابو حنیفہ	35
۱۱.	امام ابو یوسف	164
۱۲.	امام شافعی	94
۱۳.	امام علی رضاؑ	9
۱۴.	امام مالک	65
۱۵.	امام محمد	65
۱۶.	امام محمد تقی	14
۱۷.	امام موسیٰ کاظم	9
۱۸.	انسؓ	37
۱۹.	بایزید	12
۲۰.	برہان الدین مرغینانی	۲۸
۲۱.	پروفیسر جمال الیاس	27
۲۲.	پروفیسر صاحبزادہ حسن شاہ	26
۲۳.	حسن بن زیاد	144
۲۴.	حضرت بلال	34
۲۵.	خواجہ اسحٰق ختلانی	9

26	ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی	۲۶.
25	ڈاکٹر صابر آفاقی	۲۷.
۲۶	ڈاکٹر محمد ریاض	۲۸.
25	سید حسن نصر	۲۹.
9	سید علی ہمدانی	۳۰.
9	شاہ سید محمد نوربخش	۳۱.
12	شاہ قاسم فیض بخش	۳۲.
11	شمس الدین اسیری	۳۳.
11	شمس الدین محمد لاہیجی	۳۴.
9	شیخ ابو نجیب سہروردی	۳۵.
11	شیخ احمد ابن فہد	۳۶.
9	شیخ احمد بدیسی	۳۷.
9	شیخ علاوالدین سمنانی	۳۸.
9	شیخ محمود مزدقانی	۳۹.
9	شیخ معروف کرخی	۴۰.
90	عائشہؓ	۴۱.
34	عبداللہ بن مکتوم	۴۲.
26	قاضی نوراللہ شوستری	۴۳.
25	لوئس معلوف	۴۴.
12	مرزا شاہ رخ	۴۵.
37	معاذ بن جبل	۴۶.
9	نجم الدین کبریٰ	۴۷.

فہرست بلاد واماکن

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱.	ایران	12
۲.	بحرین	11
۳.	بلتستان	9
۴.	ختلان	11
۵.	خراسان	11
۶.	ذات عرق	171
۷.	ذوالحلیفہ	171
۸.	رے	12
۹.	سائوجان	11
۱۰.	سولغان	12
۱۱.	قائن	11
۱۲.	قرن المنازل	171
۱۳.	قطیف	11
۱۴.	قہستان	11
۱۵.	گیلان	12
۱۶.	لحصا	11
۱۷.	مدینہ منورہ	۱۸۳
۱۸.	مسلخ	171
۱۹.	مشہد	11
۲۰.	مکہ	45
۲۱.	مقام عتیق	171
۲۲.	مقام فج	172
۲۳.	ہرات	11
۲۴.	یلملم	171
۲۵.	یمن	171

فہرست مصادر و مراجع

۱. قرآن مجید

۲. ابوالحسین مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث:۱۳۳۵

۳. ابوزکریا محی الدین یحیی بن شرف النووی(۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) ، ریاض الصالحین:۱۴۳

۴. ابوعیسیٰ محمد بن ترمذی، جامع ترمذی، حدیث ۲۵

۵. ابوعیسیٰ محمد ترمذی، جامع ترمذی، ۳۱۶،ج ۲ حدیث:۱۶۶

۶. ابوالحسن علی ابن ابی بکر، احسن الہدایہ، ناشر: مکتب رحمانیہ

۷. ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، باب رسول اللہ، حدیث:۱

۸. احمد بن حنبل، مسند احمد:۱۸۴،

۹. امیر کبیر سید علی ہمدانی، دعوات صوفیہ، ناشر ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ، طبع ہشتم ۲۰۰۹

۱۰. ڈاکٹر غازی محمد نعیم میر سید محمد نوربخش اور مسلک نوربخشۃ: شاہ ہمدان پبلیکیشنز ۲۴ نومبر ۲۰۰۰ء

۱۱. ڈاکٹر غازی نعیم نوائے صوفیہ مجلہ شمارہ ۲ ۱۴ اگست ۱۹۹۸ء محل اشاعت ۳۵۸-اے سیکٹر جی ۶\۱۱ اسلام آباد

۱۲. ڈاکٹر صابر آفاقی جلوہ کشمیر ناشر: سنگ میل پبلیکیشنز لاہور نومبر ۱۹۷۹

۱۳. سعید بن علی القحطانی، حصن المسلم:۲۳۵، ناشر: دارالسلام

۱۴. سید اکبر علی ابن حسن، تذکرہ صوفیاء، ناشر فیض الاسلام پرنٹنگ پریس روالپنڈی، ۲۰۱۹

۱۵. شاہ سید محمد نوربخش دیوان نوربخش ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین ۱۹۲۵ء مطبوعہ لاہور

۱۶. شاہ سید محمد نوربخش، الفقہ الاحوط (بار چہارم)، ناشر مدرسہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ سکردو، ۲۰۰۴ء

۱۷. عبدالحي اللكنوي، الفوائد البهية في تراجم الحنفية لعبد الحي اللكنوي، ۱۹۹۸

۱۸. علامہ سلطان علی بلغاری روضات الجنان جلد دوم مملوکہ محمود احمد مفکر بلغار بلتستان

۱۹. قاضی نوراللہ شوستری، مجالس المومنین ، ناشر: نولکشور کانپور، ۱۶۰۱ء

۲۰. قاضی نوراللہ شوستری مجالس مومنین ناشر: نولکشور کانپور

۲۱. کشف الظنون، ۲/ ۲۰۳۲، حدائق الحنفیہ

۲۲. محمد بن عبد اللہ، مشکواۃ المصابیح، کتاب دعوات، ح ۲۴۲۵

۲۳. محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، وتر کا بیان، حدیث نمبر ۱۲۴۶

۲۴. محمد علی کشمیری، تحفتہ الاحباب، شاہ ہمدان تحقیقاتی ادارہ براءے تصوف، طبع دوم ۲۰۲۰ء

۲۵. محمد معصوم شیرازی طرائق الحقایق از انتشارات کتاب خانہ سنائی

۲۶. مقالات مولوی محمد شفیع جلد دوم طبع اول مرتبہ احمد ربانی مجلس ترقی ادب لاہور

۲۷. مکتوب نور بخش مشمولہ جامع مراسلات بحوالہ مقالات مولوی محمد شفیع

۲۸. المنجد فی لغۃ والاعلام دار القرآن الکریم انتشارات اسماعیلیات تہران ۱۹۷۳ء

۲۹. مولانہ محمود خالد, فقہ حنفی ناشر: بک سیلرز سپورٹس انارکلی لاہور۔ پاکستان

۳۰. میر سید علی ہمدانی کشف الحقائق ناشر: ندوہ اسلامیہ صوفیہ نوربخشیہ ۱۹۸۸

۳۱. میر سید محمد نوربخش رسالہ نوریہ ناشر: ہارون بکس اینڈ سپورٹس سنٹر خپلو بلتستان

۳۲. میر سید محمد نوربخش صحیفۃ الیاء قلمی برات لائبریری خپلو بلتستان

۳۳. میر علی ہمدانی کتاب الاعتقادیہ مملوکہ برات لائبریری خپلو بلتستان سال کتابت ۱۱۸۰ھ

۳۴. امام خمینی، توضیح المسائل، سازمان تبلیغات اسلامی شعبہ روابط بین الملل

ریسرچ پیپرز

۱. اکرام الدین، فقہ نوربخشیہ کی مشہور کتاب الفقہ الاحوط کا تحقیقی جائزہ، تہذیب الافکار: جلد5، شمارہ جنوری تا جون2018ء

۲. ابو عمار زاہد الراشدی، سید نوربخش اور ان کی تعلیمات، روزنامہ اسلام، لاہور، 14 نومبر 2009

۳. ظفر حسین منڈوق، بررسی منابع سلسلہ نوربخشیہ، جامعۃ المصطفیٰ العالمیۃ ایران، ۲۰۰۷

4. Bashir, "Messianic Hope and Mystical Vision: The Nurbakhshiya Between Medieval and Modern Islam (Studies in Comparative Religion)," University of South Carolina Press. October 2003
5. Dr. Naeem, G: "Mir Sayyid Muhammad Nurbakhsh and Nurbakhshiya Sect," Shah-e-Hamadan Publications, Islamabad, Pakistan, 2000
6. Andreas Rieck, The Nurbakhshis of Baltistan: Crisis and Revival of a Five Centuries Old Community,Vol.35,Issue No. 2 (Nov.,1995)
7. Balghari S.H."Shah Syed Muhammad Nurbakhsh Qahistani", Monthly Nawa-i-sufia Islamabad, Issue No. 28, 1996